تاریخ اسلام

حصہ چہارم

شاہ معین الدین ندویؒ

آغاز اسلام سے لے کر خلافت راشدہ کے اختتام تک

اسلام کی مذہبی، سیاسی، تمدنی، اور علمی تاریخ

ابو العباس احمد بن متوکل الملقب بہ معتمد علی اللہ

(۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ مطابق ۸۶۹ء تا ۸۹۲ء)

معتمد علی اللہ بن متوکل ایک کوفی لونڈی فتیان کے بطن سے تھا۔ مہتدی کی معزولی کے وقت قید میں تھا۔ اس کے قتل کے بعد ترکوں نے معتمد کو قید سے نکال کر خلیفہ بنایا۔ عباسی افواج کے سپہ سالار موسیٰ بن بغا نے بھی بیعت کر لی۔ اس کی بیعت کے بعد کسی کی مخالفت کا خطرہ باقی نہ رہا اور رجب ۲۵۶ھ میں معتمد تخت خلافت پر متمکن ہوا اور عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت تفویض کیا۔ اس وقت معتمد کی عمر ۲۵ سال تھی۔ مدت کے لحاظ سے معتمد کامل ۲۳ سال تک تخت خلافت پر رہا' لیکن اس طویل مدت میں ایک دن کے لیے بھی اس کو حقیقی حکومت نصیب نہ ہوئی اور نہ اندرونی شورشوں اور ہنگاموں سے سکون میسر ہوا۔ ایک اہم تغیر یہ البتہ ہوا کہ اب تک ترک حکومت پر حاوی تھے اور معتمد کے زمانہ میں اس کے بھائی موفق باللہ کے ہاتھوں میں حکومت آ گئی۔ معتمد محض نام کا خلیفہ تھا۔ چھوٹے بڑے کسی معاملہ میں بھی معتمد کا کوئی حکم نہ چلتا تھا۔ خراج وغیرہ بھی موفق ہی کے پاس آتا تھا۔ معتمد اس کے استبداد سے بہت نالاں تھا۔ آخر میں عاجز آ کر اس نے ابن طولون کے دامن میں پناہ لینا چاہی تھی' مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ اس کی تفصیلات اپنے موقع پر آئیں گی۔ (ابن اثیر جلد ۲۰' ص ۱۳۱)

ملک کی حالت: معتمد کے زمانہ میں ملک کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی۔ اس کے گوشہ گوشہ میں شورش اور ہنگامہ اور چپہ چپہ میں طوائف الملوکی تھی۔ سجستان' کرمان اور فارس پر صفاریہ قابض تھے۔ خراسان بھی انہوں نے طاہریہ سے چھین لیا تھا۔ طبرستان اور جرجان وغیرہ میں علویوں کی حکومت تھی۔ مصر و شام میں طولونیہ کا اقتدار بڑھ رہا تھا۔ ماوراء النہر میں سامانیہ جن کا ذکر آئندہ آئے گا۔ اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال رہے تھے۔ افریقہ پر اغالبہ کا تسلط تھا۔ بصرہ' ابلہ اور کور دجلہ وغیرہ میں

صاحب الزنج آفت بپا کیے ہوئے تھے۔غرض مغرب سے لے کر مشرق تک کوئی چپہ طوائف الملوکی سے خالی نہ تھا۔(ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۳۹) ان میں سے علوی دولت عباسیہ کے حریف اور مد مقابل اور دوسرے برائے نام ماتحت تھے۔وہ مقامات بھی جو خالص دولت عباسیہ کے قبضہ میں تھے۔حوادث وفتن سے محفوظ نہ تھے۔ان میں آئے دن شورش رہتی تھی۔اس لیے معتمد کے عہد میں دولت عباسیہ نہایت کمزور پڑ گئی۔موفق نے تابمقدور ان شورشوں کے دبانے کی کوشش کی اور بعضوں میں اسے کامیابی ہوئی' لیکن بوسیدہ عمارت عارضی ستونوں پر نہیں قائم رہ سکتی۔اس لیے اس کا اثر دیرپا نہ ثابت ہوا۔ان شورشوں کی تفصیل بے کار اور لاحاصل ہے۔اس لیے ان کے حالات صرف اسی حد تک لکھے جائیں گے۔جس سے اس عہد کی سیاسی کیفیت اور دولت عباسیہ کی گرتی ہوئی حالت کا اندازہ ہو جائے۔

عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت: عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت کا حال اوپر معتز کے زمانہ میں گزر چکا ہے۔مہتدی کو اپنے زمانہ میں اس کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی تھی۔اس لیے عیسیٰ بن شیخ اب تک معاندانہ روش پر قائم تھا اور دارالخلافہ خراج بھیجنا بند کر دیا تھا' بلکہ ایک مرتبہ مصر کے خراج کی رقم جو شام سے ہو کر بغداد جا رہی تھی' چھین لی تھی' چنانچہ اس نے معتمد کی بھی بیعت نہیں کی۔معتمد نے سختی کے بجائے نرمی سے اسے رام کرنے کی کوشش کی اور شام کے ساتھ آرمینیہ کی حکومت بھی اس کے متعلق کر دی۔اس تدبیر سے وہ مطیع ہو گیا اور معتمد کی بیعت کر لی۔(مقریزی جلد ۲' ص ۱۰۶) اس کی بیعت کے بعد معتمد نے اماجور ترکی کو دمشق والی مقرر کیا۔عیسیٰ نے اپنے لڑکے منصور کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔اماجور نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا۔لڑکے کے قتل سے عیسیٰ کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ شام چھوڑ کر آرمینیہ چلا گیا۔(ابن اثیر جلد ۷' ص ۸۷ اور ابو الفداء جلد ۲' ص ۴۸)

صاحب الزنج کی قیامت خیز شورش: صاحب الزنج کی شورش کے

ابتدائی حالات اوپر گزر چکے ہیں۔ معتمد کے زمانہ میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ چند برسوں کے اندر اس نے بصرہ' ابلہ' ابادان' اہواز' واسط' رامہرمز وغیرہ عراق کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا اور کل چودہ پندرہ سال تک مسلسل حکومت کی۔ فوجوں سے برابر زور مقابلہ کرتا رہا اور مسلمانوں پر ایسے سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم ڈھائے کہ دنیائے اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ سیوطی کا بیان ہے کہ بصرہ پر قبضہ کر کے اس کو بالکل تباہ و برباد کر ڈالا۔ اس کے کل باشندوں کو قتل کر دیا اور آس پاس کی تمام بستیاں پھونک دیں۔ ۲۵۶ھ سے ۲۷۰ھ تک زنگیوں اور عباسی فوجوں میں بڑے خونریز معرکے ہوئے۔ زنگیوں نے اس قدر قتل عام کیا کہ مردوں کا دفن کرنا مشکل ہو گیا اور لاشوں کے تعفن سے سخت وبا پھیل گئی اور بیشمار آدمی لقمہ اجل ہو گئے۔ ۲۷۰ھ میں زنگیوں کا ایک سرغنہ بہبوذ مارا گیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ دنیا میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور اسے غیب کی باتوں کا علم ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۷۳' ۳۷۴) اس کا دوسرا مقرب ساتھی مہلبی تھا۔ اس نے محلّہ مقبرہ بنی یشکر میں ایک ممبر نصب کیا تھا۔ جمعہ کے دن صاحب الزنج کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحمت بھیجا کرتا تھا' لیکن حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیتا تھا۔ سیوطی کے بیان کے مطابق وہ حضرت عثمان' علی' معاویہ' طلحہ' زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ گالیاں دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ پر رحمت بھیجنے کے بعد وہ جبابرۂ بنو عباس' حضرت ابو موسیٰ اشعری' عمرو بن العاص' معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتا تھا۔ اس نے اہل بصرہ پر بڑے سخت مظالم ڈھائے۔ ان سے تنگ آ کر وہ ایک دن جان پر کھیل کر اس کے مقابلہ کے لیے نکل آئے۔ مہلبی نے بڑی بیدردی سے ان کا قتل عام کیا۔ کچھ لوگ ڈوب کر مرے اور کچھ بچ کر نکل گئے۔ اس قتل عام سے اہل بصرہ کے دلوں پر مہلبی کی اتنی دہشت چھا گئی کہ وہ گھروں اور کنوؤں میں روپوش ہو گئے۔ ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ رہ گیا تھا' لیکن دن کو مہلبی کے خوف سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ رات کو نکلتے تھے اور چوہا' بلی' کتا جو بھی مل جاتا پکڑ کر کھا جاتے۔ آخر میں نوبت

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

اس درمیان میں یعقوب زیادہ تر نواح سجستان کے غیر مسلم فرمانرواؤں سے لڑتا رہا۔ ۲۵۷ھ میں پھر اس نے فارس کا رخ کیا۔ معتمد نے اسے بلخ طخارستان اور سندھ کی حکومت دے دی۔ اس لیے فارس چھوڑ کر کابل پہنچا اور یہاں کے فرمانروا رتیل کو قتل کر کے کابل پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے بیش قیمت نوادر جن میں چند بت بھی تھے' معتمد کی خدمت میں ہدیہ بھیجے۔ کابل کے بعد بست اور کروخ پر قبضہ کر کے بوشنج میں علی بن حسین طاہر کو گرفتار کیا۔ (ابن اثیر جلد ۷' ص ۸۲) کابل کا علاقہ گو بنی امیہ ہی کے ابتدائی زمانہ میں' بلکہ خلافت راشدہ ہی کے دور سے اسلامی حکومت کا باجگذار بن گیا تھا' لیکن وہ ایران و عراق وغیرہ کی طرح اسلامی ملک نہ تھا۔ صفاریوں نے اس کو اسلامی قلمرو میں شامل کر کے اسلامی ملک بنا دیا۔

طاہریہ کا خاتمہ: اس کے بعد یعقوب نے طاہری حکومت کا خاتمہ کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کا ایک حریف عبداللہ السجزی اس کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس پا کر طاہری حکومت میں حصہ لگانے کے لیے نیشاپور پہنچا اور محمد بن طاہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے علماء نے درمیان میں پڑ کر دونوں میں صلح کرا دی اور محمد بن طاہر نے اس کو طبسین اور قہستان کا حاکم بنا دیا۔ یعقوب صفار کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے محمد بن طاہر کو لکھا کہ عبداللہ کو اس کے حوالے کر دے۔ محمد نے انکار کیا۔ اس کے انکار پر یعقوب خود نیشاپور پہنچا۔ اس وقت طاہریہ میں کوئی دم باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے یعقوب نے محمد بن طاہر اور اس کے پورے خاندان کو گرفتار کر کے طاہری حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ طاہریہ بنو عباس کے ساختہ پرداختہ اور ان کے معتمد علیہ تھے۔ اس لیے ان کو ختم کرنے کے بعد یعقوب نے معتمد کو معذرت میں لکھا کہ محمد بن طاہر اپنے فرائض کی انجام دہی سے قاصر تھا۔ اس کی کوتاہی کی وجہ سے علویوں نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے خود خراسانیوں نے مجھے فوج کشی کی دعوت دی تھی' لیکن معتمد نے اس عذر کو قبول نہ کیا۔ اس کا نہایت سخت جواب دیا اور اس کی روش سے بیزاری ظاہر کی اور

ہدایت کی کہ وہ آئندہ صرف ان مقاموں کی حکومت پر قناعت کرے۔ جن کی ان کو باقاعدہ اجازت دی گئی ہے' لیکن یعقوب نے اس حکم کی کوئی پرواہ نہ کی۔

حسن بن زید علوی کی شکست اور عبداللہ السجزی کا قتل: آل طاہر کی گرفتاری کے بعد عبداللہ السجزی نیشاپور سے حسن بن زید علوی کے پاس طبرستان بھاگ گیا تھا۔ اس لیے صفار ۲۶۰ھ میں طبرستان پہنچا اور حسن بن زید کو شکست دے کر ساریہ اور آمل پر قبضہ کر لیا۔ حسن ویلم بھاگ گئے۔ صفار نے کچھ دور تک تعاقب کیا' لیکن پھر راستہ کی دشواریوں سے پریشان ہو کر لوٹ آیا۔ علوی دولت عباسیہ کے حریف تھے۔ اس لیے صفار نے معتمد کو اپنی اصل کارگزاری کی اطلاع دی۔ حسن بن زید کی شکست کے بعد عبداللہ السجزی رے چلا گیا تھا۔ اس لیے یعقوب صفار نے یہاں کے عامل کو لکھا کہ یا عبداللہ کو ہمارے حوالہ کر دیا جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ وہ آل طاہر اور علویوں کا حشر دیکھ چکا تھا۔ اس لیے خاموشی سے عبداللہ کو حوالہ کر دیا اور صفار اسے قتل کر کے سجستان واپس ہوا۔ (ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۰۹' ۳۱۰)

فارس پر موسیٰ کا تقرر اور استعفیٰ: اوپر گزر چکا ہے کہ محمد بن واصل عراقی نے دولت عباسیہ کے عامل حارث ابن سیما کو قتل کر کے فارس پر قبضہ کر لیا تھا' گو وہ زبان سے اپنے کو خلیفہ کا اطاعت گزار ظاہر کرتا تھا' لیکن درپردہ اس کے خلاف تھا۔ اس لیے حارث کے قتل کے بعد معتمد نے فارس کا علاقہ موسیٰ بن بغا کے متعلق کر دیا۔ اس نے اپنی جانب سے عبدالرحمٰن بن مفلح کو اہواز اور فارس کا حاکم بنایا اور طاشتمر ترکی کو بطور مددگار اس کے ساتھ کر دیا۔ ابن واصل نے مقابلہ کیا۔ طاشتمر جنگ میں مارا گیا اور عبدالرحمٰن گرفتار ہوا۔ معتمد نے ابن واصل کے پاس عبدالرحمٰن کی رہائی کے لیے کہلا بھیجا' لیکن اس نے قتل کر کے مشہور کر دیا کہ عبدالرحمٰن مر گیا اور موسیٰ بن بغا کی طرف بڑھا۔ اس طوائف الملوکی کی وجہ سے فارس کا انتظام سنبھالنا موسیٰ کے لیے دشوار ہو گیا۔ اس لیے اس نے اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

آذربائیجان، کرمان، بحستان، سندھ، تمام مشرقی ممالک کی ولایت عطا کی جائے اور بغداد و سرمن رای کا محکمہ پولیس اس کے متعلق کیا جائے اور جن لوگوں نے معتمد کا پہلا فرمان سنا ہے، انہیں جمع کر کے اس کی منسوخی کا فرمان سنایا جائے۔ یہ درخواست بھیجنے کے بعد اس نے بغداد کا قصد کیا۔ معتمد صفار سے سخت برہم اور اس سے جنگ کے لیے آمادہ تھا، لیکن اختیارات تمام تر موفق کے ہاتھوں میں تھے۔ معتمد مجبور محض تھا۔ موفق نے یعقوب کو بغداد کے قصد سے روکنے کے لیے اس کے تمام مطالبات منظور کر لیے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ صفاریوں کا ایک بڑا مقصد ترکوں کا زور توڑنا تھا۔ اس لیے یعقوب کے مطالبات کی منظوری سے موالی میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی اور وہ یعقوب سے مقابلہ کیلئے آمادہ ہو گئے۔ (ابن خاکان جلد ۲، ص ۳۱۶)

لیکن ان مطالبات کی منظوری کے بعد بھی یعقوب نے بغداد کا قصد ملتوی نہ کیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔ اس سے ترک موفق سے بدگمان ہو گئے۔ خود معتمد کو یہ خیال ہو گیا کہ موفق ہی کے طرز عمل سے یعقوب کو بغداد آنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ پہلے سے یعقوب سے برہم تھا۔ اس کے بغداد آنے کی خبر سن کر جوش غضب سے لبریز اور خود اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اس سے موالی کو اطمینان ہوا اور معتمد بڑے اہتمام سے یعقوب کے مقابلہ میں نکلا۔ (ابن خاکان جلد ۲، ص ۳۱۷)

اپنے بھائی موفق کو آگے روانہ کیا اور خود اس کے عقب میں چلا۔ یعقوب بغداد کے قریب پہنچ چکا تھا۔ آگے بڑھ کر دونوں کا سامنا ہوا۔ ترکوں میں بڑا جوش تھا۔ امیر ختلج ترکی نے فوجوں کو ابھارنے کے لیے بڑی پرجوش تقریر کی۔ ترک اسے اپنی قومی جنگ سمجھتے تھے۔ یعقوب کی شجاعت بھی مسلم تھی۔ اس لیے فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ دونوں طرف کے بہت سے ممتاز آدمی مارے گئے۔ یعقوب بھی زخمی ہوا، لیکن خود خلیفہ بہ نفس نفیس میدان جنگ میں موجود تھا۔ اس سے ترکوں کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا۔ اس کے مقابلہ میں خلیفہ کی موجودگی کی وجہ سے یعقوب کی فوج کا ایک حصہ لڑنا پسند نہ کرتا

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

گزر چکے ہیں۔ معتمد کے زمانہ میں اس کو بڑا عروج حاصل ہوا اور اس کا آفتاب اقبال نصف النہار تک پہنچ گیا۔ کندی کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت فرو ہونے کے بعد شام کی ولایت بھی ابن طولون کے متعلق کر دی گئی۔ اس سے اس کی اہمیت اور بڑھ گئی، لیکن مصر کا شعبہ خراج ابن مدبر کے ہاتھوں میں رہا۔ ایک مرتبہ معتمد نے مصر کا خراج جلد بھیجنے کے متعلق ابن طولون کو تاکید کی۔ اس نے جواب دیا کہ خراج کا شعبہ دوسرے شخص کے ہاتھوں میں ہے۔ اس لیے میں اس حکم کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ اس جواب پر معتمد نے مصر کا شعبہ خراج اور اس کے ساتھ شامی سرحدوں کی حفاظت بھی اس سے متعلق کر دی اور وہ مصر، اسکندریہ اور شام کی وسیع ولایت کا حاکم ہو گیا۔ (کتاب الولاۃ کندی ص ۲۱۴ تا ۲۱۷) مقریزی کا بیان ہے کہ ابن مدبر بڑا بد دماغ اور بد طینت شخص تھا۔ اپنے اثر کو قائم رکھنے کے لیے اس نے ہدایا و تحائف کے ذریعہ ابن طولون کو ملانے کی کوشش کی، لیکن ابن طولون اس سے بھی زیادہ عالی دماغ تھا۔ اس نے واپس کر دیا۔ اس سے ابن مدبر، ابن طولون سے بدگمان ہو گیا اور شقیر خادم اور مصر کے عباسی نامہ نگار کو ملا کر بغداد میں اس کے خلاف سازش شروع کر دی۔ ابن مدبر کی شان و شوکت غوری غلاموں سے قائم تھی۔ ابن طولون نے انہیں حسن تدبیر سے اپنے ہاں بلا لیا۔ ان کے ہٹتے ہی ابن مدبر کی ساری ہیبت جاتی رہی۔ اس وقت اس نے ابن طولون کو مصر سے ہٹانے کی خفیہ کوشش شروع کر دی۔ ابن طولون کو اس کا علم ہو گیا، لیکن اس نے ابن مدبر پر اس کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ یہ معتز کی خلافت کا آخری زمانہ تھا۔ اس کے بعد مہتدی خلیفہ ہوا۔ اس نے مصر کے ساتھ اسکندریہ بھی اس کے ساتھ کر دیا۔ ابن طولون نے یہاں کے عامل اسحاق بن دینار کو اپنے ماتحت کی حیثیت سے اس کے عہدہ پر برقرار رکھا۔ اسکندریہ کی ولایت کے بعد ابن طولون کا وقار اور زیادہ بڑھ گیا۔ ابن مدبر کو اس کا یہ اعزاز بہت شاق گزرا، لیکن سوائے خاموشی کے کچھ نہ کر سکتا تھا، چنانچہ آخر میں اس کو ابن طولون کے سامنے جھکنا پڑا۔ (مقریزی جلد ۲، ص ۱۰۵ تا ۱۰۶)

ابن طولون کے کارنامے اور اس کا عروج: مصر اور اسکندریہ کی ولایت کے بعد ابن طولون نے حکومت کے ہر شعبہ کو بڑی ترقی دی اور اس کثرت سے غلام، عام سپاہی اور آلات و اسلحہ جمع کیے کہ دارالامارت کی وسعت ان کے لیے ناکافی ثابت ہوئی۔ اس لیے اس نے نیا خوبصورت شہر بسایا۔ جس کا ایک سرا فسطاط سے ملتا تھا۔ اس میں ہر قوم، ہر مذہب، ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے محلے الگ الگ اور عطار، بزاز، بقال اور جملہ اہل حرفہ اور پیشہ وروں کے بازار جدا جدا تھے۔ شہر میں متعدد وسیع سڑکیں اور ستھری گلیاں تھیں۔ جابجا خوبصورت مسجدیں اور حمام تھے۔ رفاہ عام کے لیے ایک عمدہ شفاخانہ تھا۔ ایک عظیم الشان جامع مسجد تھی۔ ابن طولون کا محل خصوصیت کے ساتھ نہایت وسیع اور خوبصورت تھا۔ شہر سے متعلق ایک نزہت گاہ تھی۔ مقریزی نے اس شہر اور قصور کی آرائش و زیبائش کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ (مقریزی نے یہ حالات بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں۔ ہم نے محض خاص خاص واقعات اور وہ بھی جستہ جستہ نقل کیے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے مقریزی جلد۲، ص ۱۰۵، تا ۱۰۷)

ابن طولون کے خلاف سازش اور اس میں ناکامی: ان تعمیری ترقیوں کے ساتھ ابن طولون نے حکومت کے ہر شعبہ کو ترقی دے کر دولت طولونیہ کی اس عہد کی مہذب ترین حکومتوں کے پہلو بہ پہلو کر دیا۔ اس کے ان کارناموں پر دوسرے امراء کو حسد پیدا ہوا، چنانچہ اس کا ایک عزیز قریب ماجور ترکی اس کا مخالف ہو گیا اور ابن مدبر، ماجور اور شقیر خادم تینوں نے مل کر پوشیدہ طور پر خط و کتابت کر کے خلیفہ کو اس سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ جاسوسوں نے ابن طولون کو اس سازش کی اطلاع دی۔ ابن طولون بالکل خاموش رہا اور ان لوگوں کے تمام شکایت نامے بغداد سے منگوا لیے۔ اس میں لکھا تھا کہ "ابن طولون مصر میں استقلال کا دعویٰ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت اس کو معتمد کی جانب سے خراج کے اختیارات بھی مل گئے تھے۔ اس لیے اس نے ابن مدبر کو پکڑ کے قید کر دیا اور

اب وہ مصر، اسکندریہ اور شامی سرحدوں کا حاکم مطلق ہوگیا۔ ابن طولون سے موفق کی مخالفت اور ناکامی: ابن طولون کا یہ عروج دولت عباسیہ کے مختار کل موفق کی نظروں میں بھی کھٹکتا تھا۔ اس لیے اس نے اسے گرانے کی تدبیریں شروع کر دیں اور موسیٰ بن بغا کو اس کام کے لیے کھڑا کیا اور ۲۶۳ھ میں اس کے ذریعہ ابن طولون کو مصر سے ہٹا کر اس کی جگہ ماجور والی دمشق کو جو ابن طولون کے مخالفین میں تھا، بھیجنے کا حکم دیا، لیکن ماجور کو ابن طولون کے مقابلہ میں جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لیے موسیٰ خود مصر کی طرف بڑھا۔ ابن طولون نے اس کے مقابلہ کے لیے جزیرہ میں قلعہ بنوایا اور جنگی کشتیاں سمندر میں گشت کرائیں۔ اس درمیان میں موسیٰ ابن بغا پہنچ گیا اور رقہ میں مقیم ہوا اور دس مہینہ تک یہاں ٹھہرا رہا، مگر ابن طولون کے مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس طویل بیکاری سے اس کی فوج گھبرا گئی اور موسیٰ کو جنگ کرنے کے یا واپسی پر مجبور کرنا شروع کر دیا۔ اس شش و پنج میں موسیٰ کو پیام اجل آ گیا اور ۲۶۴ھ میں وہ چل بسا۔

شام پر قبضہ: اسی زمانہ میں ماجور والی دمشق مر گیا۔ ان دونوں کی موت سے ابن طولون کو دمشق کو مصر کی حکومت سے ملحق کر لینے کا موقعہ مل گیا، چنانچہ اس نے ماجور کے لڑکے علی کو لکھا کہ میں دمشق آتا ہوں، تم میری میزبانی کے لیے تیار رہو۔ علی نے اس کا نہایت مناسب جواب دیا اور ابن طولون ۲۶۴ھ میں اپنے لڑکے عباس کو اپنا نائب اور احمد بن محمد واسطی کو اس کا وزیر بنا کر دمشق روانہ ہوگیا۔ ماجور کے نائب محمد بن رافع اور لڑکے علی دونوں نے اس کی بڑی مدارات کی اور خود رملہ اور دمشق اس کے حوالہ کر دیا۔ ابن طولون نے رملہ میں محمد بن رافع کو قائم رکھا اور دمشق میں احمد و غیاش کو اپنا قائم مقام بنا کر حمص بھیجا۔ یہاں کے عامل نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی۔ البتہ انطاکیہ کے حاکم سیما طویل نے اس کی سیادت سے انکار کیا۔ ابن طولون نے ۲۶۵ھ میں اس کو قتل کر کے اس کا کل مال ضبط کر لیا، پھر طرطوس والوں نے بھی مقابلہ کیا۔ ابن طولون یہاں طخشش بن بلبرد کو اپنا قائم مقام بنا کر لوٹ گیا۔

عباس کی بغاوت: شامی سرحد پر رومی اکثر تاخت کیا کرتے تھے۔ اس لیے ابن طولون چاہتا تھا کہ شام میں چند دن ٹھہر کے یہاں کے سرحد کی طرف سے اطمینان کر لے' لیکن اسی درمیان میں لوگوں نے اس کے لڑکے عباس کو اس سے باغی کرا دیا۔ احمد بن محمد واسطی نے ابن طولون کو اس کی خبری دی۔ اس لیے ابن طولون شام میں قیام نہ کر سکا اور مصر روانہ ہو گیا۔ دوسری سمت سے عباس احمد بن واسطی کو مخبری کے جرم میں قید کر کے اسکندریہ ہوتا ہوا فسطاط پہنچا۔ رمضان ۲۶۵ھ میں ابن طولون بھی فسطاط پہنچ گیا اور عباس کو اس کی خطا معاف کر کے بلا بھیجا۔ وہ اپنی حرکت پر خود نادم تھا۔ اس لیے آنے پر آمادہ ہو گیا' مگر جن لوگوں نے اس کو بغاوت پر ابھارا تھا۔ انہوں نے اپنے انجام کے خوف سے اس کو بھڑکا کر پھر روک دیا اور عباس فسطاط سے اغالبہ کے پاس افریقہ چلا گیا۔ راستہ میں لبدہ کے باشندوں نے اس کا خیر مقدم کیا' لیکن عباس نے ان کی شکر گزاری کے بجائے لبدہ کو لٹوا دیا۔ اس کی ناپسندیدہ حرکت پر اباضیہ اور اغالبہ نے اس کو شکست دے کر بھگا دیا اور عباس با حال تباہ برقہ لوٹ گیا۔

عباس کی گرفتاری اور سزا: عباس کے برقہ جانے کے بعد احمد بن طولون خود اس کی تنبیہ کے لیے بڑھا۔ اس دوران میں احمد بن محمد واسطی نے ابن طولون کو اطلاع کی کہ عباس نے اپنی روش بدل دی ہے۔ اب آپ کو اس کے مقابلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے ابن طولون خود رک گیا اور صرف طبار کو تھوڑی فوج کے ساتھ بھیج دیا۔ اس نے برقہ میں عباس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور شوال ۲۶۸ھ میں وہ ابن طولون کے روبرو پیش کیا گیا۔ اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے۔

ابن طولون کے غلام لولو اور اہل طرطوس کی بغاوت: عباس کی بغاوت فرو ہونے کے بعد ابن طولون نے اپنے غلام لولو کو ایک فوج کے ساتھ شام بھیجا۔ موفق نے اسے ملا لیا اور وہ ابن طولون کا ساتھ چھوڑ کر موفق کے پاس چلا گیا۔ ابن طولون کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود اس کے تعاقب میں نکلا اور دمشق پہنچ کر اس

نے حاکم طرطوس کے نائب خلف کو لکھا کہ وہ مازیار خادم کو پکڑ کے بھیج دے' لیکن اہل طرطوس نے مازیار کو خلف سے چھین لیا اور اس کو نکال کے مازیار کو اس کی جگہ عامل بنا دیا۔ ابن طولون کو اس کی اطلاع ہوئی تو اہل طرطوس کی تنبیہ کے لیے بڑھا' مگر اس درمیان میں اس کو معتمد کا ضروری خط مل گیا۔ اس لیے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ (یہ تمام واقعات کتاب الولاۃ کندی ص ۲۱۷ تا ۲۲۵ سے ماخوذ ہیں)

معتمد کا موفق کے خلاف ابن طولون کے دامن میں پناہ لینا: معتمد نام کے لیے ۲۳ سال تک تخت حکومت پر رہا' لیکن واقعہ کے لحاظ سے ایک دن کے لیے بھی اس کو حکومت نصیب نہ ہوئی۔ ممالک محروسہ کا کل نظم و نسق اسی کے بھائی موفق کے ہاتھ میں تھا۔ جملہ احکام وہی جاری کرتا تھا۔ معتمد چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی دخل دینے کا مجاز نہ تھا۔ دولت عباسیہ کے ماتحت والیوں کے بارہ میں موفق کی پالیسی معتمد سے بالکل مختلف تھی۔ صفار سے معتمد کو دلی نفرت تھی' لیکن موفق نے اس کے علی الرغم صفار کے مطالبات منظور کر لیے تھے۔ معتمد ابن طولون کو مانتا تھا' لیکن موفق ہمیشہ اسے گرانے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس اختلاف کی بنا پر معتمد کسی امیر کے دامن میں پناہ لینے پر آمادہ ہو گیا۔ امراء میں اس وقت ابن طولون کے علاوہ کوئی اس درجہ کا نہ تھا' جو موفق کے مقابلہ میں معتمد کی حمایت کر سکتا۔ ابن طولون پر اس کے احسانات بھی تھے۔ اس لیے معتمد نے اس کو لکھ کر بھیجا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ اس وقت ابن طولون طرطوس کا ارادہ کر رہا تھا۔ معتمد کا خط ملنے کے بعد اس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ معتمد اعلانیہ اپنا ارادہ پورا نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے شکار کے بہانہ سے مصر روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد موفق کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور فوراً اسحاق بن کنداج کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر لکھا کہ جس طرح ممکن ہو معتمد کو راستہ سے واپس کر دو اور ابن طولون سے نہ ملنے دو' چنانچہ جب معتمد حدیثہ پہنچا تو اسحاق نے عزت و تکریم کے ساتھ اس کے سامنے ہدایا پیش کیے اور اس کے

ساتھیوں کو حیلہ سے گرفتار کر لیا اور معتمد کو سمجھا بجھا کر سامرا واپس کر دیا۔ موفق نے اس کے صلہ میں اسحاق کو مصر کی حکومت عطا کی۔

ابن طولون کا موفق کے خلاف اعلان جہاد اور وفات: ابن طولون اور موفق میں پرانا اختلاف تھا۔ اس واقعہ سے ابن طولون اس سے بالکل خلاف ہو گیا اور دمشق جا کر یہاں کے فقہاء و قضاۃ اور اشراف کو جمع کر کے اہل مصر کے نام خط لکھا کہ "موفق نے معتمد کی بیعت توڑ دی ہے اور اس کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا ہے کہ اس کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا' معتمد اس کے سلوک سے تنگ آ کر رو دیا ہے۔ مصر میں اس خط کی پوری تشہیر کی گئی۔ اسے سن کر اہل مصر موفق کے خلاف ہو گئے اور ایک گروہ دمشق پہنچا۔ دمشق کے سرحدی علاقے کے آدمی بھی جمع ہو گئے۔ ابن طولون نے ان سب سے اعلان جہاد پر دستخط لیے۔ اس کے بعد مازیار خادم کو جس نے طرطوس میں ابن طولون کے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا تھا' ملانے کی کوشش کی' لیکن وہ مخالفت پر قائم رہا۔ اس لیے ابن طولون کو اس کے مقابلہ کے لیے طرطوس جانا پڑا۔ مازیار نے اس کو روکنے کے لیے نہر بردان کا بند کھول دیا' جس سے ابن طولون کی پوری فوج پانی میں پھنس گئی اور ابن طولون کو مصیصہ لوٹ آنا پڑا۔ یہاں آ کر بیمار پڑ گیا اور چند دن علیل رہ کر ذی قعدہ ۲۷۰ھ میں انتقال کر گیا۔

خمارویہ بن احمد بن طولون: ابن طولون کے بعد اس کا لڑکا ابوالجیش خمارویہ باپ کا جانشین ہوا۔ اس کو موفق کی شام پر فوج کشی کا خطرہ تھا۔ اس لیے احمد واسطی اور لسعد الایسر کو فوجیں دے کر شام روانہ کیا اور ساحل کی حفاظت کے انتظامات بھی کیے' لیکن احمد واسطی کو خمارویہ کی جانب سے خوف باقی تھا۔ اس لیے اس نے موفق کو خط لکھ بھیجا کہ خمارویہ کی قوت بہت کمزور ہے۔ اس وقت وہ آسانی کے ساتھ شام پر قبضہ کر سکتا ہے۔ (کتاب الولاۃ کندی ۲۲۶ تا ۲۳۵ ملخصاً)

دوسری طرف ابن طولون کی موت سے اسحاق بن کنداجیق والی موصل و جزیرہ

اور ابن ابی الساج کو شام کی طمع دامنگیر ہوئی۔ انہوں نے بھی موفق کو خمارویہ کے خلاف ورغلایا اور اس سے مقابلہ کے لیے مدد مانگی۔ اس نے فوراً دونوں کو پیش قدمی کا حکم دیا اور خود بھی ان کی مدد کے لیے پہنچا اور دونوں کے ساتھ رقہ آیا۔ قنسرین اور عواصم کے باشندوں نے دونوں مقام بغیر مزاحمت کے حوالہ کر دیئے۔ دمشق میں البتہ مقابلہ ہوا' لیکن موفق شکست دے کر شہر میں داخل ہو گیا۔ خمارویہ اس وقت مصر میں تھا۔ اس کو یہ خبریں ملیں تو وہ صفر ۲۷۱ھ میں شام پہنچا۔ فلسطین میں لب نہر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس نے بھی نہایت فاش شکست کھائی اور فسطاط لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد سعد الایسر' خمارویہ کی محفوظ فوج لے کر پہنچ گیا اور موفق کو شکست دے کر دمشق واپس لے لیا اور یہاں خمارویہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ (ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۳۷ تا ۱۳۸) اس کے بعد خمارویہ ذیقعدہ ۲۷۲ھ میں شام آیا اور ایک جرم میں سعد کو قتل کر کے محرم ۲۷۳ھ میں دمشق داخل ہوا اور اسحاق بن کنداجیق کو باجروان میں شکست دے کر سرمن رائے تک اس کا تعاقب کرتا چلا گیا' لیکن پھر فوجی افسروں نے دونوں میں صلح کرا دی اور اسحاق نے اپنے حدود حکومت میں خمارویہ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ اس کے بعد خمارویہ اور موفق میں بھی صلح ہو گئی اور موفق نے تیس سال کے لیے خمارویہ اور اس کے نام مصر و شام کی حکومت کا قبالہ لکھ دیا اور خمارویہ نے اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ (تفصیل کیلیے دیکھو کتاب الولاۃ کندی ص ۲۳۳ تا ۲۳۸ و مقریزی جلد ۲' ص ۱۱۶)

دولت سامانیہ ماوراء النہر: اسی زمانہ میں ماوراء النہر میں سامانی حکومت قائم ہوئی۔ اس کا بانی اسد بن سامان بہرام چوبیں کی نسل سے تھا۔ اسد کے چار لڑکے تھے۔ نوح' احمد' یحیٰ اور الیاس۔ مامون کی ولایت خراسان کے زمانہ میں یہ چاروں بھائی خراسان میں تھے اور چاروں جوہر قابل تھے۔ مامون ہونہار لوگوں کا قدردان تھا۔ اس لیے ان بھائیوں کو بھی اس نے آگے بڑھایا اور امین کو شکست دینے کے بعد جب وہ خراسان سے عراق واپس آیا تو اس کے خراسانی نائب غسان بن ثابت نے

احمد کو فرغانہ، یحییٰ کو اشروسنہ اور شاس، الیاس کو ہراۃ نوح کو سمرقند کا حاکم بنایا۔ غسان کے بعد آل طاہر نے بھی ان کی قدردانی قائم رکھی۔ اس طرح اسد بن سامان کی اولاد میں نسل در نسل بعد اعزاز چلا۔ احمد کے سات لڑکے تھے۔ نصر، اسماعیل، یعقوب، یحییٰ، اسد، اسحاق، حمید۔ احمد کے انتقال کے بعد ۲۶۱ھ میں اس کا لڑکا نصر باپ کے قائم مقام ہوا اور اس کو ماوراء النہر کی حکومت ملی۔ اس طرح یہاں سامانی حکومت کی بنیاد پڑی۔ (۱)

قرامطہ کا ظہور: ۲۷۸ھ میں فرقہ قرامطہ کا ظہور ہوا۔ یہ فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ ہے اور باطنیت ایران کے ثنوی مذہب سے نکلی تھی۔ اس مذہب میں دو طاقتیں کارفرما مانی جاتی ہیں۔ نور اور ظلمت، نور سے خیر کا اور ظلمت سے شر کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی دونوں طاقتیں یزدان اور اہرمن کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کے عقائد میں بہت سے فلسفیانہ خیالات کی آمیزش ہے۔ عبدالقادر بغدادی نے کتاب الفرق بین الفرق میں اس کی تفصیل کی ہے۔ (کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۶۹) مسلمانوں نے ایران کی حکومت تو فتح کر لی تھی، لیکن ان کے دل و دماغ کو تسخیر نہ کر سکے تھے۔ اس لیے نومسلم عوام کے دماغ سے ان کے پرانے عقائد و خیالات نہ دور ہو سکے، لیکن وہ علانیہ ان کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے مختلف شکلوں اور تحریکوں کی صورت میں ان کا ظہور ہوتا رہا۔ اس کا آغاز مامون ہی کے زمانہ سے ہو گیا تھا۔ بابک خرمی کی تحریک بھی جس کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ اسی کی ایک شکل تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مذاہب ظاہر ہوئے۔ کسی ایسی تحریک کا جو اعلانیہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو، اسلامی حکومت میں فروغ پانا مشکل تھا۔ اس لیے ذہین اور طباع اہل عجم نے اس پر باطنیت کی نقاب ڈال کر اپنے عقائد و خیالات کی اشاعت اور اس کی روشنی میں کلام اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کی تاویل شروع کی۔ قرمطی تحریک بھی باطنیت ہی کی ایک شاخ ہے، لیکن اس میں کچھ اور عقائد بھی شامل ہو گئے تھے۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک افسوسناک واقعہ ہے کہ اس قسم کی اکثر گمراہ کن تحریکیں اہل بیت

نبوی ﷺ کی دعوت کے نام پر جو دین اصلی کے حامل اور محافظ تھے۔ شروع ہوتی تھیں اور اسی لیے اہل عجم نے ان سے رشتہ جوڑا تھا' چنانچہ قرمطی تحریک بھی انہی کے نام سے شروع ہوئی۔ اس کا پہلا داعی حمدان (۱) قرمط سواد کوفہ کے ایک مقام نہرین میں زاہدانہ لباس میں ظاہر ہوا۔ وہ شبانہ یوم نماز میں مشغول رہتا تھا اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا تھا۔ جو لوگ اس کے پاس آتے تھے۔ ان سے مذہبی باتیں کرتا' زہد کی تعلیم دیتا اور رات دن میں پچاس وقتوں کی نماز کی تلقین کرتا۔ اس کے ذریعہ جب وہ روشناس ہو گیا تو امام منتظر کی دعوت شروع کی۔ ایک جماعت اس کی دعوت میں شامل ہوگئی' لیکن اس نے اپنی زندگی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ ایک شخص کے کھجوروں کے باغ کی نوکری کر لی تھی اور عبادت وریاضت اور ظاہری زہد وتقویٰ میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں بڑا اثر پیدا کر لیا۔ (ابن اثیر جلد ۷' ص ۱۴۸) اسی زمانہ میں قرمط بیمار پڑ گیا۔ (۲) کرمینہ نامی ایک شخص نے اس کی تیمارداری کی۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو اپنے تیماردار کا نام اختیار کر لیا اور پہلے کرمینہ اور پھر قرمط کہلانے لگا اور علاقہ سواد کے کم عقل دہقانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ بہت سے سادہ لوح دہقانی اس کے دام میں آ گئے۔

(۱) (عبدالقادر بغدادی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حمدان اور قرمط دونوں ایک ہی شخص ہیں' لیکن دوسرے بیانوں سے پتہ چلتا ہے کہ حمدان قرمط کا پیرو تھا)

(۲) کرمینہ (کرمینہ کی ایک وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس شخص کی آنکھیں سرخ تھیں اور نبطی زبان میں سرخ کو کرمینہ کہتے ہیں۔ اس لیے یہ شخص کرمینہ کہلانے لگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ قدم بہت چھوٹے چھوٹے اٹھاتا تھا' یا اس کا خط بہت باریک تھا۔ ان دونوں کو عربی میں قرمط کہتے ہیں۔ اس لیے یہ شخص قرمط کہلانے لگا) اس نے ایک آسمانی کتاب کا بھی دعویٰ کیا۔ جس کی ایک تعلیم یہ تھی کہ قریہ نصرانہ کا ایک باشندہ فرج بن عثمان داعی مسیح ہے۔ مسیح ہے' کلمہ ہے'

اس کا معاملہ کھل چکا تھا اور عراق کے قیام میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسی لیے شام چلا گیا۔ (ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۴۸) باقی حالات آئندہ آئیں گے۔

بیرونی مہمات: خلافت عباسیہ کے اندرونی انقلابات کی وجہ سے بیرونی مہمات کا جو سلسلہ رک گیا تھا معتمد کے زمانہ میں پھر شروع ہوا۔ ۲۵۹ھ میں رومیوں نے کردستان اور ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر سمیساط اور ملطیہ پر حملہ کیا' لیکن یہاں کے باشندوں نے ان کو پسپا کر دیا۔ اس کے بعد ۲۶۳ھ میں شام کی سرحد طرطوس کے ایک اہم قلعہ کرکرہ پر حملہ آور ہوئے۔ ان کی شورش دیکھ کر ابن طولون والی مصر نے معتمد سے طرطوس کی ولایت کی درخواست کی۔ یہ رومیوں کے مقابلہ کے لیے نہایت موزوں شخص تھا' لیکن موفق اس کے خلاف تھا۔ اس لیے اس نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور محمد بن ہرون کو طرطوس بھیجا۔ اسے خارجیوں نے پکڑ کے مار ڈالا۔ اس کے بعد اماجور ترکی کو بھیجا گیا۔ یہ بالکل نااہل تھا۔ اہل کرکرہ کی امداد و اعانت کرنے کے بجائے الٹے ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا اور ان کا راشن بند کر دیا۔ انہوں نے طرطوس کے باشندوں سے مدد مانگی۔ انہوں نے ان کے لیے پندرہ ہزار جمع کیے۔ اماجور نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس لیے اہل کرکرہ رومیوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور انہوں نے قلعہ ان کے حوالے کر دیا۔ یہ بڑا اہم قلعہ تھا۔ اس پر قبضہ کے بعد رومیوں کے لیے شام کا راستہ کھل گیا۔ معتمد کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے ابن طولون کی درخواست منظور کر لی۔ اس نے فوراً طرطوس پہنچ کر اس کی حفاظت کا پورا انتظام کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے بھی جارحانہ حملے شروع کر دیئے اور ۲۶۴ھ میں عبداللہ بن رشید نے ارض روم پر حملہ کیا اور سالم و غانم واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں سلوقیہ' قرہ کوکب اور خرشنہ کے بطریق نے گھیر لیا۔ مسلمانوں نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا' لیکن اکثر مارے گئے۔ عبداللہ گرفتار ہوا اور باقی ماندہ مسلمان کسی طرح اسلامی حدود میں واپس آ گئے۔

۲۶۵ھ میں چند بطریقوں نے اونہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل و گرفتار کیا اور یہاں کے والی کو پکڑ کر لے گئے۔ اسی سنہ میں قیصر روم نے عبداللہ بن رشید کو رہا کر دیا اور چند مصاحف ابن طولون کے پاس ہدیہ بھیجے۔

۲۶۶ھ میں سسلی کے مسلمانوں اور رومیوں میں بحری معرکہ ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ سسلی لوٹ گئے اور رومیوں نے دیار ربیعہ پر تاخت کی' لیکن یہاں کے باشندوں نے انہیں واپس کر دیا۔ اسی سنہ میں ابن طولون کے سرحدی حاکم نے رومی حدود میں فوج کشی کر کے بہت سے رومیوں کو قتل کر دیا۔

۲۷۰ھ میں رومی ایک لاکھ فوج کے ساتھ طرطوس پر حملہ آور ہوئے۔ ابن طولون کے غلام مازیار نے بڑی شجاعت سے ان کو روکا۔ دونوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ رومیوں نے بڑی فاش شکست کھائی۔ ایک لاکھ میں سے ستر ہزار رومی مارے گئے۔ ان کا رئیس البطارقہ مقتول ہوا اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس میں سات طلائی و نقرئی صلیبیں تھیں۔ سب سے بڑی صلیب جواہرات سے مرصع تھی۔ ۴۰ سونے کی اور دو چاندی کی کرسیاں اور بہت سے ظروف تھے اور دوسری چیزیں تھیں۔ (ابن خلدون جلد ۳' ص ۳۳۷ تا ۳۳۸ ناموں کی تصحیح ابن اثیر سے کی گئی ہے)

موفق کی وفات اور ولی عہدی کا مسئلہ: ۲۷۸ھ میں معتمد کے بھائی اور ولی عہد موفق کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد معتمد کے لڑکے جعفر مفوض الی اللہ کا نام تھا۔ موفق کی وفات کے بعد فوج نے اس کی جگہ اس کے لڑکے ابو العباس معتضد بن موفق کو نامزد کیا' لیکن اس کا نام مفوض الی اللہ کے بعد رکھا۔ ۲۷۹ھ میں معتمد نے خود مفوض کا نام خارج کر کے معتضد کو ولی عہد بنایا۔

وزارت: معتمد کے دور کے انقلابات کی وجہ سے اس کے زمانہ میں بہت سی وزارتیں بدلیں۔ اس کا پہلا وزیر عبداللہ بن یحییٰ تھا۔ اس کے حالات متوکل کے زمانہ میں گزر

چکے ہیں۔ اس کی وفات کے بعد حسن بن مخلد کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ وزارت سے پہلے وہ موفق کا کاتب تھا۔ یہ اپنے عہد کے مشہور کاتبوں میں تھا۔ دفتری کاغذات اور رجسٹروں کے علاوہ اپنی ایک علیحدہ یادداشت رکھتا۔ جس سے سلطنت کے تمام مداخل تاریخ وار درج تھے۔ جو حسن بن مخلد کو زبانی یاد تھے۔ اس کی یادداشت کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ موفق ایک لباس پہنے ہوئے تھا' جو اسے پسند تھا۔ ابن مخلد سے اس نے پوچھا' توشہ خانہ میں اس کپڑے کی تعداد کتنی ہوگی؟ اس نے اسی وقت اپنی نوٹ بک دیکھ کر بتایا کہ "سات ہزار۔"

حسن کی معزولی کے بعد سلیمان بن وہب کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ اس کا آبائی مذہب عیسوی تھا۔ اس کا مورث اعلیٰ قبال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔ بنی امیہ کے زمانہ میں یہ عہدہ نسل در نسل اقبال کے خاندان میں رہا۔ عباسی دور میں وہب کے لڑکوں نے بڑا عروج حاصل کیا۔ یہ سب کے سب ہونہار اور صاحب کمال تھے۔ سلیمان' فضل و کمال' عقل و دانش اور دفتری امور کی مہارت میں دنیا کے ممتاز ترین کاتبوں میں تھا۔ اس کی ترقی بھی مامون کی جوہر شناس نگاہ کی ممنون کرم ہے۔ شروع میں وہ مامونی وزیر محمد بن یزداد کے ساتھ رہتا تھا۔ وزیر مذکور جب گھر جانے لگتا تو اتفاقی ضرورتوں کے لیے اپنے زیر تعلیم نوجوانوں میں سے کسی نہ کسی کو قصر سلطانی میں چھوڑ جاتا تھا۔ ایک شب کو سلیمان کی باری تھی۔ اتفاق سے مامون کو ایک ضرورت پیش آ گئی۔ اس نے سلیمان کو بلا کر حکم دیا کہ فلاں مضمون کا ایک مسودہ لکھ لاؤ' اصلاح کے لیے بین السطور چھوڑ دینا۔ سلیمان نے مسودہ کیے بغیر بلیضہ لکھ کر پیش کر دیا۔ مامون کو تعجب ہوا اور اسے پڑھ کر اور بھی حیرت ہوئی۔ کہا! میاں صاحبزادے ماشاءاللہ تم نے خوب لکھا اور دو سطروں کے متعلق ہدایت دی کہ ان کو مقدم و موخر کر دو۔ سلیمان نے بلیضہ لے لیا اور اسی میں سطروں کو مٹا کر اس خوبی سے ترمیم کر دی کہ مامون یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ وہی بلیضہ ہے یا دوسرا۔ اس پر اسے اور بھی حیرت ہوئی اور اس نے کہا۔ تمہاری کس کس چیز کی تعریف کی جائے؟ مٹانے کی خوبی

کی' زود فہمی کی' حسن کی' حسن خط کی' کام کی تیزی کی' اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ اس قدر دانی پر سلیمان نے دست بوسی کی۔

یہ واقعہ سلیمان کی ترقی کا زینہ بن گیا۔ اس کے بعد مامون کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو سلیمان کی طلبی ہوتی۔ اس وقت اس کی عمر کل چودہ سال کی تھی۔ گویا چودہ ہی سال کی عمر میں اسے مامونی کتابت کا منصب مل گیا۔ اس کے بعد امیر ایتاخ واشناس کا کاتب رہا اور ترقی کرتے کرتے مہتدی کے زمانہ میں وزارت عظمیٰ تک پہنچا۔ معتمد نے بھی اسے وزیر بنالیا۔ (الفخری ص ۲۲۳ تا ۲۲۴' وابن خلکان جلد اول ص ۲۱۶)

چوتھا وزیر اسماعیل بن بلبل تھا۔ یہ بڑا کریم النفس' فیاض' سیر چشم اور تجمل پسند تھا۔ اس نے بڑی شان وشکوہ کی وزارت کی۔ سیف وقلم دونوں کا مالک تھا۔ فوج کی وزارت بھی اسی سے متعلق تھی۔ فضل بن سہل کے بعد یہ دوسرا وزیر ہے جسے یہ امتیاز حاصل ہوا' لیکن آخر میں اس پر عتاب نازل ہوا اور معتمد نے اسے قید کرکے اس کا کل اثاثہ ضبط کرلیا اور قید ہی میں قتل کردیا گیا۔

پانچواں وزیر احمد بن صالح بن شیراز اوقطربلی تھا۔ یہ بڑا منشی' ادیب' انشاء پرداز' فصیح اور بلیغ تھا۔ نظم ونثر دونوں میں یکساں کمال رکھتا تھا۔ ایک متنبیہ خاتون کی خطاطی اور انشاء کی تعریف میں لکھتا ہے۔ اس کا خط اس کے حسن دلکش کا' اس کی سیاہی اس کے سواد زلف کا' اس کا کاغذ اس کے بیاض رخسار کا' اس کا قلم اس کی نازک انگلیوں کا' اس کی تقریر اس کے افسون نگاہ کا' اس کا چاقو اس کی نگاہ ناز کا' اس کا قط اس کے دل عاشق کا نمونہ ہے۔ اس نے صرف ایک مہینہ وزارت کی تھی کہ وقت آخر آگیا۔

چھٹا وزیر عبیداللہ بن سلیمان بن وہب اپنے عہد کا بڑا نامور وزیر' ممتاز کاتب اور اپنے فن کا ماہر اور صاحب کمال تھا۔ عقل ودانش میں بھی یگانہ تھا۔ یہ معتمد کے آخر عہد

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کرتا تھا۔صاحب الزنج کے انقلاب انگیز شورش میں اس نے بڑے کارہائے نمایاں کیے اور اپنے زمانہ میں اس نے ترکوں کو ان کی حد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔

ابوالعباس احمد بن موفق الملقب بہ معتضد باللہ

(۲۷۹ھ تا ۲۸۹ھ مطابق ۸۹۲ء تا ۹۰۲ء)

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ معتمد اپنے بعد اپنے بھتیجے معتضد باللہ کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا' چنانچہ اس کی وفات کے بعد ربیع الاول ۲۷۹ھ میں معتضد تخت نشین ہوا اور اپنے غلام بدر کو بغداد کی شحنگی اور عبیداللہ بن سلیمان کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔اس وقت معتضد کی عمر چھتیس سینتیس سال سے زیادہ نہ تھی' لیکن عقل و دانش' تدبیر و سیاست اور جاہ و جلال میں وہ اپنے پیشرووں پر فوقیت رکھتا تھا۔اس لیے وہ ترکوں کا کھلونا نہیں بنا بلکہ تمام سرکش امراء کو زیر اور مخالف قوتوں کا قلع قمع کر کے عباسی حکومت میں از سر نو جان ڈالی اور اس کو مختلف حیثیتوں سے ترقی دی۔

رافع بن ہرثمہ کی بغاوت اور قتل: دولت عباسیہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب سرکش اور خودسر امراء تھے۔معتضد نے ان کی قوت توڑنے کے لیے انہی کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا۔اس سلسلہ میں سب سے اول رافع بن ہرثمہ کا خاتمہ ہوا۔محمد بن طاہر نے اسے ۲۷۱ھ میں خراسان میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔یہاں شاہی جاگیر کے علاقے بھی تھے۔رافع نے انہیں بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔معتضد نے لکھا کہ ان کو وہ چھوڑ دے' لیکن ہرثمہ نے نہ سنا۔اس لیے معتضد نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن لیث صفاری کو' جو عرصہ سے خراسان کی فکر میں تھا' خراسان کا حاکم بنا دیا اور ہرثمہ کو خراسان سے نکالنے کی خدمت احمد بن عبدالعزیز کے سپرد کی۔اس نے شکست دے کر اس کو نکال دیا۔چند دنوں کے بعد احمد بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا اور ہرثمہ پھر رے پہنچ گیا۔اس مرتبہ احمد بن عبدالعزیز کے بھائی نے نکالنے کی کوشش کی' مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔اس دوران میں خود عمرو بن لیث

خراسان پہنچ گیا۔خراسان کی سرحد پر متعدد طاقتیں تھیں۔ جو سب ایک دوسرے کے خلاف تھیں' چنانچہ رافع ابن ہرثمہ علویہ طبرستان اور عمرو بن لیث میں پرانا اختلاف چلا آتا تھا۔رافع نے عمرو بن لیث سے مقابلہ کے لیے محمد بن زید علوی والی طبرستان سے صلح کرلی اور محمد بن زید نے اس کی مدد کا وعدہ کیا۔عمر کو معلوم ہوا تو اس نے محمد بن زید کو لکھا کہ رافع نے محض اپنی غرض کے لیے صلح کی ہے۔کام نکل جانے کے بعد وہ دھوکہ دے جائے گا۔محمد بن زید کو چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔اس لیے انہوں نے رافع کی مدد سے ہاتھ روک لیا اور اس کو تنہا عمرو کا مقابلہ کرنا پڑا۔اس لئے رافع کو شکست ہوئی اور وہ نیشاپور چھوڑ کر بیورد چلا گیا' لیکن عمرو نے درمیان میں راستہ روک دیا تھا۔اس لیے رافع پھر لوٹ کر نیشاپور آ گیا۔عمرو نے محاصرہ کرلیا۔چند دنوں کے بعد خوارزم بھاگ گیا۔خوارزم شاہ نے اپنے آدمی ابوسعید فرغانی کو استقبال کے لیے بھیجا۔اس نے عمرو بن لیث سے سرخروئی حاصل کرنے کے لیے دھوکہ دے کر رافع کو قتل کر دیا اور اس کا سر عمرو کے پاس بھجوا دیا۔(ابن اثیر ج ۷'ص ۱۵۱'۱۵۲)

خوارج کا استیصال: موصل اور جزیرہ کے علاقہ میں معتمد کے زمانہ سے خوارج کی شورش بپا تھی۔ان کا ایک سردار ہارون خارجی موصل کے نواح پر قابض ہو گیا تھا۔معتضد کے زمانہ میں اس علاقہ کے موروثی والی محمد بن اسحاق بن کنداج نے ایک ترک شیبانی غلام ہارون بن سیما کو موصل کا حاکم بنا کر بھیجا۔اہل موصل اور خوارج مزاحم ہوئے۔ہارون ابن سیما قبیلہ شیبان کا غلام تھا۔اس لیے یہ قبیلہ اس کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا' لیکن ہارون خارجی کو اپنی جماعت کے علاوہ اہل موصل کی بھی امداد وحمایت حاصل تھی۔اس لیے اس نے بنی شیبان کو بڑی فاش شکست دی اور ان کا تعاقب کر کے ان کی آبادیوں کو خوب لوٹا۔بنی شیبان نے جب دیکھا کہ فرار سے بھی ان کی بچت نہیں ہوتی تو پلٹ پڑے۔خوارج لوٹ میں مصروف تھے' اس لیے بنی شیبان نے انہیں پسپا کر دیا۔لیکن چونکہ اہل موصل بھی ہارون بن سیما کے خلاف تھے اور وہاں اس کا قیام ناممکن تھا۔اس لیے

اس نے محمد بن سیما کو لکھ بھیجا کہ اگر آپ خود مدد کے لیے نہیں آتے تو شہر ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس تحریر پر وہ ایک بڑی فوج کے ساتھ موصل روانہ ہو گیا۔ اہل موصل میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اور اس کی حکومت پر بھی وہ راضی نہ تھے۔ اس لیے انکا ایک وفد اس غرض سے بغداد روانہ ہو گیا کہ موصل کا علاقہ ابن کنداج کے علاوہ کسی اور شخص کے ماتحت کر دیا جائے۔ معتضد اس کے پہنچنے کے پیشتر ہی محمد بن یحیٰ کو موصل کی ولایت پر مامور کر چکا تھا' چنانچہ وہ وفد مذکور کو حدیثہ میں ملا۔ اس لیے اہل موصل اس کے ساتھ لوٹ گئے۔ محمد ابن یحیٰ کا تقرر ابن کنداج پر بہت گراں گزرا۔ اس نے یہ تدبیر کی کہ خمارویہ بن احمد بن طولون کو' جس کے ماتحت ایک زمانہ میں موصل کا علاقہ رہ چکا تھا۔ ہدایا و تحائف دے کر آمادہ کیا کہ وہ دوبارہ معتضد سے موصل کی ولایت کے لیے درخواست کرے' لیکن معتضد نے اس کی درخواست یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ اہل موصل اسے پسند نہیں کرتے' پھر چند دنوں کے بعد انتظامی سلسلہ میں محمد بن یحیٰ کو ہٹا کر علی بن داؤد کو اس کی جگہ بھیجا۔ (ابن اثیر ج ۷ ص ۱۵۰) خوارج اور اعراب کردستان پر اتنے چھا گئے تھے کہ ان کا تدارک والیوں کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ ۲۸۰ھ میں خود ان میں باہم خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ایک اور خارجی محمد بن عبادہ ہارون کا حریف پیدا ہو گیا۔ یہ ابتداء میں نہایت معمولی آدمی تھا۔ موصل کی شورش کے زمانہ میں اس نے اپنا جتھا الگ بنا لیا۔ اعراب کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی۔ اس سے اس کو اتنی قوت حاصل ہو گئی کہ وہ موصل کے غلہ کا عشر اور زکوۃ وصول کرنے لگا۔ معلثایا کا خراج وصول کر لیا اور سنجار میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کی بڑھتی ہوئی قوت ہارون کے لیے سخت مضر تھی۔ اس نے سنجار کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محمد بن عبادہ اس وقت قیراثا میں تھا۔ اس لیے ہارون نے اس کے لڑکے ابو ہلال کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن عبادہ شکست کھا کر آمد چلا گیا۔ اس کا جتھہ منتشر ہو چکا تھا۔ اس لیے آمد کے حاکم احمد بن عیسیٰ نے اسے گرفتار کر کے معتضد کے پاس بھجوا دیا۔

اب تک جتنے حکام موصل بھیجے گئے تھے' وہ سب خوارج اور اعراب کے مقابلہ میں

ناکام رہے تھے۔ اس لیے ۲۸۰ھ میں خود معتضد ان کے استیصال کے لیے نکلا اور ان کے اعراب کو شکست دیتا اور قتل کرتا ہوا بنی شیبان کے مقابلہ کے لیے موصل پہنچا۔ ان میں معتضد کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لیے اطاعت قبول کرلی اور آئندہ کے اطمینان کے لیے ضمانت میں یرغمال دیئے۔ اس کے ایک ہی سال بعد معتضد کو اطلاع ملی کہ ایک عرب سردار حمدان بن حمدون تغلبی ہارون خارجی کے ساتھ ہو گیا ہے۔ اس لیے پھر اس نے موصل پر فوج کشی کی۔ اس مرتبہ اعراب اور کرد مل کر اس کے مقابلہ میں آئے۔ معتضد نے عام سپاہیوں کے دوش بدوش ان کا مقابلہ کیا اور تنہا ان کی صفوں میں گھس کر بے دریغ قتل کیا اور انہیں بڑی شکست فاش دی۔ حمدان بن حمدون تغلبی' ماردین کے قلعہ میں تھا۔ اس مہم سے فراغت کے بعد معتضد ماردین پہنچا۔ بڑے بڑے سرداروں کو اس کے مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اس لیے حمدان اپنے لڑکے کو قلعہ میں چھوڑ کر خود نکل گیا۔ معتضد نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور اس کے پھاٹک پر چڑھ کر حمدان کے لڑکے کو حکم دیا کہ پھاٹک کھول دے اس پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ بے چون و چرا اس کی تعمیل کردی۔ معتضد نے قلعہ کا کل سامان نکلوا کر قلعہ مسمار کرادیا اور حمدان کی تلاش میں آدمی بھیج کر خود بغداد لوٹ گیا۔ راستہ میں شداد نامی ایک کرد دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ قلعہ بند تھا' معتضد نے اسے بھی زیر کر کے قلعہ مسمار کرادیا۔

حمدان ابھی قابو میں نہ آیا تھا اور ایک اور شخص اسحاق بن ایوب بھی سرکش ہو گیا تھا۔ اس لیے معتضد ۲۸۲ھ میں پھر موصل گیا اور دونوں کو بلا بھیجا۔ اسحاق تو حاضر ہو گیا' لیکن حمدان قلعہ بند ہو گیا۔ معتضد نے امیر وصیف موشکیر ترکی اور نصر قشوری کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ حمدان باسورین میں اور اس کا دوسرا لڑکا حسین موصل کے قریب ہی ایک قلعہ میں تھا۔ اس نے خود اطاعت قبول کر کے قلعہ حوالہ کر دیا اور حمدان کو امیر وصیف نے باسورین جا کر شکست دی۔ وہ دجلہ عبور کر کے دیار ربیعہ کی طرف نکل گیا' لیکن امیر وصیف کی فوجوں نے اسے کہیں نہ ٹکنے دیا۔ بالآخر تنگ آکر وہ موصل لوٹ

گیا اور اسحاق بن یوسف کے دامن میں پناہ لی۔ اس نے اس کو معتضد کے پاس حاضر کر دیا۔ حمدان کی شکست اور اطاعت کے بعد اعراب اور کردوں کا حوصلہ پست ہو گیا اور انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔ حمدان کو زیر کرنے کے بعد معتضد نصر قشوری کو موصل کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود بغداد لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد پھر خارجیوں نے سر اٹھایا اور نصر کے آدمیوں پر حملہ کر دیا۔ اس میں ہارون خارجی کا ایک ممتاز ساتھی جعفر مارا گیا۔ اس لیے پھر خوارج میں عام شورش پیدا ہو گئی۔ نصر نے ہارون کو دھمکایا۔ اس نے اس کا نہایت سخت جواب دیا۔ نصر نے اس کا جواب معتضد کے پاس بھجوایا۔ اسے پڑھ کر معتضد نے خوارج کی قرار واقعی سرکوبی کا تہیہ کر لیا اور حسن بن علی کو موصل کی ولایت پر مامور کر کے اس نواح کے تمام حکام کو حکم دیا کہ وہ خوارج کے استیصال میں حسن کی پوری مدد کریں۔ حسن نے بڑے اہتمام سے مقابلہ کیا۔ خوارج بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ میں آئے۔ دونوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ خارجیوں نے سترہ حملے کیے۔ حسن نے ان سب کو بڑی شجاعت و پامردی سے روکا اور ان کی ہمت و استقلال سے خارجیوں کو بڑی فاش شکست ہوئی۔ ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔ بقیہ السیف بھاگ نکلے۔ آخر میں انہوں نے بھی مجبور ہو کر اطاعت قبول کر لی اور ہارون سرگرداں پھرتا رہا۔ اس شکست نے گو خارجیوں کا شیرازہ بکھیر دیا تھا، لیکن ان کا سرغنہ ہارون باقی تھا۔ اس لیے ۲۸۳ھ میں پھر معتضد نے موصل کا سفر کیا اور حسین بن حمدان تغلبی کو ہارون کی گرفتاری پر مامور کیا اور وصیف بن موشگیر کو اس کی مدد پر متعین کیا۔ ہارون دجلہ کی ترائی میں روپوش تھا۔ حسین بن حمدان نے اس کی کمین گاہ پر چھاپہ مارا۔ وہ یہاں سے نکل کر بھاگا۔ حسین نے تعاقب کیا اور چند دنوں کے بعد اسے لڑ کر گرفتار کر لیا اور معتضد کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا۔ معتضد اسے بغداد ساتھ لے گیا اور حسین کی کارگزاری کے صلہ میں اس کے باپ حمدان کو رہا کر دیا اور خلعت سے نوازا اور باغیوں کی عبرت کے لیے ہارون کی تشہیر کر کے اسے

سولی پر آویزاں کیا۔ ہارون کے قتل کے بعد موصل میں کامل امن وسکون ہوگیا۔ (یہ تمام حالات ملخصا ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔ جلد ۷، ص ۱۵۴ تا ۱۵۷) قرامطہ قرمطی تحریک کے ابتدائی حالات معتمد کے عہد میں گزر چکے ہیں اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا بانی قرمط عراق چھوڑ کر شام چلا گیا، مگر یہ تحریک برابر اندر ہی اندر اپنا کام کرتی رہی اور مخفی طور سے لوگ اس میں شامل ہوتے رہے۔ بحرین اور اس کے نواح میں اس کی زیادہ اشاعت ہوئی۔ ۲۸۱ھ میں ایک قرمطی داعی یحیٰی بن مہدی نے قطیف میں دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود کا داعی ہے۔ جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے اور مہدی کی جانب سے ایک صداقت نامہ پیش کیا۔ قطیف اور بحرین کے شیعان علی نے اس کی دعوت قبول کی اور اس کی امداد و اعانت کا پورا وعدہ کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت ابو سعید جنابی کی تھی۔ بحرین میں کام کرنے کے بعد یحیٰی یہاں سے چلا گیا اور چند دنوں کے بعد دعوت قبول کرنے والوں کے نام مہدی موعود کی جانب سے شکریہ کا خط لایا۔ جس میں مہدی کے نام پر خمس دینے کا حکم تھا۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد یحیٰی نے قبیلہ قیس میں تبلیغ شروع کی اور ان کے نام بھی اس قسم کے خطوط پیش کیے۔

بحرین کے والی کو ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے یحیٰی کو پکڑ کر سزا دی۔ اس کا معاون ابو سعید جنابی بھاگ گیا۔ یحیٰی چھوٹنے کے بعد پھر سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگ گیا اور بنی کلاب، بنی عقیل اور حریش میں دورہ کرکے ان کی بڑی تعداد قرمطی تحریک میں داخل کرلی اور ان کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ ۲۸۷ھ میں انہوں نے ہجر کے نواح میں تاخت و تاراج شروع کردی اور ابو سعید جنابی نے بصرہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ یہاں کے والی احمد الواثقی میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے معتضد کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے بصرہ کی حفاظت کے لیے شہر پناہ کی تعمیر کا حکم دیا اور بحری راستہ سے امدادی فوج بھیجی اور عباس بن عمرو غنوی والی فارس کو یمامہ اور بحرین کا حاکم بنا کر قرامطہ کے مقابلہ کا حکم

دیا۔اس نے بصرہ پہنچ کر ابو سعید کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر گرفتار ہو گیا اور اس کی فوج کا کل سامان اور بہت سے آدمی اس کے قبضہ میں آئے۔ابو سعید نے عباس کے علاوہ باقی اور تمام قیدیوں کو آگ میں جلوا دیا اور ہجر پر قبضہ کر لیا۔یہ خبر بصرہ پہنچی تو یہاں سے فوراً شکست خوردہ فوجوں کے لیے خورد ونوش کا سامان روانہ کیا گیا' لیکن راستہ میں بنی اسد نے حملہ کر کے چھین لیا اور ابو سعید کی تلوار سے جو لوگ زندہ بچے تھے' انہیں بھی قتل کر دیا۔اس سے بصرہ میں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی۔احمد الواثقی نے انہیں کسی طرح روکا۔اس درمیان میں ابو سعید نے عباس کو رہا کر دیا اور اس سے کہا کہ تم نے جو حالات دیکھے ہیں' انہیں جا کر معتضد سے بیان کر دینا۔یہ ابلہ ہوتا ہوا بغداد پہنچا۔معتضد نے اس کی دلدہی کے لیے خلعت عطا کیا۔(ابن اثیر جلد ۷'ص ۱۶۲ تا ۱۶۴)

اس کامیابی کے بعد قرامطہ کا حوصلہ بڑھ گیا اور انہوں نے نواح کوفہ میں بڑی شورش کی۔ان کی شورش دیکھ کر ایک طالبی غلام بدر' ان کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے بہت سے رؤساء کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔معتضد نے علیحدہ علیحدہ فوجوں پر فوجیں بھیجنا شروع کر دیں۔انہوں نے قرامطہ کو بے دریغ قتل کیا۔ہزاروں قرمطی مارے گئے۔ان کی یہ تباہی دیکھ کر ان کے ایک داعی ذکرویہ بن مہرویہ نے اسد اور طے کے قبائل کو بھڑکانے کی کوشش کی' مگر ناکام رہا۔البتہ بنی تلیص اس کے دام میں آ گئے اور ذکرویہ نے معتضد کے ایک غلام شبل کو قتل کر کے رصافہ کی مسجد جلا ڈالی اور شام کی سرحد تک بستیوں کو ویران کرتا چلا گیا۔طولونی عہدہ دار طغج بن خف نے روکا' لیکن ذکرویہ نے اسے بھی شکست دی۔(ابن اثیر ج ۷'ص ۱۶۸)

اسماعیل سامانی اور عمرو بن لیث کی جنگ اور عمرو کی گرفتاری: اوپر گزر چکا ہے کہ عمرو بن لیث صفاری نے باغی امیر رافع بن ہرثمہ کا سر معتضد کے حضور پیش کیا تھا۔اس کے صلہ میں معتضد سے ماوراء النہر کی حکومت کا طالب ہوا۔یہ علاقہ مدتوں سے سامانی خاندان کی موروثی حکومت میں چلا آتا تھا اور

اس کے فرمانروا دوسرے خودسر موروثی والیوں کے مقابلہ میں زیادہ مطیع ومنقاد تھے۔اس کے برعکس عمرو پر اس کو پورا اعتماد نہ تھا۔اس لیے اس نے عمرو کو اسماعیل سے لڑا کر عمرو کی قوت توڑنے کے لیے اس کی درخواست قبول کرلی اور اس کو ماوراء النہر کی حکومت کا پروانہ لکھ دیا۔عمرو نے اپنے ایک معتمد علیہ امیر محمد بن بشیر کو ماوراء النہر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔آمد میں لب جیحون۔اس کا اور اسماعیل کا مقابلہ ہوا۔محمد بن بشیر مارا گیا اور اس کی فوج شکست کھا کر نیشا پور چلی گئی۔اس شکست کے بعد عمرو نے خود فوج کشی کی۔اسماعیل نے اس کو لکھ بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک بڑی وسیع حکومت عطا فرمائی ہے اور میرے پاس صرف ماوراء النہر کا ایک سرحدی گوشہ ہے۔اس لیے تمہارے پاس جو کچھ ہے' اس پر قناعت کرو اور یہ گوشہ میرے لیے چھوڑ دو۔عمرو نے کوئی توجہ نہ کی۔اس لیے اسماعیل کو اس کے مقابلہ میں آنا پڑا اور وہ جیحون کے پار خیمہ زن ہوا۔عمرو نے بلخ میں مورچہ قائم کیا۔اسماعیل نے ہر طرف سے اس کو گھیر لیا اور عمرو پہلے ہی معرکہ میں معمولی جنگ کے بعد بھاگ نکلا۔راستہ میں اس کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا۔اسماعیل کے آدمیوں نے اسے گرفتار کرلیا اور اسماعیل کے پاس لے گئے۔اس نے اس کو اختیار دیا کہ اس کا دل چاہے' اس کے پاس ماوراء النہر میں رہے اور دل چاہے معتضد کے پاس بغداد چلا جائے۔عمرو نے بغداد جانا پسند کیا' چنانچہ اسماعیل نے اس کو بغداد بھجوا دیا۔معتضد نے اسے قید کردیا اور اسماعیل کو اس کے تمام مقبوضات کا حاکم بنا دیا۔

اسماعیل اور محمد بن زید کی جنگ اور محمد بن زید کا قتل: خراسان پر ہمیشہ سے طبرستان کے علویوں کی نظر تھی اور اس کے لیے ان میں اور صفاریوں میں جنگ بھی ہو چکی تھی۔عمرو بن لیث کی گرفتاری کے بعد ان کی یہ دیرینہ آرزو پھر ابھر آئی۔چنانچہ محمد ابن زید علوی نے فوج کشی کردی۔اسماعیل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے لکھ بھیجا کہ میں نے جرجان تمہارے لیے چھوڑ دیا ہے۔اس لیے اب تم خراسان کا قصد نہ کرو' لیکن محمد بن زید نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسماعیل کو ناچار

مقابلہ کرنا پڑا۔ اس نے محمد بن ہارون کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ باب جرجان میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ محمد بن زید نے بڑی شکست فاش کھائی۔ وہ سخت زخمی ہوئے اور ان کا لڑکا زید گرفتار ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد بن زید زخموں کے صدمہ سے انتقال کر گئے۔ اسماعیل نے زید بن حسن کو نہایت عزت و احترام اور آرائش و آسائش کے ساتھ رکھا۔ محمد بن زید بڑے فاضل ادیب و شاعر تھے۔

وصیف خادم کی گرفتاری: امیر محمد بن ابی الساج ایک خودسر اور خودغرض‘ لیکن حوصلہ مند اور بہادر امیر تھا۔ اس لیے خلفاء اس کی دل جوئی کیا کرتے تھے‘ چنانچہ معتمد کے زمانہ میں اس کو آذربائیجان کا حاکم بنا دیا تھا۔ معتضد کے زمانہ میں اس کا رویہ مخالفانہ ہو چلا تھا۔ اس نے اس کو زور و قوت سے دبانے کے بجائے آرمینیہ کی حکومت اور خلعت دے کر رام کرنے کی کوشش کی۔ ابن ابی الساج نے بھی اظہار شکر گزاری میں قیمتی ہدایا پیش کیے اور ضمانت کے یرغمال دیئے۔ ۲۸۷ھ میں اس کا خادم وصیف اس کا ساتھ چھوڑ کر ملطیہ چلا آیا اور معتضد کی خدمت میں سرحد کی ولایت کی درخواست بھیجی۔ اس کے قاصدوں پر شبہ ہوا۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ خود ابن ابی الساج نے وصیف کو آمادہ کیا ہے کہ وہ سرحد کی ولایت کی درخواست کرے۔ اس کے مل جانے کے بعد دونوں مل کر دیار مضر پر قبضہ کر لیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اہل طرطوس بھی اس سازش میں شریک ہیں۔ معتضد کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خود وصیف کی تادیب کے لیے نکلا۔ جاسوسوں نے اس کو اطلاع دی کہ وصیف عین زربہ کا قصد کر رہا ہے۔ معتضد نے فوراً ایک دستہ اس کی تلاش میں آگے روانہ کر دیا۔ اس کا اور وصیف کا سامنا ہو گیا اور وہ گرفتار کر کے معتضد کے سامنے پیش کیا گیا۔ معتضد نے اس کی فوج کو امان دے دی۔ اس سازش میں اہل طرطوس بھی شریک تھے۔ اس لیے معتضد نے ان کے عمائد کو گرفتار کر لیا اور طرطوس کے بحری بیڑے کو جو پچاس جہازوں پر مشتمل تھا‘ نذر آتش کر دیا۔ یہ بیڑا بڑا قیمتی اور مدتوں کی محنت کا سرمایہ تھا۔ اس کی بربادی سے بڑا نقصان پہنچا

اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی بحری قوت کمزور پڑ گئی۔ (یہ حالات ابن اثیر کے مختلف سنین سے ماخوذ ہیں)

طولونیہ مصر اور معتضد کے تعلقات: مصر کے طولونی خاندان اور خلافت بغداد کے اختلاف کا خاتمہ معتمد ہی کے زمانہ میں ہو چکا تھا۔ معتضد کے زمانہ میں دونوں کے روابط میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔ خمارویہ بن طولون نے معتضد کی تخت نشینی کی تبریک میں بیش قیمت ہدایا پیش کیے تھے۔ معتضد نے اس کے صلہ میں مصر کے خراج کی باقی ماندہ رقم میں سے کل دو لاکھ دینار سالانہ کے حساب سے لے کر مزید تین لاکھ سالانہ پر فرات سے برقہ تک کی حکومت کا سی سالہ قبالہ خمارویہ اور اس کے لڑکے کا نام لکھ دیا اور ۲۸۰ھ میں بارہ پارچے کا خلعت، تلوار، تاج اور مالائے مروارید عطا کیا۔ ۲۸۲ھ میں خمارویہ کی لڑکی 'قطرۃ الندی' قطرہ شبنم سے شادی کر کے طولونی خاندان کی عزت افزائی کی۔ ۲۸۲ھ میں خمارویہ کو اس کے غلاموں نے قتل کر دیا اور اس کا لڑکا جیش تخت نشین ہوا، لیکن چھ ہی مہینے کے بعد اس کے اور اس کے فوجی افسروں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے اس کو معزول کر کے اس کے بھائی ہارون کو تخت نشین کیا۔ (کتاب الولاۃ کندی ص ۲۴۰ تا ۲۴۲، ومقریزی جلد ۲، ص ۱۱۷)

رومیوں سے معرکہ آرائیاں: معتضد زیادہ تر اندرونی اصلاح و تنظیم میں مشغول رہا۔ اس لیے بیرونی مہمات اس کے زمانہ میں بہت کم پیش آئیں۔ ۲۸۵ھ میں موفق کے غلام راغب نے طرطوس سے بحری حملہ کیا اور رومیوں کے تیس جہاز گرفتار کر کے جلا دیے اور تین ہزار رومی قتل ہوئے۔ ۲۸۷ھ میں رومی طرطوس پر چڑھ آئے۔ یہاں کے حاکم ابو ثابت نے انہیں پسپا کر دیا اور دور تک تعاقب کرتا چلا گیا، لیکن بے احتیاطی کی وجہ سے خود ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ ۲۸۸ھ میں حسن بن علی کورہ نے کئی رومی قلعے فتح اور بہت سے رومی گرفتار کیے۔ اس کے انتقام میں

رومیوں نے کیسوم پر بری اور بحری دو سمتوں سے حملہ کر کے پندرہ ہزار مسلمان گرفتار کر لیے۔ (ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۵۴) دولت عباسیہ کی ماتحت ریاستوں نے البتہ بعض فتوحات حاصل یں۔ ۲۸۰ھ میں اسماعیل سامانی نے ترکستان کی ایک حکومت پر قبضہ کر کے اس کے فرمانروا کو گرفتار کیا۔ (ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۵۴)

وزارت: معتضد کا پہلا وزیر عبید اللہ بن سلیمان تھا۔ اس کے حالات معتمد کے عہد میں گزر چکے ہیں۔ عبید اللہ کے بعد اس کا لڑکا قسم باپ کا جانشین ہوا۔ یہ بڑا فاضل، مدبر اور عظمت و شان کا وزیر تھا۔ معتضد کے آخر زمانہ تک اپنے عہدہ پر رہا۔

وفات: ربیع الاول ۲۸۹ھ میں معتضد مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ فوجی افسروں نے اس کے لڑکے اور ولی عہد مکتفی باللہ کی بیعت کی تجدید کی۔ خاندان شاہی میں موفق کے لڑکے عبد الواحد کی جانب سے مخالفت کا خطرہ تھا۔ اس لیے اس سے بیعت لے کر اس کو نگرانی میں لے لیا۔ آخر ربیع الاول میں معتضد نے وفات پائی۔ چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔ مدت خلافت ۷ برس ۹ مہینے۔

حکومت پر تبصرہ: معتضد بڑے جاہ و جلال کا خلیفہ تھا۔ مدتوں کے بعد اس دل و دماغ اور حوصلہ و ہمت کا خلیفہ، عباسی تخت پر بیٹھا تھا۔ تدبیر و سیاست کے ساتھ وہ اخلاق سے بھی آراستہ تھا۔ اپنی ہشت سالہ مدت حکومت میں اس نے عباسی حکومت کے مردہ قالب میں جان ڈال دی اور ہر حیثیت سے اس کے عہد عروج کی یاد تازہ کر دی۔ مسعودی کا بیان ہے کہ معتضد کے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی فتنہ و فساد میں سکون پیدا ہو گیا۔ ملک کی حالت درست ہو گئی۔ لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ چیزوں کا نرخ ارزاں ہو گیا۔ شورش و ہیجان میں سکون ہو گیا۔ مخالفین نے صلح کر لی، وہ مظفر و منصور تھا۔ تمام امور اس کے قابو میں آ گئے۔ مشرقی و مغربی علاقے اس کے زیر نگیں ہو گئے۔ مخالفین مغلوب ہو گئے اور ہارون شاری پر اس نے فتح پائی۔ (مروج الذہب ج ۷، ص ۱۱۳، ۱۱۴) ابن طقطقی لکھتا ہے کہ معتضد عاقل، فہیم، فاضل اور خصائل حمیدہ سے

آراستہ تھا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت سلطنت ویران ہو رہی تھی۔ سرحدیں بیکار ہو چکی تھیں۔ اس نے بڑی خوبی سے اس کی اصلاح کی۔ اس کے حسن انتظام سے اس کی سلطنت پھر آباد ہو گئی۔ آمدنی میں اضافہ ہو گیا' سرحدیں مضبوط ہو گئیں۔ وہ سیاست میں نہایت مضبوط اور فتنہ پرستوں کے لیے نہایت سخت تھا۔ رعایا کے مال و متاع میں فوجوں کی دست درازی اور ایذا رسانی کا خاتمہ کر دیا۔ اپنے ابن عم آل ابی طالب کا محسن تھا۔ اس کے زمانہ میں شورشیں اور بغاوتیں بھی ہوئیں۔ عمرو بن لیث الصفار نے بڑی عظمت وقوت حاصل کر لی تھی اور عجم کے بڑے حصہ پر چھا گیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اگر میں چاہوں تو دریائے بلخ پر سونے کا پل بنا دوں۔ اس کا باورچی خانہ چھ سو اونٹوں پر چلتا تھا' لیکن معتضد کے اقبال سے بڑی ذلت و خواری کے ساتھ قید ہوا اور معتضد نے دولت عباسیہ کے منتشر شیرازہ کو پھر متحد کر دیا اور رعایا میں عدل و انصاف قائم کیا اور مرتے وقت بڑی دولت چھوڑ گیا۔ (الفخری ص ۲۳۱' ۲۳۲) سیوطی لکھتے ہیں کہ معتضد بڑا زیرک اور شجاع و بہادر تھا۔ لڑائیوں میں اس کے کارنامے مشہور ہیں۔ اس نے خلافت کا نہایت بہتر انتظام کیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس کا بڑا رعب تھا۔ اس کی ہیبت کی وجہ سے سارے فتنے دب گئے۔ اس کے زمانہ میں امن و عافیت اور ارزانی کا دور تھا۔ اس نے بہت سے ٹیکس بند کر دیئے۔ وہ خلافت عباسیہ کی تجدید کی وجہ سے سفاح ثانی کہلاتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۷۹)

دولت عباسیہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ترکی امراء اور افسران فوج تھے۔ عباسی حکومت اس طرح ان کے پنجہ اقتدار میں آ گئی تھی کہ خلفاء تک کو ان کی مرضی کا پابند رہنا پڑتا تھا' ورنہ حکومت بلکہ جان تک سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ ان کے ہاتھوں رعایا کی جان اور مال محفوظ نہ تھا۔ معتضد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ترکوں کا زور توڑ کر سلطنت اور رعایا دونوں کو ان کے پنجہ ظلم سے آزاد کر دیا۔ ان کی قوت توڑنے کے لیے اس نے نہایت سخت پالیسی اختیار کی۔ فوجی افسروں کو سرتابی پر زندہ

دفن کرا دیتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۷۸) گو یہ سزا بظاہر سخت معلوم ہوتی ہے، لیکن ترکوں کی خیرسری جس حد کو پہنچ چکی تھی، اس کی اصلاح بغیر اس کے ناممکن تھی۔ رعایا کے ساتھ عمال کے ظلم و زیادتی کو نہایت سختی سے روکا اور ان میں عدل و انصاف کے قیام کی طرف پوری توجہ کی۔ (الفخری ص ۱۳۱، ۱۳۲) اس سختی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کے مقربین خاص تک اس کے خوف سے ظلم و زیادتی کی جرات نہ کرتے تھے۔ (ابن اثیر ج ۷، ص ۱۷)

عدل و انصاف میں اس کی توجہ اور انہاک کی وجہ سے عدالتیں بھی آزاد ہو گئیں اور ایوان عدالت میں امراء و عمائد بلکہ خلیفہ تک کے سارے امتیازات اٹھ گئے اور سب کے ساتھ یکساں سلوک ہونے لگا۔ عدالتوں کی آزادی کا ایک دلچسپ واقعہ کتابوں میں مذکور ہے۔ ایک امیر نے مختلف آدمیوں سے قرض لے رکھا تھا۔ انہوں نے قاضی ابو حازم کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ معتضد کا بھی کچھ قرض اس کے ذمہ تھا۔ اس نے قاضی ابو حازم کے پاس کہلا بھیجا کہ اس شخص کے ذمہ میرا قرض بھی ہے۔ امید ہے کہ دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ میرا قرض بھی عدالت سے دلایا جائے گا۔ قاضی ابو حازم نے جواب میں کہلایا کہ امیر المومنین اپنا وہ قول یاد کریں جو منصب قضا سپرد کرتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ ''میں نے قضاء کا عہدہ اپنی گردن سے نکال کر تمہاری گردن میں ڈال دیا ہے۔ اس لیے اب مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ محض دعویٰ پر بغیر کسی شہادت کے کوئی فیصلہ دوں۔ معتضد نے جواب میں کہلایا کہ فلاں فلاں دو ذی عزت آدمی میرے شاہد ہیں۔ ابو حازم نے پھر جواب میں کہلایا کہ شاہدوں کو عدالت میں آ کر شہادت دینی چاہیے۔ میں جرح کروں گا، اگر شہادت سچی ثابت ہوئی تو قبول کی جائے گی، ورنہ جو ثابت ہو گا اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، لیکن قاضی ابو حازم کی جرح کے خوف سے دونوں شاہدوں میں سے کسی نے شہادت نہ دی۔ اس لیے معتضد کا دعویٰ مسموع نہ ہوا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۸۱)

دورِ انحطاط کے سیاسی انقلابات اور طوائف الملوکی کی وجہ سے حکومت کی آمدنی اتنی گھٹ گئی تھی کہ تنخواہوں کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔ معتضد کے حسن انتظام سے اس میں بھی معقول اضافہ ہوا۔ (الفخری ص ۳۲۱) اور اس کے زمانہ میں عباسی حکومت کا میزانیہ اتنا بہتر ہو گیا کہ حکومت کے مصارف کے بعد خزانہ میں ایک بڑی رقم سالانہ بچ رہتی تھی' چنانچہ اپنی وفات کے بعد خزانہ میں بڑی دولت چھوڑ گیا۔ (مروج الذہب ج ۷' ص ۱۱۴) بعض روایتوں کے مطابق اس کی تعداد نوے کروڑ اشرفی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ملک کی مالی حالت کی اصلاح میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا' بلکہ بعض پرانے ٹیکس بھی کم کر دیئے گئے۔ اس سے رعایا کی آسودہ حالی بہت بڑھ گئی۔ ضروریات زندگی ارزاں ہو گئیں اور ہر شخص نہایت مطمئن اور مسرور زندگی بسر کرنے لگا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹) صابی کا بیان ہے کہ معتضد کی نرمی کے باوجود عراق کے خراج میں اتنا اضافہ ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد کے علاوہ اور کسی زمانہ میں اتنا خراج وصول نہیں ہوتا تھا۔ (تاریخ الوزراء صابی)

مذہبی خدمات: اوصاف جہانبانی کے ساتھ معتضد مذہبی حیثیت سے بھی دیندار تھا۔ فسق و فجور سے اس کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ (ابن اثیر ج ۷' ص ۱۷۰) عباسی عہد میں کم علموں کے عقائد و خیالات پر فلسفہ یونان کا بڑا برا اثر پڑا تھا۔ معتضد خود ایک راسخ العقیدہ خلیفہ تھا۔ اس لیے اس نے اس کا پورا تدارک کیا اور کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابوں کی اشاعت کی ممانعت کر دی۔ (الخلفاء ص ۳۷۹) اوہام و خرافات کے جتنے وسائل تھے' سب کو مٹا دیا' چنانچہ منجموں اور قصہ خوانوں کو شارع عام پر بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔ (الخلفاء ص ۳۷۹) مجوسیوں کے اثر سے مسلمانوں میں آتش پرستوں کی بعض رسمیں رائج ہو گئی تھیں' چنانچہ نوروز کے دن وہ بھی آگ جلاتے تھے۔ معتضد نے اس مشرکانہ رسم کو حکماً بند کر دیا۔ (الخلفاء ص ۳۷۹)

عیش پرستوں نے اپنے تعیش کے جواز کے عجیب عجیب پہلو پیدا کر لیے

تھے۔ مثلاً گانے، متعہ اور نبیذ کے جواز میں اختلاف ہے۔ کسی زندہ دل نے اس قسم کی ان تمام چیزوں کو جو کسی امام یا کسی اسلامی فرقہ کے نزدیک جائز ہیں، بغیر ان کے اختلاف کو ظاہر کیے ہوئے ایک کتاب میں جمع کر دیا تھا۔ اس کی ایک کاپی معتضد کے پاس بھی پہنچی۔ اس نے قاضی اسماعیل کو دکھایا۔ انہوں نے کہا اس کتاب کا منصف زندیق ہے۔ اس نے پوچھا کیا اس نے یہ مسائل دل سے گھڑے ہیں۔ قاضی نے کہا گھڑے تو نہیں ہیں، لیکن اس میں ہر مسئلہ کا ایک ہی پہلو دکھایا گیا ہے اور اس کی پوری تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے۔ مثلاً جس کے نزدیک نشہ آور چیز جائز ہے اس کے نزدیک متعہ اور گانا جائز نہیں ہے۔ ہر عالم کی کچھ نہ کچھ لغزشیں ہوتی ہیں، اگر ان پر عمل کیا جائے تو دین ہی برباد ہو جائے۔ یہ سن کر معتضد نے اس کتاب کو جلوا دیا۔ (الخلفاء ص ۳۷۹) ذوی الارحام کی میراث کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک میراث میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں میراث بیت المال میں داخل کر دی جائے گی، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عصبات کے بعد ذوی الارحام وارث ہیں۔ اس مسئلہ میں معتضد پہلے امام مالک و شافعی کے مسلک پر عمل کرتا تھا، پھر امام ابو حنیفہؒ کا مسلک اختیار کر لیا اور ذی الارحام کو حصہ ملنے لگا اور بیت المال سے میراث کا دفتر توڑ دیا گیا۔ اس سے رعایا پر بہت اچھا اثر پڑا اور ہر شخص کی زبان سے اس کے لیے دعا نکلنے لگی۔ (کتاب الوزراء صابی)

عباسی حکومت کے دور زوال میں خلفاء کے مصارف حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ معتضد نے اسراف کی تمام مدیں بند کر دیں۔ بعض مورخ اسے بخیل لکھتے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں۔ صابی کی کتاب الوزراء میں اس کے اخراجات کا پورا گوشوارہ موجود ہے۔ اس سے اس کے بخل کی پوری تردید ہوتی ہے۔ اس نے کسی ضروری خرچ میں کوئی کمی نہ کی تھی۔ سات ہزار اشرفی روزانہ خرچ تھا۔ (کتاب الوزراء صابی ص ۱۱ تا ۲۲) جو کسی طرح ایک بخیل فرمانروا کا خرچ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس نے ایک قصر کی

تعمیر میں چار لاکھ اشرفیاں صرف کیں۔ (مروج الذہب ج ۷ ص ۱۱۶) البتہ اس نے عیش و عشرت میں بیکار روپیہ ضائع نہیں کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس کی موت کے وقت خزانہ دولت سے معمور تھا۔

عموماً مورخین نے اس کی سخت گیری کی شکایت کی ہے۔ جو ایک حد تک صحیح ہے، لیکن عباسی حکومت جس نوبت تک پہنچ چکی تھی اور اس پر امراء اور افسروں کا جتنا غلبہ و اقتدار ہو چکا تھا اور اس سے عباسی حکومت کو جتنا نقصان پہنچ رہا تھا۔ اس کی اصلاح بغیر سخت گیری کے ممکن نہ تھی۔ اسی سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ اس کے زمانہ میں ترکوں کو جو خلفاء کو معزول کر کے اور ان کا خون بہا بہا کر شیر ہو گئے تھے۔ سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی، لیکن علی العموم اس کی جانب سخت گیری کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ صرف ان سرکشوں کے بارہ میں سخت گیر تھا۔ جو نرمی سے قابو میں آنے والے نہ تھے، ورنہ عام طور سے وہ حالات کی اصلاح میں سیاست سے کام لیتا تھا۔ ابن کثیر نے اس کی سیاست کا ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔

ایک مرتبہ معتضد کسی سفر میں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک گاؤں پڑا جس میں ککڑی کے کھیت تھے۔ معتضد کے سپاہیوں نے ککڑیاں توڑ لیں۔ کھیت کے مالک نے شور مچایا۔ معتضد کو خبر ہوئی تو اس نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم ککڑیاں توڑنے والوں کو پہچانتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ معتضد نے کہا ان کو پہچان کر بتاؤ۔ اس نے تین آدمیوں کو بتایا۔ معتضد نے ان کو قید کرا دیا۔ صبح لوگوں نے تین لاشیں پھانسی پر آویزاں دیکھیں۔ اس پر بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں کہ ایک معمولی جرم میں پھانسی پر لٹکا دینا بڑی زیادتی ہے۔ ایک شخص نے دبی زبان سے ڈرتے ڈرتے معتضد سے کہا۔ اس نے کہا کہ ککڑی کے چوروں کو پھانسی نہیں دی گئی ہے، وہ قید ہیں۔ تین قاتل جن پر قصاص واجب تھا، قید تھے۔ میں نے راتوں رات آدمی بھیج کر ان کو قید خانہ سے منگوا کر پھانسی دلوائی ہے اور فوجی سپاہیوں کو ڈرانے کے لیے مشہور کر دیا کہ چوروں کو پھانسی دی گئی

تاکہ ان کو رعایا کے مال پر دست درازی اور ان پر زیادتی کرنے کی جرات نہ ہو اور ان تینوں آدمیوں کو جنہوں نے ککڑیاں چرائی تھیں‘ قید سے نکلوا کر دکھایا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۸۶)

اس سخت گیری کے ساتھ اس کی نرمی کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ ایک مرتبہ چند آوارہ بدمعاش اس کے سامنے پیش کیے گئے‘ جو فسق و فجور میں منہمک رہتے تھے۔ وزیر نے ان کو سولی پر لٹکانے اور آگ میں زندہ جلانے کا مشورہ دیا۔ معتضد نے کہا تم نے اس سنگدلانہ مشورہ سے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ رعایا حاکم کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس کی اس سے بازپرس ہو گی اور سزا کے بارہ میں وزیر کے مشورہ پر عمل نہیں کیا۔ اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک خادم پشت پر کھڑا مگس رانی کر رہا تھا۔ اتفاق سے مرچھل معتضد کے سر پر زور سے لگ گیا اور اس کی ٹوپی گر گئی۔ لوگ ڈر گئے کہ خادم کو معلوم نہیں کیا سزا ملے گی۔ معتضد نے ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لی اور ایک دوسرے خادم سے کہا‘ یہ آدمی اونگھ گیا ہے‘ اس کو آرام کرنے کے لیے بھیج دو اور کوئی دوسرا آدمی بلا لو اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا: ’’مگس ران اونگھ گیا تھا‘ بھول چوک سے غلطی کرنے والے پر عتاب و مواخذہ نہیں ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۹۱)

ذاتی اوصاف: وہ بڑا نڈر‘ بے باک اور بہادر تھا۔ بہ نفس نفیس لڑائیوں میں نکلتا تھا اور عام فوج کے دوش بدوش لڑتا تھا۔ وصیف خادم کی بغاوت کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ معتضد کو جس وقت اس کی بغاوت کی خبر ہوئی۔ اسی وقت وہ مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت اس کے جسم پر زرد عبا تھی۔ وصیف کو زیر کرنے کے بعد جب وہ انطاکیہ پہنچا تو لوگوں نے اس کو عباسی حکومت کے سرکاری سیاہ رنگ کی بجائے زرد لباس میں دیکھ کر تعجب کیا۔ اس کے ایک ہمراہی نے کہا کہ وہ اسی لباس میں بغداد سے نکلا تھا‘ مشغولیت کی وجہ سے بدل نہ سکا۔ (ابن اثیر ج ۷‘ ص ۱۸۳) علمی استعداد معمولی تھی‘ لیکن شعر و ادب کا مذاق رکھتا تھا۔ خود بھی شعر کہتا تھا۔ سیوطی نے اس کے

اشعار نقل کیے ہیں۔

ابو محمد علی بن معتضد الملقب بہ مکتفی باللہ

(۲۸۹ھ تا ۲۹۵ھ مطابق ۹۰۲ء تا ۹۰۸ء)

معتضد کی وفات کے بعد اس کا لڑکا مکتفی باللہ خلیفہ ہوا۔ یہ ایک ترکی خاتون جیجک کے بطن سے تھا۔ معتضد کی وفات کے وقت مکتفی رقہ میں تھا۔ معتضد کے وزیر قاسم بن عبداللہ نے بغداد میں اس کی بیعت لی اور مکتفی باپ کی وفات کے چودہ پندرہ دن بعد دارالخلافہ واپس آ کر جمادی الاول ۲۸۹ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت ۲۵'۲۶ سال کی عمر تھی۔

بدر معتضدی کا قتل: معتضد کا نامور غلام ابوالنجم بدر حمامی معتضدی دور کا بڑا جلیل القدر امیر اور تمام امرائے شاہی میں نہایت ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ مختلف اوقات میں متعدد بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا۔ ایک زمانہ میں بغداد کا شحنہ تھا۔ فوج کے تمام اختیارات اسی کے ہاتھوں میں تھے۔ معتضد کی وفات کے وقت فارس کا والی تھا' لیکن اس عروج کے باوجود اس میں ترکی امرا جیسی خودسری نہ تھی اور وہ ہمیشہ اپنے کو معتضد کا ادنیٰ غلام تصور کرتا رہا اور اس کی یہ خیرخواہی اس کے قتل کا سبب بنی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ معتضد کی زندگی میں وزیر قاسم بن عبداللہ نے اس کی نسل سے خلافت نکالنے کی کوشش کی تھی۔ بدر نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ میں اپنے آقائے ولی نعمت کے ساتھ نمک حرامی نہیں کر سکتا۔ فوجی اختیارات بدر کے ہاتھ میں تھے۔ اس لیے وزیر مذکور مجبور ہو گیا۔ معتضد کی وفات کے بعد قاسم کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر بدر نے اس راز کو فاش کر دیا تو اس کی خیر نہیں۔ اس لیے معتضد کے مرتے ہی اس نے مکتفی پر اپنی خیرخواہی کا سکہ جمانا شروع کر دیا۔ بدر اس وقت فارس میں تھا۔ قاسم نے دارالخلافہ میں مکتفی کی بیعت لی اور اس کی رقہ سے واپسی کے بعد اس کو بدر کی جانب سے بھڑکانا شروع کر دیا۔ قاسم کی خوش قسمتی سے مکتفی بدر سے خوش نہ تھا۔ اس لیے قاسم اپنے مقصد میں

کامیاب ہوگیا اور مکتفی نے بدر کے ساتھ فارس میں جو امراء تھے انہیں بلا کر قید کر دیا اور بدر کو لکھا کہ وہ فارس کے علاوہ اور جس مقام کی حکومت پسند کرے اس کو دی جاتی ہے اور وہ فارس چھوڑ کر وہاں چلا جائے۔ بدر نے کہلا بھیجا کہ در دولت پر اس کی حاضری ضروری ہے اور فارس سے بغداد روانہ ہوگیا۔ قاسم کو معلوم تھا کہ بدر کو اس کی سازش کا علم ہے۔ اس لیے اسے بڑا خطرہ پیدا ہوا۔ اس نے ایک طرف قاضی ابو عمر و کو بدر کے منانے کے لیے بھیجا اور دوسری طرف اس کے قتل پر آدمی مامور کر دیئے۔ جنہوں نے راستہ ہی میں رمضان ۲۸۹ھ میں بدر کا خاتمہ کر دیا۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کی لاش مکہ مکرمہ لے جا کر دفن کی گئی۔ (یہ حالات طبری جلد ۱۳ ص ۲۲۰۹ تا ۲۲۱۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں)

شام پر قرامطہ کے مظالم: معتضد کے زمانہ میں شام پر قرامطہ کی یورش کا حال گزر چکا ہے۔ مکتفی کے زمانہ میں اس کا اور بڑھ گیا۔ شام کے طولونی حاکم طغج بن جف نے ایک نوعمر افسر بشیر کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا۔ قرامطہ نے شکست دے کر قتل کر دیا اور دمشق کا اتنا سخت محاصرہ کر لیا کہ یہاں کے باشندے مدافعت سے عاجز آ گئے۔ اس کی خبر بغداد پہنچی تو اہل بغداد نے مکتفی کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے مدد بھیجنے کا وعدہ کیا۔ مصریوں نے علیحدہ امداد بھیجی۔ ان سب نے مل کر ایک قرمطی سردار شیخ یحیٰ اور اس کی جماعت کو قتل کیا۔ شیخ یحیٰ کے قتل کے بعد انہوں نے اس کے بھائی ابوالعباس حسین کو اس کا جانشین بنایا۔ اس کے چہرہ پر ایک داغ تھا، جسے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نشانی بتاتا تھا اور صاحب الشامہ یعنی نشانی والا کہلاتا تھا۔ اس نے اعراب کی ایک جماعت کو اپنی دعوت میں شامل کر کے پھر دمشق کا رخ کیا۔ اہل دمشق کے پاس مدافعت کا کوئی سامان نہ تھا اور ایک مرتبہ ان کو قرامطہ کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ انہوں نے خراج دے کر صلح کر لی۔ دمشق کے بعد صاحب الشامہ حمص پہنچا۔ اہل حمص نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی اور یہاں حسین کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور

امیر المومنین کالقب اختیار کیا اور اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمٰن بن احمد کو ولی عہد بنا کر ماثر کالقب دیا۔حمص کے بعد معرۃ النعمان اور بعلبک پہنچا اور یہاں کی پوری آبادی کو جس میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھیں ۔ بے دریغ قتل کر دیا۔ ایک آدمی بھی زندہ نہ چھوڑا۔اس کے بعد سلیمہ کا رخ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے پہلے مزاحمت کی' لیکن پھر اطاعت قبول کر لی۔قرامطہ نے امان دینے کے بعد سلیمہ کی بھی پوری آبادی قتل کر دی۔ یہاں تک کہ جانوروں تک کو باقی نہ چھوڑا۔ان مظالم سے ساری دنیائے اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا۔شام اور مصر کے باشندوں نے بغداد جا کر مکتفی سے فریاد کی۔وہ بھی بہت متاثر ہوا اور ۲۹۰ھ میں خود قرامطہ کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گیا اور امیر ابوالاغر کو دس ہزار فوج کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔یہ حلب کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔حلب الشامہ برابر خبریں لے رہا تھا' چنانچہ وہ دفعتہً پہنچ گیا اور شبخون مار کر ابوالاغر کی فوج کا بڑا حصہ برباد کر دیا۔اس لیے وہ حلب روانہ ہو گیا۔صاحب الشامہ نے تعاقب کیا۔باب حلب پر دونوں کا مقابلہ ہوا' لیکن صاحب الشامہ پھر لوٹ آیا' اس دوران میں مکتفی رقہ پہنچ گیا۔یہاں پہنچ کر اس نے محمد بن سلیمان کاتب کو قرامطہ کے مقابلہ پر مامور کیا' لیکن اس کی روانگی سے پیشتر امیر بدر نے جسے طولونی حکومت نے قرامطہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا' پہنچ کر صاحب الشامہ کو بڑی فاش شکست دی۔ ہزاروں قرمطی مارے گئے' جو زندہ بچے انہوں نے بادیہ کی راہ لی۔دوسری طرف ان کے اصلی مرکز بحرین میں یہاں کے والی ابن بانو نے ان کے ایک قلعہ پر حملہ کر کے بہت سے قرمطی گرفتار کیے اور قطیف میں ابوسعید جنابی قرمطی کے ولی عہد کو قتل کر کے قطیف پر قبضہ کر لیا۔

۲۹۱ھ میں صاحب الشامہ اور سلیمان بن کاتب میں' جسے مکتفی نے اس کے مقابلہ پر مامور کیا تھا' معرکہ آرائی ہوئی۔سلیمان نے صاحب الشامہ کو بڑی شکست فاش دی اور ہزاروں قرمطی قتل و گرفتار کیے۔صاحب الشامہ نے اپنے ولی عہد اور

غلام مطوق کو لے کر کوفہ نکل جانا چاہا' مگر راستہ میں گرفتار کر لیا گیا اور مکتفی کے پاس رقہ بھیج دیا گیا۔ وہ اسے ساتھ لے کر بغداد واپس گیا اور بڑی دردانگیز سزائیں دے کر قتل کر دیا اور لوگوں کی عبرت کے لیے اس کی لاش بغداد کے پل پر آویزاں کرا دی۔

ایک قرمطی سردار اسماعیل بن نعمان بچ کر نکل گیا تھا۔ مکتفی نے اسے امان دے دی اور وہ اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بغداد حاضر ہو گیا۔ مکتفی نے اس کی بڑی مدارات کی اور اسماعیل نے اپنی جماعت کے ساتھ رحبہ مالک بن طوف میں سکونت اختیار کر لی۔ تھوڑے دنوں تک تو یہ لوگ خاموش رہے' پھر عید الفطر کے قریب انہوں نے سازش کی کہ جب لوگ عید کی نماز میں مشغول ہوں تو رحبہ کو لوٹ لیا جائے۔ یہاں کے حاکم قاسم بن سیما کو خبر ہو گئی۔ اس نے ان سب کو پکڑ کر قتل کر دیا' باقی ماندہ مطیع ہو گئے۔

۲۹۳ھ میں قرامطہ نے پھر سر اٹھایا اور ایک قرمطی عبداللہ بن سعید الملقب بہ نصر نے بنی زیاد کے ایک رئیس مقدام بن کیال کے ذریعہ بنی کلب اور بنی علیص کے معمولی آدمیوں کو اپنی دعوت میں شامل کر کے شام کا رخ کیا۔ اس وقت یہاں کا حاکم احمد بن کیغلغ ایک مہم میں مصر گیا ہوا تھا۔ اس لیے میدان خالی پا کر نصر نے بصری' اذرعات اور ثبتہ پر حملہ کر دیا اور یہاں کی پوری آبادی کو قتل و گرفتار کر کے اس کے کل سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دمشق کی طرف بڑھا۔ احمد بن کیغلغ کے نائب صالح نے ان کو روکنے کی کوشش کی۔ قرامطہ نے اسے شکست دے کر اس کی فوج کا بڑا حصہ ضائع کر دیا' جو لوگ بچ گئے انہیں امان دے کر قتل کر دیا۔ صالح بھی مارا گیا اور قرامطہ نے دمشق میں داخل ہونے کی کوشش کی' لیکن اہل دمشق نے نہ گھسنے دیا۔ یہاں سے ناکام ہو کر نصر طبریہ پہنچا۔ طبریہ کے یوسف بن ابراہیم نے روکنے کی کوشش کی۔ قرامطہ نے اسے بھی شکست دی اور امان دے کر قتل کر دیا اور طبریہ لوٹ کر یہاں کی پوری آبادی تہ تیغ کر ڈالی اور ان کی عورتوں کو پکڑ لے گئے۔ اس کی خبر بغداد پہنچی تو مکتفی نے حسین بن حمدان تغلبی کو فوج دے کر اہل شام کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس کی

آمد کی خبر سن کر قرامطہ سادہ چلے گئے۔ ابن حمدان نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا' لیکن پھر راستہ کی مشکلات کی وجہ سے رحبہ لوٹ آیا۔ اس کی واپسی کے بعد قرامطہ نے ہیت پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو قتل اور گرفتار کیا اور جو مال و متاع ہاتھ لگا اس کو لوٹا۔ مکتفی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے امیر محمد بن اسحاق کو روانہ کیا۔ اس کے آنے کے بعد پھر قرمطی لوٹ گئے۔ ان کا مرکز بنی کلب کی آبادی میں تھا۔ اس لیے محمد بن اسحاق اور حسین بن حمدان دونوں بنی کلب کی طرف بڑھے۔ بنی کلب نے دیکھا کہ قرامطہ کی وجہ سے وہ خواہ مخواہ تباہ ہوں گے۔ اس لیے ایک کلبی ذیب بن قاسم نے خود نصر کا سر قلم کر کے لے جا کر مکتفی کے حضور پیش کر دیا۔ اس کے صلہ میں مکتفی نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ نصر کے قتل کے بعد اس کی جماعت میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ آپس ہی میں لڑ گئے۔ ایک جماعت نے قرمطی عقاید سے توبہ کر کے مکتفی کے حضور میں معذرت کی۔ مکتفی نے اس کی معذرت قبول کر لی اور باقی قرامطہ کے استیصال کا تاکیدی حکم بھیجا۔

نصر کا قتل اور اس کی جماعت کی تفریق قرامطہ کے داعی اعظم ذکرویہ پر بہت گراں گزری' چنانچہ وہ اس کے خون کا انتقام لینے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور نصر کی بقیۃ السیف جماعت کے پاس کہلا بھیجا کہ میں عید الاضحی ۲۹۳ھ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ کوفہ پر حملہ کروں گا۔ تم سب اس دن کوفہ پہنچ جاؤ' چنانچہ ٹھیک عید الاضحی کے دن جب مسلمان نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے کہ ذکرویہ نے حملہ کر دیا' لیکن اہل کوفہ اور یہاں کے والی اسحاق بن عمران نے مل کر اس کو نکال دیا اور وہ ناکام قادسیہ لوٹ گیا۔ اسحاق بن عمران نے دارالخلافہ میں اس واقعہ کی اطلاع دے کر مدد مانگ بھیجی۔ مکتفی نے چند بہادروں کو منتخب کر کے فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ قادسیہ میں ان کا اور قرامطہ کا مقابلہ ہوا۔ بغدادی فوجوں نے ان کو پسپا کر دیا' لیکن عین اس وقت ایک قرمطی دستہ نے کمین گاہ سے نکل کر دفعۃً حملہ کر دیا۔ بغدادی فوج اس کو نہ سنبھال سکی اور قرمطیوں نے پوری فوج ختم کر دی۔ اس میں سے

بہت کم آدمی زندہ بچ سکے۔اس تباہی کا مکتفی اور عام مسلمانوں کو بڑا صدمہ ہوا۔

۲۹۴ھ میں موسم حج کے اختتام کے بعد ذکرویہ حجاج کے قافلوں کی تلاش میں نکلا اور کئی قافلے جو حج سے فراغت کے بعد واپس جا رہے تھے۔پورے کے پورے تہ تیغ کر دیئے۔عورتوں تک کو زندہ نہ چھوڑا۔ان کی عورتیں دم توڑنے والوں کو پانی پلانے کے بہانہ سے کشتوں کے انبار میں گھومتی تھیں۔جس میں ذرا جان نظر آتی تھیں' اس کو مار ڈالتی تھی۔مکہ کے راستے کے تمام کنویں اور پانی کے حوض اور تالاب پاٹ دیئے۔مقتول حجاج کی بے شمار دولت ان کے ہاتھ آئی۔ان قافلوں کی اس دردناک بربادی سے مکتفی اور عام مسلمان بہت متاثر ہوئے اور مکتفی نے امیر وصیف اور بہت سے ممتاز فوجی افسروں کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ذکرویہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔انہوں نے ایک خونریز جنگ کے بعد قرامطہ کو بڑی فاش شکست دی۔ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔ذکرویہ خود زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور وہ تمام مسلمان قیدی جو ان کے ہاتھوں میں اسیر تھے' رہا ہوئے۔حجاج کا لوٹا ہوا مال واپس ملا۔ذکرویہ زخموں کے صدمہ سے مر گیا۔اس کی لاش مکتفی کے ملاحظہ کے لیے بغداد بھیجی گئی۔کچھ قرمطی بچ کر شام نکل گئے تھے۔حسین بن حمدان نے ان کا تعاقب کر کے خاتمہ کیا اور جہاں تک ہو سکا عراق سے ان کا استیصال کیا گیا۔(یہ تمام حالات ابن اثیر ج ۷'ص ۱۷۲' ۱۷۴ اور ۱۷۸ سے ملخصاً ماخوذ ہیں)

طولونی حکومت کا خاتمہ: احمد بن طولون والی مصر حکومت عباسیہ کا بڑا وفادار امیر تھا۔اس کے لڑکے خمارویہ نے معتضد کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ کر اس تعلق کو اور زیادہ استوار کر لیا تھا' لیکن خمارویہ کا لڑکا ہارون بڑا نااہل تھا۔اس کی نااہلی کی وجہ سے نہ صرف عباسی حکومت سے اس کے تعلقات خراب ہو گئے' بلکہ خود اس کے امراء اور اعزہ تک اس کے خلاف ہو گئے' چنانچہ بدر الحمامی اور امیر فائق طولونی نے' جو طولونی حکومت کی جانب سے شام کے حاکم تھے' ہارون سے بددل ہو کر عباسی امیر محمد بن سلیمان کو مصر پر

فوج کشی کی دعوت دی اور اس پر قبضہ کرانے میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ (ابن اثیر ج ۷ ص ۱۷۶) مکتفی ہارون سے خوش نہ تھا۔ وہ فوراً آمادہ ہو گیا اور ۲۹۱ھ میں محمد بن سلیمان نے بری اور امیر دمیانہ والی سرحد نے بحری سمتوں سے مصر پر فوج کشی کر دی اور طولونی امراء کو خلیفہ کی اطاعت کی دعوت دی۔ اس دعوت پر بدر الحمامی' امیر وصیف بن صوراتکین اور امیر صافی وغیرہ بہت سے امراء ہارون کا ساتھ چھوڑ کر محمد بن سلیمان سے مل گئے۔ اس لیے ہارون کو بھی مقابلہ کے لیے آمادہ ہونا پڑا' اور اس نے امیر وصیف' قطر منیر اور خصیب بربری وغیرہ کو دمیانہ کو روکنے کے لیے روانہ کیا۔ تینس میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ قطر منیر اور خصیب کو شکست ہوئی۔ یہ شکست کھا کر دمیاط چلے گئے اور تینس پر دمیانہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ دمیاط کی طرف بڑھا اور دوبارہ امراء کو مکتفی کی اطاعت کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا۔ اس لیے دمیانہ نے دمیاط پر حملہ کر دیا۔ خصیب اور قطر منیر شکست کھا کر گرفتار ہوئے اور ان کا بحری بیڑا دمیانہ کے قبضہ میں آ گیا۔ ہارون بن خمارویہ اب تک فسطاط میں تھا۔ دمیانہ کی پیہم کامیابیوں کو دیکھ کر اسے نکلنا پڑا' چنانچہ وہ فسطاط سے عباسیہ آیا' لیکن امرا نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ اپنی ناکامی کا غم غلط کرنے کے لیے لہو ولعب میں مشغول ہو گیا۔ ہارون کی زبوں حالی کو دیکھ کر اس کے چچا شیبان اور عدی کو جو عرصہ سے اس کے خلاف تھے' موقع مل گیا۔ انہوں نے ایک دن جب ہارون شراب کے نشہ میں چور تھا' اس کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ صفر ۲۹۲ھ میں پیش آیا۔

ہارون کے قتل کے بعد شیبان نے تاج وتخت پر قبضہ کر لیا' گو ہارون کی زندگی میں اکثر طولونی امراء اس کے خلاف تھے' لیکن اس کے قتل کو انہوں نے پسند نہیں کیا اور اس کے بعض ہوا خواہ شیبان کے خلاف ہو گئے' چنانچہ امیر طغج بن جف' امیر فائق اور بعض دوسرے ممتاز امراء محمد بن سلیمان سے مل گئے اور ان کو ساتھ لے کر فسطاط کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف سے دمیانہ فسطاط کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ شیبان ان

کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس وقت ان امراء نے بھی جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے' اس کو چھوڑ دیا۔ اس لیے شیبان کو مجبور ہو کر محمد بن سلیمان کی اطاعت قبول کر لینی پڑی اور ربیع الاول ۲۹۲ھ میں فسطاط پر قبضہ ہو گیا اور یہاں مکتفی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ فسطاط پر قبضہ کے بعد محمد بن سلیمان نے طولونی خاندان کے تمام ارکان اور ان کے وابستگان دولت کو یہاں سے ہٹا کر نیا نظام قائم کیا اور مصر و شام سے طولونی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ (یہ حالات کتاب الولاۃ کندی ص ۲۴۴ تا ۲۴۸ سے ماخوذ ہیں)

طاہر صفاری کا فارس پر قبضہ: اوپر معتضد کے حالات میں گزر چکا ہے کہ اسماعیل سامانی نے عمرو بن لیث الصفاری والی سجستان کو گرفتار کر کے معتضد کے حوالے کر دیا تھا اور معتضد نے اس کا علاقہ اسماعیل کے متعلق کر دیا تھا۔ ۲۸۸ھ میں عمرو کے پوتے طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث نے فارس سے طاہری حاکم نکال کر پھر فارس پر قبضہ کر لیا تھا اور جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ معتضد نے اپنے غلام بدر کو فارس کا حاکم مقرر کر کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے یہاں سے صفاری عمال کو نکال دیا تھا۔ مکتفی کے ابتدائی زمانہ میں بدر کے قتل کے بعد' جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے' طاہر نے پھر مکتفی سے فارس کا ٹھیکہ لے لیا۔ (ابن خلدون ج ۳' ص ۳۵۳)

موصل میں آل حمدان کی حکومت کا آغاز: موصل کے کرد اور خارجی بڑے شورش پسند تھے۔ آئے دن یہاں بدامنی بپا رہتی تھی۔ یہاں آل حمدان تغلبی کا عرب خانوادہ بڑا با اثر تھا۔ اس لیے مکتفی نے موصل میں قیام امن کے لیے ۲۹۳ھ میں ابو الہیجا' عبداللہ بن حمدان تغلبی کو پورے علاقہ موصل کا حاکم بنا دیا۔ اس وقت سے یہاں ہمدانی حکومت کی بنیاد پڑی۔ اس کے تقرر کے بعد ہی کردوں نے نینوی میں پھر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ ابن حمدان نے خازر میں ان کا مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں ایک حمدانی سردار مارا گیا۔ ابن حمدان کی قوت کمزور تھی۔ اس لیے

وہ لوٹ گیا اور دربار خلافت سے امدادی فوجیں منگوا کر ۲۹۴ھ میں دوبارہ مقابلہ کے لیے نکلا۔ کردوں کے کئی ہزار خانوادے جمع تھے۔ ابن حمدان کو دیکھ کر جبل سلق کی ایک گھاٹی میں چلے گئے۔ ابن حمدان ان کے تعاقب میں جبل سلق کی طرف بڑھا۔ ایک کرد سردار محمد بن بلال نے کہلا بھیجا کہ میں نے اطاعت قبول کر لی ہے اور عنقریب یرغمال میں اپنے لڑکوں کو حاضر کروں گا۔ یہ پیغام کہلا کر ایک جرگہ آذربائیجان روانہ کر دیا۔ ابن حمدان کو شبہ ہوا۔ اس نے تعاقب کر کے چند آدمیوں کو قتل کیا' باقی پورا جرگہ قلعہ کوہ پر چڑھ گیا اور ابن حمدان کو واپس آنا پڑا۔ آذربائیجان پہنچ کر کردوں نے جبل سلق میں اجتماع کیا تھا۔ اس لیے ابن حمدان نے بغداد سے امدادی فوجیں منگوا کر پھر فوج کشی کی اور دشوار گزار کوہستانی سلسلہ کو منقطع کر کے جبل سلق پہنچا۔ یہاں برف باری کی کثرت سے جانوروں کے لیے چارہ تک باقی نہ رہ گیا تھا' لیکن ابن حمدان ہمت نہ ہارا۔ کردوں میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے محمد بن بلال لوٹ گیا اور اس کا کل سامان ابن حمدان کے قبضہ میں آیا اور چند دنوں کے بعد اس نے اطاعت قبول کر لی۔ ابن حمدان نے ایک کرد کے علاوہ' جس نے پہلے مقابلہ میں ایک ہمدانی سردار کو قتل کیا تھا' باقی پورے جرگہ کو امان دے دی اور ابن حمدان کامیاب موصل واپس آیا۔ اس کی واپسی کے بعد کردی قبائل کی اطاعت کا سلسلہ برابر قائم رہا اور چند دنوں میں کامل امن و امان قائم ہو گیا۔ (ابن اثیر ج ۷' ص ۸ا' اور ابن خلدون ج ۳' ص ۳۵۶)

فتوحات: مکتفی کے زمانہ میں ان اندرونی شورشوں کے استیصال کے ساتھ ساتھ بیرونی مہمات کا بھی سلسلہ قائم رہا۔ ۲۹۲ھ میں مکتفی کے غلام زرافہ نے اناطولیہ کے شہر انطاکیہ (ابن اثیر و ابن خلدون نے انطاکیہ لکھا ہے جو غالباً طباعت کی غلطی ہے۔ اس لیے کہ انطاکیہ شام کا شہر ہے' جو خلافت راشدہ ہی کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا اور اس پر برابر قبضہ قائم رہا۔ انطاکیہ اناطولیہ کا ساحلی شہر ہے) پر حملہ کیا اور رومیوں

سے بڑا سخت بحری معرکہ ہوا' لیکن ان کو فاش شکست ہوئی اور رومی بیڑا جو ساٹھ جہازوں پر مشتمل تھا' مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور انطالیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔اس مہم میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا کہ ایک ایک مسلمان سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار ملا۔(طبری ج ۳'ص ۲۲۵۰'وابن اثیر ج ۷'ص ۱۷۶)

۲۹۳ھ میں اندورقس رومی نے مرعش پر حملہ کیا۔اہل طرطوس اور مصیصہ کی ایک جماعت مدافعت میں کام آئی۔مکتفی نے حاکم سرحد ابوالعشائر کو معزول کر کے رستم بن بردوکو اس کی جگہ مقرر کیا۔اس نے بارہ سو مسلمانوں کو فدیہ دے کر رومیوں کی قید سے چھڑایا۔اس سنہ میں رومیوں نے حلب کے ایک مقام قورس پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل اور گرفتار کیا اور قورس کی جامع مسجد جلا ڈالی۔(ابن اثیر ج ۷'ص ۱۷۷)

۲۹۴ھ میں ابن کیغلغ نے ایشیائے کوچک پر فوج کشی کر کے چار ہزار رومی گرفتار کیے۔ایک پادری نے اسلام قبول کیا۔اسی سال ابن کیغلغ نے شکند فتح کیا اور لیس تک بڑھتا چلا گیا اور پچاس ہزار رومی گرفتار اور بہت سے قتل کیے۔رومی سرحد کا محافظ اندورقس مسلمانوں سے مل گیا اور دو سو مسلمان قیدیوں کو لے کر اسلامی علاقہ میں نکل جانا چاہا۔ایک رومی دستہ نے جو اس کی گرفتاری کے لیے آیا تھا' راستہ میں روکا' لیکن مسلمان قیدیوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔یہ دیکھ کر آس پاس کے رومی مقابلہ کے لیے جمع ہو گئے۔مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بھی مدد کے لیے پہنچ گئے' لیکن رومی لوٹ گئے اور مسلمان اندروقس کو اپنی حفاظت میں لے کر آئے۔(ابن اثیر ج ۷'ص ۱۸۲' وابن خلدون ج ۲'ص ۳۵۷)

وزارت: مکتفی کا پہلا وزیر قاسم بن عبید اللہ تھا۔اس کے حالات معتضد کے زمانہ میں گزر چکے ہیں۔مکتفی کے زمانہ میں اس کو بڑا عروج حاصل ہوا۔اس کی وفات کے بعد عباس بن حسن وزیر ہوا۔آداب سلطانی کی واقفیت کے علاوہ اس میں اور کوئی خوبی نہ تھی۔اسے امور مملکت سے کوئی سروکار نہ تھا۔شب و روز عیش و عشرت میں منہمک رہتا

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

مکتفی باللہ اپنے چھوٹے بھائی جعفر بن معتضد کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا' لیکن اس کی عمر کل ۱۳ سال کی تھی۔ اس لیے اکثر ارکان دولت اس کی بیعت کے خلاف تھے' مگر وزیر دولت عباس بن حسن خود غرضی کی بنا پر اس کی حمایت میں تھا۔ مکتفی کی وصیت موجود تھی۔ اس لیے تمام عباسی امراء کے علی الرغم اس نے مقتدر کی بیعت کی رسم ادا کر دی اور ذیقعدہ ۲۹۵ھ میں وہ تخت خلافت پر بیٹھا۔ عباس کو اس بیعت کا پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اس نے حق بیعت کے نام سے بیت المال سے ایک بڑی رقم لے لی۔ یہ حق عباسی تاریخ میں پہلی مثال تھی۔

مقتدر کی مخالفت اور عبداللہ بن معتز کی بیعت: لیکن مقتدر کی بیعت کے بعد بھی عباسی خاندان کے معمر اور تجربہ کار افراد اور اکثر افراد سلطنت اس کی مخالفت پر قائم رہے۔ ان کی کثرت وقوت کو دیکھ کر عباس کو بھی ان کی مخالفت کی جرات نہ ہوئی اور زبان سے اس کو ان کی ہمنوائی کرنی پڑی اور امیر محمد بن داؤد' حسین بن حمدان والی موصل' قاضی احمد بن یعقوب' بدر اعجمی' امیر وصیف' بن صوار تگین کاتب وغیرہ امراء نے مل کر مقتدر کو معزول کر کے عبداللہ ابن معتز کو خلیفہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے منصب خلافت قبول کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا بغیر کشت وخون کے لوگ مجھے خلیفہ مان لیں تو مجھے اس کو قبول کرنے میں عذر نہ ہو گا۔ امرائے سلطنت نے یقین دلایا کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرے گا۔

عباس نے جب دیکھا کہ امراء درحقیقت مقتدر کو ہٹانے پر تلے ہیں تو پھر وہ ان کے خلاف ہو گیا۔ امراء کو اس کی خبر ہو گئی اور قبل اس کے کہ عباس کی جانب سے کسی عملی مخالفت کا ظہور ہو۔ امیر حسین بن حمدان نے پہلے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مقتدر کا قصہ چکانے کے لیے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے پھاٹک بند کرا لیے تھے۔ اس لیے ابن حمدان کو لوٹ آنا پڑا اور دوسرے دن اس نے عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنا دیا۔ مقتدر کے خواص کے علاوہ باقی تمام امراء اور ارکان سلطنت نے اس کی بیعت

کر لی اور مرتضیٰ باللہ لقب دیا۔ اس نے محمد بن داؤد کو وزارت اور دوسرے امراء کو مختلف عہدوں پر ممتاز کیا۔ ابن معتز کی شکست اور مقتدر کی بحالی: عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنانے کے بعد حسین بن حمدان نے مقتدر کو قصر خلافت خالی کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگی، لیکن اتنی جلد خالی نہ کر سکا۔ دوسرے دن ابن حمدان پر قصر خلافت پہنچا۔ یہاں مقتدر کا پورا عملہ اور محافظ موجود تھے۔ ان سے جنگ ہوگئی، لیکن پھر ابن حمدان کسی نامعلوم سبب سے بغداد چھوڑ کر موصل چلا گیا۔ سب سے زیادہ با اقتدار امیر یہی تھا۔ اس لیے اس کے الگ ہو جانے سے مقتدر کے حامیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور انہوں نے عبداللہ بن معتز کی فرودگاہ پر حملہ کر دیا۔ اب عبداللہ کے حامیوں کی قوت کمزور پڑ چکی تھی۔ اس لیے وہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ابن معتز کو عبداللہ جصاص کے گھر میں پناہ لینی پڑی۔ اس انقلاب سے بغداد میں عام شورش بپا ہوگئی۔ لوگوں نے بغداد کے شحنہ ابن عمرویہ کو جو ابن معتز کا حامی تھا، نکال دیا اور اس کی جگہ مونس خازن شحنہ مقرر ہوا اور مقتدر تخت خلافت پر بحال ہو گیا۔ اس نے ان امراء کو جنہوں نے ابن معتز کی بیعت وحمایت کی تھی، گرفتار کر کے قید اور بعض کو قتل کرا دیا اور علی بن محمد المعروف بن ابن فرات کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ اس درمیان میں ابن جصاص کے ایک خادم نے جس کے آقا کے یہاں ابن معتز روپوش تھا، جاسوسی کر کے اس کو گرفتار کرا دیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

یہ انقلاب بھی عباسی تاریخ کے حیرت انگیز انقلابوں میں سے ہے۔ دولت عباسیہ کے اکثر ارکان مقتدر کے خلاف اور ابن معتز کے حمایت میں تھے، لیکن بغیر کسی ظاہری سبب کے یہ نقشہ بالکل الٹ گیا اور آج تک اس کے اسباب ظاہر نہ ہو سکے۔ (یہ حالات تجارب الامم ابن مسکویہ جلد اول ق۔ آخر، ص ۲ تا ۸، اور ابن اثیر ج ۸، ص ۳ تا ۵ سے ملخصا ماخوذ ہیں) مقتدر کی کمسنی اور نا اہل امرا کی خودغرضی اور امور مملکت میں عورتوں کی مداخلت اور ان کے اقتدار کی وجہ سے اس کے زمانہ میں عباسی خلافت کا

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

امیر ابن ابی الساج کی بغاوت اور گرفتاری: ۳۰۴ھ میں امیر یوسف بن ابی الساج والی آرمینیہ و آذربائیجان کے دل میں توسیع حکومت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس نے یہ مشہور کر کے کہ مقتدر نے اس کو رے کی حکومت بھی دے دی ہے۔ یہاں کے سامانی والی محمد بن صعلوک کو نکال کر رے' قزوین' زنجان اور ابہر پر قبضہ کر لیا اور وزیر ابن فرات کو لکھ بھیجا کہ سابق وزیر علی بن عیسیٰ نے مجھے ان مقامات کی حکومت کا پروانہ دے دیا تھا اور میں نے بڑی مشکلوں سے اس کو غاصبوں کے قبضہ سے نکالا ہے۔ مقتدر نے یوسف کی اس جسارت کو پسند نہ کیا اور علی بن عیسیٰ سے پوچھا۔ اس نے انکار کیا۔ اس لیے ابن فرات نے یوسف کو لکھ بھیجا کہ تمہارا بیان بالکل جھوٹ ہے اور تمہارا یہ قبضہ بالکل غاصبانہ ہے اور اس کو نکالنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ یوسف نے ان کو شکست دی۔ دوبارہ پھر مقتدر نے امیر مونس کو روانہ کیا۔ یوسف میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے مقتدر کو رضامند کرنے کی کوشش کی اور اس سے درخواست کی کہ رے کا علاقہ اس کے پاس رہنے دیا جائے۔ اس کے معاوضہ میں وہ فوجی اخراجات کے علاوہ سات لاکھ دینار سالانہ پیش کیا کرے گا' لیکن مقتدر نے ان کو منظور نہ کیا اور مونس نے رے کا خراج وصول کر لیا اور مقتدر نے امیر وصیف بکتمر کو یہاں کا حاکم بنا دیا۔ یوسف نے جب دیکھا کہ اس کے پرانے علاقے بھی خطرہ میں پڑ جاتے ہیں تو اس نے پھر استدعا کی کہ کم از کم آرمینیہ اور آذربائیجان کو اس کے پاس رہنے دیا جائے۔ وزیر ابن فرات نے بھی سفارش کی۔ مقتدر نے اس کی درخواست کی منظوری کے لیے بغداد میں اس کی حاضری ضروری قرار دی۔ اس وقت یوسف جان پر کھیل کر عباسی فوج کے مقابلہ میں آ گیا اور اسے شکست دے کر بہت سے افسر قتل و گرفتار کر لیے۔ مونس نے دوبارہ زنجان میں جنگی تیاری کی۔ یوسف نے جب دیکھا کہ مونس باز آنے والا نہیں ہے تو اس نے پھر مقتدر سے صلح کی درخواست کی۔ یوسف نے اس نے پھر مسترد کر دی اور مونس نے ۳۰۷ھ میں یوسف کو شکست دے کر گرفتار

کرلیا۔

رے میں بدنظمی اور نصر بن نعمہ سامانی کا قبضہ:

مونس رے کا علاقہ وہسوذان اور اصفہان وقم اور قاشان وغیرہ احمد بن صعلوک کے متعلق کر کے بغداد لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد یوسف کے غلام سبک نے آذربائیجان پر قبضہ کرلیا۔ مونس نے محمد بن فاروق کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ سبک نے اسے شکست دے کر واپس کردیا اور مقتدر سے دو لاکھ بیس ہزار دینار سالانہ پر آذربائیجان کا ٹھیکہ لے لیا' لیکن اس معاہدہ پر قائم نہ رہا۔ اس درمیان میں علی بن وہسوذان کے چچیرے بھائی احمد بن مسافر والی رے کو قتل کردیا۔ اس کی جگہ محمد بن سلیمان کا تقرر ہوا۔ احمد بن علی نے اسے بھی قتل کرکے رے پر قبضہ کرلیا اور نصر حاجب کی سفارش سے مقتدر کو راضی کرکے ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار سالانہ پر رے کا ٹھیکہ لے لیا۔ (یہ واقعات ابن اثیر ج ۸' ص ۳۱' و ۳۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں) لیکن پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ دولت عباسیہ کے ایک مخالف ماکان ابن کاکی ویلمی سے مل گیا۔ (ابن خلدون ج ۳' ص ۳۷۲)

اس بدنظمی کو دیکھ کر مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کی خطاؤں سے درگذر کر کے ۳۱۰ھ میں اس کو آذربائیجان اور رے کا ٹھیکہ دے دیا۔ اس نے پہلے آذربائیجان پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد احمد بن صعلوک کو قتل کرکے رے کو اس کے قبضہ سے نکالا۔ چند دنوں کے بعد اہل رے نے اس کی غیر حاضری میں اس کے غلام مفلح کو رے سے نکال دیا' لیکن پھر یوسف نے اس پر قبضہ کرلیا۔ جب اس کی طاقت زیادہ بڑھی تو مقتدر نے اس کو توڑنے کے لیے ۳۱۴ھ میں کل مشرقی ممالک کا والی بنا کر اس کو ہجر میں ابو طاہر قرمطی کے مقابلہ کا حکم دیا۔ دوسری طرف خفیہ نصر بن سامانی کو رے کی حکومت کا پروانہ بھیج دیا۔ جیسے ہی یوسف قرامطہ کے مقابلہ کے لیے ہٹا نصر بن احمد نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کرلیا۔

صفاریہ کا خاتمہ: اوپر گذر چکا ہے کہ عمر بن لیس صفاری کے پوتے طاہر نے فارس پر قبضہ کر کے مکتفی سے اس کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ ۲۹۳ھ میں وہ سیر وتفریح کی غرض سے بجستان گیا۔ فارس کا میدان خالی پا کر اس کے چچا لیث نے اپنے غلام سبکری کے ذریعہ اس پر قبضہ کرا لیا' لیکن چند دنوں کے بعد وہ لیث سے قطع تعلق کر کے خود فارس کا حاکم بن بیٹھا۔ ۲۹۶ھ میں طاہر نے اس کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کی۔ سبکری نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اسے اور اس کے بھائی یعقوب کو مقتدر کے حوالہ کر کے اس سے فارس کا باقاعدہ ٹھیکہ لے لیا' لیکن ایک ہی سال بعد ۲۹۷ھ میں لیث بن علی نے اس کو فارس سے نکال دیا۔

سبکری نے مقتدر سے باقاعدہ ٹھیکہ لے لیا تھا۔ اس لیے اس نے مونس کو سبکری کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس نے شکست دے کر لیث بن علی کو گرفتار کر کے فارس سبکری کے حوالہ کر دیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس نے بھی خراج دینا بند کر دیا۔ اس لیے پھر مونس اس کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ اس نے سبکری اور مقتدر میں صلح کرانے کی کوشش کی' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ وزیر ابن فرات کو سبکری کے ساتھ مونس کی ہمدردی کا علم ہوا تو اس نے اس کو واپس بلا کر محمد بن جعفر کو بھیجا۔ اس نے شکست دے کر سبکری کو فارس سے نکال دیا۔ (ابن خلدون ج ۳' ص ۳۶۵) لیث بن علی کی گرفتاری کے بعد اس کا بھائی معدل بن لیث بجستان میں اس کا جانشین ہوا تھا' لیکن اب صفاری حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اس لیے ۲۹۸ھ میں اسماعیل سامانی نے فوج کشی کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۱۹)

قرامطہ: مکتفی نے اپنے زمانہ میں قرامطہ کا زور توڑ دیا تھا۔ مقتدر کے زمانہ میں پھر وہ عراق وشام میں بڑے زور شور سے اٹھے اور ۳۱۱ھ میں ابو طاہر قرمطی نے بصرہ پر حملہ کر کے یہاں کے حاکم کو قتل کر دیا اور کامل سترہ دن تک شہر لوٹتا اور قتل عام کرتا رہا۔ ۳۱۴ھ میں حجاج کے ایک قافلہ کو لوٹ لیا اور اکثر حجاج بھوک اور پیاس کی شدت

سے مر گئے۔ اسی سنہ میں کوفہ پر حملہ کیا اور چھ دن تک اس کو لوٹتا اور قتل عام کرتا رہا۔ ۳۱۵ھ میں عراق میں ان کی شورش بہت بڑھ گئی۔ مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ابو طاہر نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اس کا اثر بڑھتے بڑھتے بغداد تک پہنچ گیا۔ اس سے یہاں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی اور اہل شہر بغداد چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مقتدر نے فوراً امیر مونس مظفر کو کوفہ روانہ کیا۔ بحری فوج الگ بھیجی' لیکن یہ فوجیں بھی ناکام رہیں اور ابو طاہر ان کو شکست دے کر بغداد کی طرف بڑھا۔ یہ صورت دیکھ کر مونس خادم اور حمدانی امراء اس کو روکنے کے لیے نکلے۔ عباسی فوجوں پر قرامطہ کی ہیبت اتنی چھائی ہوئی تھی کہ انہوں نے بغیر لڑے میدان چھوڑ دیا' لیکن درمیان میں دریا حائل تھا' اس لیے قرمطی آگے نہ بڑھ سکے اور ابو طاہر انبار لوٹ آیا۔ مونس خادم نے چند ہزار فوج اس کے تعاقب میں بھیجی۔ ابو طاہر اسے بھی شکست دے کر رحبہ پہنچا۔ یہاں سعید بن حمدان کا' جسے مقتدر نے بھیجا تھا' سامنا ہوا۔ اس نے شکست دے کر ابو طاہر کو واپس کر دیا۔

۳۱۶ھ میں انہوں نے شام پر یورش کی اور دالیہ اور رحبہ پر قبضہ کر کے یہاں کی آبادی کو قتل کیا۔ مقتدر نے فوراً مونس مظفر کو رقہ بھیجا۔ اس وقت ابو طاہر خود رقہ پہنچ چکا تھا' لیکن یہاں کے باشندوں نے اسے پسپا کر دیا اور وہ سنجار پہنچا۔ یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور ابو طاہر پھر ہیت واپس ہوا' مگر یہاں کے باشندوں نے اسے واپس کر دیا اور وہ کوفہ لوٹ گیا۔ مقتدر نے پھر ایک فوج روانہ کی' لیکن معمولی جنگ کے بعد دونوں لوٹ گئے۔

سواد کے علاقہ میں ایک جماعت قرمطیوں کی ہم عقیدہ تھی' جو حکومت کے خوف سے اپنے عقیدہ کا اعلان نہ کرتی تھی۔ جب عراق میں قرامطہ کا زور بڑھا تو یہ جماعت حریث بن مسعود اور عیسیٰ بن موسیٰ کو سردار بنا کر میدان میں آ گئی اور کوفہ کے

سرکاری عمال کو نکال کر خراج وصول کر لیا اور موفق علاقہ لوٹ کر یہاں کے باشندوں کو قتل و گرفتار کیا۔ مقتدر نے ہارون بن غریب اور صافی بصری کو بھیجا۔ انہوں نے حریث اور عیسیٰ کو شکست دے کر سواد میں قرامطہ کا زور توڑ دیا۔

۳۱۷ھ میں ابو طاہر موسم حج میں مکہ پہنچا اور عین ترویہ کے دن حجاج پر حملہ کر کے ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹا اور حجر اسود کو ہجر بھیج دیا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ اور اس کا میزاب اکھاڑنے کی کوشش کی' غلاف کعبہ اتار لیا اور مکہ کی پوری آبادی کو تاخت و تاراج کیا۔ قرمطی اپنے کو اہل بیت نبوی ﷺ کا داعی کہتے تھے۔ اس لیے عبید اللہ المہدی فاطمی والی مغرب (فاطمیہ مصر) کو جب ان کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی خبر ملی تو انہوں نے بڑی برہمی ظاہر کی اور ابو طاہر کو لکھ بھیجا کہ ہمارے شیعوں اور دعاۃ پر کفر و الحاد کا جو الزام لگایا جاتا ہے اس کو تم لوگوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا' اگر تم حجاج اور اہل مکہ کا مال ان کو واپس نہ کرو گے اور حجر اسود لا کر اس کی جگہ نصب نہ کرو گے اور غلاف کعبہ واپس نہ کرو گے تو میں دنیا و آخرت دونوں میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ عبید اللہ کی مخالفت سے قرمطی تحریک کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔ اس لیے ان کا خط پانے کے بعد ابو طاہر نے حجر اسود منگوا کر دوبارہ اسے نصب کر دیا اور جہاں تک ہو سکا لوٹا ہوا مال بھی واپس کر دیا' لیکن غلاف کعبہ کے ٹکڑے تقسیم ہو چکے تھے اس لیے وہ واپس نہ ہو سکا۔ (یہ تمام حالات ابن اثیر ج ۸' ص ۶۵ سے ملخصاً ماخوذ ہیں)

دولت فاطمیہ کا قیام: اس وقت تک عباسی قلمرو میں طاہری' سامانی' صفاری' طولونی وغیرہ جتنی حکومتیں قائم ہوئی تھیں۔ وہ سب خلافت بغداد کے ماتحت تھیں اور اس کی دینی مرکزیت اور سیادت کو مانتی تھیں' یا کم از کم سیاسی مصالح کی بنا پر ماننے پر مجبور تھیں' کیونکہ خلافت بغداد کی تصدیق کے بغیر کوئی حکومت باقاعدہ تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔ مقتدر کے زمانہ میں مصر کی فاطمی حکومت کی بنیاد پڑی' جو نہ صرف خلافت بغداد کی سیادت سے آزاد تھی' بلکہ اپنے نسب و خاندان میں اس کی حریف مقابل اور ایک فرقہ کی

مذہبی مقتدا تھی اور آگے چل کر تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کی ترقی میں بھی وہ عباسی حکومت کی مقابل بن گئی۔

اہل بیت نبوی ﷺ کے ساتھ فاطمیہ کے انتساب کی صحت میں مورخین کا اختلاف ہے۔ اکثر مورخین اس نسبت کو صحیح سمجھتے ہیں۔ صرف بعض اس کے منکر ہیں اور ان کو نصرانی یا یہودی النسل بتاتے ہیں' لیکن اکثریت کا فیصلہ صحت نسب کے حق میں ہے۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اہل علم ومحققین انساب ان کو صحیح النسب فاطمی سمجھتے ہیں۔ (ابن خلکان ج ا' ص ۲۷۲) ابن خلدون بھی ان کی صحت نسب کا معترف ہے' لیکن ان کے نسب نامے جتنے ہیں وہ سب آپس میں مختلف ہیں اور ابومحمد عبید اللہ المہدی بانی دولت فاطمیہ سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک درمیانی پشتوں کے ناموں میں بڑا اختلاف ہے۔

ابن خلدون نے یہ نسب نامہ لکھا ہے۔ ابومحمد عبید اللہ المہدی بن محمد الجیب بن جعفر مصدق بن محمد متوم بن اسماعیل' بن جعفر صادق' (ابن خلدون ج ۳' ص ۳۶۰) شیعی مورخ ابن طقطقی کے نزدیک یہ سلسلہ نسب ہے۔ ابومحمد عبید اللہ المہدی بن احمد بن اسماعیل ثالث بن احمد بن اسماعیل ثانی بن محمد بن اسماعیل اعرج اول بن جعفر صادق' (الفخری ص ۲۷۸) لیکن زیادہ مشہور ومتعارف نسب نامہ یہ ہے۔ ابومحمد عبید المہدی ابن محمد بن عبداللہ بن میمون بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق۔ جو مورخین صحت نسب کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک نسب نامہ یہ ہے۔ سعید (عبید اللہ) بن حسین بن محمد بن احمد بن عبداللہ القداح وہ عبید اللہ المہدی کا نام سعید قرار دیتے ہیں اور سعید کو حسین کا صلبی لڑکا نہیں بلکہ ڈھنگھر امانتے ہیں' یعنی حسین نے ایک یہودن بیوہ سے شادی کر لی تھی' جس کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا۔ حسین خود لاولد تھے۔ انہوں نے اس یہودی زادہ کو متبنیٰ بنالیا تھا اور مرتے وقت اس کو اپنا جانشین بنا گئے' لیکن یہ روایت بہت ضعیف ہے۔ جمہور مورخین فاطمیہ کو صحیح النسب مانتے ہیں۔ بنی فاطمہ کی

دعوت کوئی نئی دعوت نہ تھی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ سے لے کر برابر ہوتی چلی جا رہی تھی اور اہل بیت نبوی ﷺ میں مختلف ائمہ کو ماننے والے بہت سے شیعی فرقے پیدا ہو گئے تھے' جو اپنے اپنے سلسلہ امامت کی دعوت میں مصروف تھے۔ انہی میں سے باطنیہ اسماعیلی تھے جو امام جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے اسماعیل کی امامت کے قائل تھے۔ اسی سے عبیدی فرقہ پیدا ہوا' جو عبیداللہ المہدی بن محمد بن جعفر مصدق بن محمد مکتوم بن جعفر صادق کی امامت کا قائل تھا۔ اس کے مبلغین مدتوں سے یمن حجاز' بحرین' خراسان اور عراق وغیرہ میں دعوت میں مشغول تھے اور ان مقاموں میں ان کی دعوت کافی پھیل چکی تھی' لیکن مغرب میں اس کا ظہور محمد الجیب کے زمانہ سے ہوا اور اس کی تکمیل عبیداللہ کے زمانہ میں ہوئی۔ اس دعوت کی تاریخ بہت طویل ہے۔ اس کا مختصر حال پیش کیا جاتا ہے۔

فاطمی حکومت کے بانی عبیداللہ المہدی کے باپ محمد الجیب حمص کے ایک مقام سلیمہ میں رہتے تھے۔ ان کے سلسلہ کے جو لوگ شام کے مقدس مقامات کی زیارت کے لیے آتے وہ محمد الجیب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے۔ وہ اس گوشہ عافیت میں بیٹھ کر مشرق و مغرب میں اپنی دعوت کرتے رہے۔ یمن اور مغرب میں ان کو زیادہ کامیابی ہوئی۔ ان کے ایک داعی رستم بن حسین بن حوشب نے سارے یمن میں ان کی دعوت پھیلا دی اور یمنی شیعوں کو ذریعہ یمن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

یمن کے ساتھ ہی محمد الجیب نے مغرب میں ابوسفیان اور حلوانی دو داعی بھیجے تھے۔ انہوں نے بربری قبیلہ کتامہ کو اس دعوت سے روشناس کیا۔ چند دنوں کے بعد ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد یمن کے داعی' رستم بن حسین نے ایک یمنی داعی ابوعبداللہ حسن بن محمد المعروف بہ محتسب کو جو اس کام کے لیے نہایت موزوں شخص تھا' مغرب کا داعی مقرر کیا۔ حج کے سلسلہ میں مغربی قبائل مکہ آیا کرتے تھے۔ اس لیے حسن مکہ آ گیا اور قبیلہ کتامہ کے معززین سے مل کر ان کے خیالات کا پتہ

چلایا اور چند ہی دنوں میں حسن تدبیر سے ان کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ حج کے بعد جب ان کی واپسی کا وقت آیا تو انہوں نے حسن سے پوچھا کہ وہ کہاں کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے مصر کا ارادہ ظاہر کیا۔ دونوں کا راستہ ایک تھا۔ اس لیے بنی کتامہ نے مصر تک اپنے ساتھ چلنے کی خواہش کی۔ حسن ساتھ ہو گیا۔ مصر پہنچ کر انہوں نے اس کو اپنے وطن چلنے کی دعوت دی۔ اس کا اصل مدعا یہی تھا' اس لیے ساتھ ہو گیا اور راستہ میں مغرب کے قبائل کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کر لی۔ ۲۸۰ھ میں وہ مغرب پہنچا۔ وہ قبیلہ کتامہ کو اتنا گرویدہ بنا چکا تھا کہ مغرب پہنچنے کے بعد ان میں سے ہر شخص نے اس کو اپنا مہمان بنانا چاہا اور اس کے لیے بڑی کشمکش پیدا ہو گئی۔ حسن نے اس کو کسی طرح رفع کیا۔ (کتاب المونس ص ۱۵)

ابن العذاری کا بیان ہے کہ مغرب پہنچنے کے بعد حسن بنی کتامہ کے سردار کا مہمان ہوا۔ وہ اس سے بہت متاثر تھا۔ اپنے لڑکے کی تعلیم اور مسجد کی امامت اس کے سپرد کر دی۔ اس نے بڑی دلسوزی سے تعلیم دی۔ سردار مذکور نے اس کے صلہ میں اس کو چالیس دینار دیئے اور رقم کی کمی پر معذرت ظاہر کی۔ اس وقت حسن نے اس سے کہا کہ میں معلم نہیں ہوں اور خود اس کو پانچ سو دینار کی تھیلی دے کر اصل مدعا ظاہر کیا اور اس کے سامنے فاطمی دعوت پیش کی۔ سردار مذکور اسے قبول کر کے خود اس کا مبلغ بن گیا۔ اس کی کوشش سے بہت سے مغربی اس دعوت میں شامل ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد شیخ کا وقت آخر ہو گیا اور وہ اپنے اہل خاندان کو حسن کی امداد و اعانت کی وصیت کرتا گیا۔ (ابن العذاری نے یہ واقعات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ ہم نے صرف ان کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ دیکھو کتاب مذکور ص ۱۷۲ تا ۱۷۵)

شیخ کے بعد حسن نے اپنا کام بدستور جاری رکھا۔ اس سلسلہ میں اس کی مخالفت بھی ہوئی۔ خود قبیلہ کتامہ کے کچھ افراد اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے' لیکن وہ اپنے کام میں سرگرمی کے ساتھ مصروف رہا۔ اسی زمانہ میں اس کو ایک اور مددگار حسن بن ہارون

مل گیا۔ یہ اس کو اپنے ساتھ جبل ایکجان لے گیا اور حسن نے تازروت کو اپنا مرکز بنایا اور چند دنوں میں اپنے مخالفین کو مغلوب کر کے اپنی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ (ابن خلدون ج ۳، ص ۳۶۲) یہ ابراہیم بن احمد اغلبی والی مغرب کا زمانہ تھا۔ حسن کا حال سن کر اس نے اس کی تحقیقات کرائی۔ معلوم ہوا کہ وہ نیکی و عبادت کی تلقین کرتا ہے۔ اس لیے ابراہیم نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور حسن کی قوت چند دنوں میں اتنی بڑھ گئی کہ ابراہیم کے آخر زمانہ میں اس نے شہر میلہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ابراہیم کو اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔ اس نے اپنے بھائی احول کو حسن کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے حسن کو شکست دے کر میلہ اور تازروت میں آگ لگا دی اور حسن جبل ایکجان چلا گیا اور یہاں ایک بستی آباد کر کے اس کا نام دار الہجرت رکھا۔

۲۸۹ھ میں ابراہیم اغلبی کا انتقال ہو گیا اور اس کا لڑکا عبداللہ جانشین ہوا۔ چند ہی دنوں کے بعد اس کے لڑکے زیادۃ اللہ نے سازش کر کے باپ کو قتل کرا دیا اور خود اس کی جگہ حاصل کر لی۔ یہ بالکل نااہل تھا۔ رات دن لہو ولعب اور عیش و عشرت میں منہمک رہتا تھا۔ اس لیے حسن کو آزادی کے ساتھ فاطمی تحریک پھیلانے کا موقع مل گیا۔ اسی زمانہ میں محمد الحبیب کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے عبید اللہ المہدی ان کے جانشین ہوئے۔ یہ اب تک شام ہی میں تھے۔ اس وقت مغرب کے بڑے حصہ میں فاطمی دعوت پھیل چکی تھی۔ اس لیے حسن نے عبید اللہ کو مغرب بلا بھیجا۔ اس دوران میں مشرق میں بھی فاطمی تحریک کا شہرہ پہنچ چکا تھا۔ گو اس کا مرکز مغرب تھا، لیکن درحقیقت یہ تحریک خلافت بغداد کے مقابلہ میں تھی۔ اس لیے مکتفی باللہ (یہ مکتفی کا زمانہ تھا) نے عبید اللہ کو گرفتاری کا فرمان جاری کر دیا۔ مغرب سے ان کے پاس دعوت آ چکی تھی۔ اس لیے وہ حسن کے بھائی ابوالعباس کے ساتھ شام سے مغرب روانہ ہو گئے۔ عیسیٰ نوشری والی مصر کے نام بھی مکتفی کا فرمان پہنچ چکا تھا۔ وہ عبید اللہ کی تلاش میں تھا۔ اس لیے مصر پہنچتے ہی وہ گرفتار کر لیے گئے، لیکن پھر نوشری نے ان کو رہا کر دیا اور وہ تاجروں کے بھیس میں مغرب کی طرف چل

کھڑے ہوئے۔یہاں زیادۃ اللہ مغرب کے تمام حکام کے نام ان کو گرفتاری کا حکم بھیج چکا تھا۔وہ سب بھی اس کی تلاش میں تھے۔اس لیے مغرب کے حدود میں داخل ہوتے ہی عبیداللہ کا ساتھی ابوالعباس گرفتار ہو گیا' لیکن وہ خود بچ گئے اور سجلماسہ کے حاکم یسع بن مدرار کے پاس آ کر اس کے یہاں پناہ لی۔جاسوسوں نے زیادۃ اللہ کو اس کی اطلاع دی۔اس نے فوراً یسع کے نام فرمان لکھا۔اس لیے اسے عبیداللہ کو قید کر دینا پڑا۔(ابن خلدون ج ۳'ص ۳۶۲'۳۶۳)

زیادۃ اللہ اگرچہ عیش و طرب میں غرق تھا' لیکن مغرب میں فاطمی تحریک روز افزوں ترقی اور حسن کی قوت کو دیکھ کر اسے اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس نے اس کے مقابلہ کے لیے یکے بعد دیگرے کئی فوجیں بھیجیں۔آخر میں خود بھی نکلا' لیکن حسن کی قوت اب اتنی بڑھ چکی تھی کہ اس نے اغلبی فوجوں کو پیہم شکستیں دے کر بلزمہ' طبنہ' باغایہ' مرماجنہ' قسطیلیہ وغیرہ کو فتح کر کے شمالی افریقہ کے بڑے حصہ کو زیر نگیں کر لیا اور یہاں کے بڑے بڑے بربری قبیلے اس کے تابع فرمان ہو گئے۔

۲۹۶ھ میں اس میں اور اغلبیوں میں آخری معرکہ ہوا۔اس میں بھی مغربی فوجوں کو شکست ہوئی اور حسن نے اربس پر قبضہ کر کے کئی دن تک قتل عام کیا۔صرف اربس کی جامع مسجد میں تیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔زیادۃ اللہ اس وقت اپنے پایہ تخت رقادہ میں تھا۔اس معرکہ کے بعد اس کی ہمت بالکل چھوٹ گئی اور وہ مایوس ہو کر مغرب سے مصر چلا گیا۔(ابن العذاری اور ابن خلدون نے ان لڑائیوں کی بڑی تفصیل لکھی ہے۔ہم نے صرف اس کا خلاصہ نقل کیا ہے) اربس کی شکست کے بعد اغلبی فوج کے سپہ سالار ابراہیم نے قیروان جا کر یہاں کے باشندوں کو حسن کے مقابلہ کے لیے ابھارا' لیکن ان کے دلوں میں اس کی اتنی ہیبت چھا گئی تھی کہ وہ آمادہ نہ ہوئے اور ابراہیم کو یہاں سے نکال دیا۔اسی دوران میں حسن کئی لاکھ فوج لے کر قیروان پہنچ گیا۔اہل قیروان پہلے سے اس کے استقبال کے لیے تیار تھے۔یہاں

کے عمائد نے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ حسن نے ان کی اطاعت کیشی کے صلہ میں سب کو امان دے دی اور اہل قیروان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

قیروان پر قبضہ کے بعد حسن رقادہ پہنچا۔ زیادۃ اللہ مصر جا چکا تھا۔ اہل رقادہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور حسن رجب ۲۹۶ھ میں رقادہ میں داخل ہو گیا اور اغالبہ کے حبشی موالی کے علاوہ سب کو امان دے دی اور اغلبی خاندان کی کل دولت اور ساز و سامان جسے زیادۃ اللہ ساتھ نہ لے جا سکا تھا، حسن کے قبضہ میں آیا۔ رقادہ پر قبضہ کے بعد حسن نے یہاں شیعی رسوم و شعار جاری کیے۔ فجر کی اذان میں ﴿الصلوۃ خیر من النوم﴾ کے بجائے ﴿حی علیٰ خیر العمل﴾ داخل کیا۔ خطبوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ پنجتن پر صلوۃ و سلام بھیجنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ تراویح کو بند کر دیا اور قبیلہ کتامہ کے اکابر کو شیعیت کی تبلیغ اور دوسرے اسلامی فرقوں سے تبریٰ پر مامور کیا۔ ان کوششوں سے مغرب میں بڑی سرعت سے شیعیت پھیل گئی۔ (البیان المغرب ص ۲۰۵ تا ۲۰۹ ملخصا)

عبید اللہ اس وقت تک سلجماسہ میں قید تھے۔ رقادہ پر قبضہ کے بعد حسن کئی لاکھ فوج کے ساتھ سلجماسہ روانہ ہوا۔ اس کی شوکت و عظمت دیکھ کر مخالف قبائل گھبرا گئے اور انہوں نے بغیر کسی مزاحمت کے اس کی اطاعت قبول کر لی، لیکن یسع بن مدرار نے مقابلہ کیا، مگر اتنی بڑی قوت کا مقابلہ اس کے بس سے باہر تھا۔ اس لیے بڑی فاش شکست کھائی اور حسن نے سلجماسہ میں داخل ہو کر عبید اللہ اور ان کے لڑکے ابو القاسم کو قید سے نکالا۔ ان میں اور حسن میں یہ پہلی ملاقات تھی۔ عبید اللہ کو دیکھ کر حسن کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور وہ انہیں جلوس کے ساتھ خیمہ تک لایا۔ عبید اللہ سواری پر اور چپ دراست شیعی عمائد پا پیادہ جلوس میں تھے۔ حسن بآواز آواز کرتا جاتا تھا کہ ہمارے آقا یہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو ان کا حق اور غلبہ عطا فرمایا۔ (البیان المغرب ص ۲۱۰ و کتاب المونس ص ۵۲)

سلجماسہ میں چالیس دن قیام کے بعد عبید اللہ ربیع الاول ۲۹۷ھ میں دو لاکھ کی فوج کے ساتھ رقادہ آئے۔ یہاں ان کی عام بیعت ہوئی اور افریقہ کے تمام منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور انہوں نے امیر المومنین مہدی لقب اختیار کیا۔اس وقت تک خلفاء کے علاوہ اور کسی حکمران نے امیر المومنین کا لقب اختیار نہیں کیا تھا۔ یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ یہ نئی حکومت دینی حیثیت میں بھی خلافت عباسیہ کی حریف ہے۔اس طرح خلافت بغداد سے آزاد ایک شیعی دینی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

فاطمی حکومت کے قیام کے بعد مہدی نے کوشش کی کہ مراکش سے ادریسی حکومت کو ختم اور مصر کو عباسی حکومت سے آزاد کر کے سسلی سے لے کر مصر تک پورے مغرب میں فاطمی حکومت پھیلا دی جائے' چنانچہ ۳۰۱ھ میں ان کے لڑکے ابو القاسم نے مصر پر حملہ کر کے برقہ' اسکندریہ اور فیوم پر قبضہ کر لیا' لیکن مشہور عباسی امیر مونس نے بہت جلد ان کو واپس لے لیا۔۳۰۲ھ میں پھر مہدی نے قبضہ کر لیا' لیکن پھر مونس نے واپس لے لیا۔۳۰۶ھ میں ابو القاسم نے تیسری مرتبہ فوج کشی کر کے صعید مصر کے چند مقامات پر قبضہ کر لیا' لیکن مصری اور عباسی فوجوں نے ان کے قدم نہ جمنے دیئے اور انہیں ناکام واپس جانا پڑا اور مقتدر کی زندگی میں مہدی کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

زیاری حکومت کا قیام: مقتدر کے زمانہ میں فاطمیہ کے علاوہ مشرق میں جرجان میں زیاری حکومت قائم ہوئی۔اس کے مختصر حالات یہ ہیں۔معتضد کے عہد میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ احمد بن اسماعیل سامانی نے محمد بن زید علوی والی طبرستان کو ختم کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا تھا۔محمد بن زید علوی کے قتل کے بعد اس خاندان کے ایک رکن حسن بن علی الملقب بہ اطروش کو طبرستان واپس لینے کی فکر ہوئی۔اس مقصد کے حصول کے لیے دیلم جا کر یہاں تیرہ سال وہ اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔ہزاروں دیلمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ان کے ذریعہ انہوں نے

سامانیہ کا مقابلہ کرنا چاہا' لیکن طبرستان کے سامانی حاکم عبداللہ بن محمد کا طرز عمل دیالمہ کے ساتھ دوستانہ اور شریفانہ تھا۔ دیلم کے علوی بھی اس کے احسانات سے گرانبار تھے۔ اس لیے اطروش کو کامیابی نہ ہوئی۔

ان کی خوش قسمتی سے اسماعیل سامانی نے ۳۰۱ھ میں عبداللہ بن محمد کو معزول کر کے سلام سامانی کو مقرر کیا۔ یہ دیالمہ کے ساتھ سیاست نہ برت سکا۔ انہوں نے اس کو طبرستان سے نکال دیا۔ اس لیے پھر عبداللہ بھیجا گیا۔ اس نے حالت سنبھالی' لیکن اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد محمد بن ابراہیم کا تقرر ہوا۔ یہ سلام سے بھی زیادہ نااہل تھا۔ اس نے اپنے طرز عمل سے دیالمہ کو مخالف بنا لیا۔ اس وقت اطروش کو موقع مل گیا۔ انہوں نے دیالمہ کو محمد بن ابراہیم کے خلاف کھڑا کر دیا اور ان کی مدد سے اس کو شکست دی اور ۳۰۱ھ میں محمد بن ابراہیم کو نکال کر طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ چار سال کے بعد ۳۰۴ھ میں سامانیوں نے اطروش کو قتل کر دیا۔ اطروش کے بعد ان کے داماد حسن بن قاسم المعروف بہ داعی ان کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے دیلمی افسروں کی مدد سے سامانی حکومت کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا' لیکن سامانیہ نے بہت جلد واپس لے لیے۔ حسن کا ایک دیلمی افسر اسفار بن شیرویہ سعید بن نصر سامانی سے مل گیا۔ اس نے اس کو جرجان کا حاکم بنا دیا۔ جرجان کی حکومت ملنے کے بعد اسفار نے ایک دوسرے دیلمی سردار مرداویج بن زیار کے ذریعہ طبرستان کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن قاسم اس کو چھڑانے کے لیے آئے۔ حسن بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔ دیالمہ کو بھی وہ شریعت کا پابند بنانا چاہتے تھے' لیکن یہ آزادی کے خوگر تھے۔ حسن کا احتساب ان کے لیے سخت گراں تھا' چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے ان کو ہٹا کر ان کے لڑکے کو تخت نشین کرنے کی کوشش کی تھی' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور حسن نے سازش کرنے والوں کو قتل کرا دیا۔ اس لیے بہت سے دیلمی سرداران کے خلاف ہو گئے تھے اور انتقام کے لیے موقع کے منتظر تھے۔ حسن جب اسفار کے مقابلہ کے لیے نکلے تو

دیلمیوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے عین میدان جنگ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ قتل ہو گئے اور ان کے مقبوضات پر اسفار کا قبضہ ہو گیا۔ حسن کے بعد ان کے ایک افسر ہارون بن بہرام نے ان کے لڑکے ابو جعفر کو جانشین بنانا چاہا' لیکن اسفار نے ان دونوں کو گرفتار کر کے طبرستان سے علوی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

اس کامیابی کے بعد اسفار کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور اسے اپنی حکومت قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا' چنانچہ سب سے اول اس نے سامانیہ کا خطبہ بند کر دیا' لیکن نصر بن احمد سامانی نے اس پر فوج کشی کر دی۔ اسفار نے مصلحتہ خراج دے کر اس وقت صلح کر لی اور مرواویج کو سیمران الطرم کے فرمانروا سالار کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ سالار سے مل گیا۔ اسفار کے اکثر ساتھی اس کی سختی کے شاکی تھے۔ وہ بھی مرواویج کے ساتھ ہو گئے اور اسفار کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور وہ بھاگ گیا' لیکن مرواویج کے آدمیوں نے تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔ اسفار کے قتل کے بعد مرواویج اس کے تمام مقبوضات کا مالک بن گیا اور اس کی قوت بہت بڑھ گئی اور اس نے چند دنوں میں حمدان' دینور' قم' کاشان اور اصفہان وغیرہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

اسفار کے برخلاف مرواویج کا طرز عمل دیالمہ کے ساتھ بڑا شریفانہ تھا۔ وہ ان کی دل جوئی کے لیے بڑی داد و دہش کرتا تھا۔ اس لیے ان کی بڑی تعداد مرواویج کے پاس جمع ہو گئی اور اس نے آس پاس کے علاقوں کی طرف قدم بڑھایا اور اپنے بھانجے کو ہمدان پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا' لیکن عباسی فوج نے اسے فاش شکست دی اور وہ مارا گیا۔ مرواویج کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خود ہمدان کی طرف بڑھا۔ اسے دیکھ کر عباسی فوج ہٹ گئی۔ ہمدانیوں نے تنہا مدافعت کی' لیکن مرواویج نے انہیں شکست دے کر ہمدان پر قبضہ کر لیا اور بڑی بیدردی سے یہاں کی آبادی کو قتل کیا۔ مقتدر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ہارون ابن غریب کو ایک بڑی فوج کے ساتھ

بھیجا۔ مرواد یج نے اسے بھی شکست دی اور ہمدان کے پورے کوہستانی علاقے پر قبضہ کرلیا اور اس کی فوجیں دینور پر قبضہ کرتی ہوئی حلوان تک بڑھتی چلی گئیں اور چند دنوں میں اس نے اصفہان اور خوزستان پر بھی قبضہ کرلیا اور مقتدر سے دولاکھ سالانہ پر باقاعدہ مفتوحہ علاقہ کا ٹھیکہ لے لیا۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے اس کو اس کا والی بنا دیا اور جرجان میں باقاعدہ زیاری حکومت قائم ہوگئی۔ (یہ حالات ابن اثیر ج ۸' ص ۷۱' ۲۷ سے ملخصا ماخوذ ہیں۔ یہ حکومت ۳۱۹ھ میں قائم ہوئی اور ۴۳۰ھ میں مسعود غزنوی نے اس کا خاتمہ کیا۔ اس میں چھ فرمانروا ہوئے۔ مرواد یج بن زیار' وشمگیر بن زیار' بہستون ابن وشگمیر' قابوس بن وشمگیر' منوچہر بن قابوس' انوشرواں بن منوچہر)

بیرونی مہمات: مقتدر کے زمانہ میں اندرونی انقلابات کے ساتھ ساتھ بیرونی مہمات اور رومیوں سے معرکہ آرائی کا بھی وسیع سلسلہ جاری رہا۔ ۲۹۶ھ میں مونس مظفر نے اناطولیہ پر فوج کشی کر کے رومیوں کی ایک جماعت گرفتار کی۔ ۲۹۹ھ میں حاکم سرحد رستم نے ارمنی علاقہ پر فوج کشی کی اور بلج ارمنی کا ایک قلعہ فتح کر کے اس کو جلا دیا۔ ۳۰۳ھ میں رومیوں نے جزیرہ کی سرحد پر حملہ کر کے حصن منصور کو لوٹ لیا اور طرطوس اور فراتی علاقہ پر تاخت کی اور بلج ارمنی نے نواح مرعش کو تاراج کیا۔ اس کے انتقام میں مونس نے بڑے اہتمام سے ملطیہ پر فوج کشی کر کے بہت سے قلعے فتح کیے اور مال غنیمت کی بڑی تعداد حاصل کی۔ مقتدر نے اس کے صلہ میں اس کو خلعت سے نوازا۔

ان لڑائیوں کے سلسلہ میں طرفین کے بہت سے قیدی ایک دوسرے کے ہاتھ میں اسیر ہوئے تھے۔ ۳۰۵ھ میں قیصر روم نے ان کی رہائی اور صلح کے لیے اپنے سفیر بغداد بھیجے۔ مقتدر نے خاص دربار منعقد کر کے انہیں شرف باریابی بخشا۔ مصالحت تو نہ ہوسکی' لیکن قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ طے ہوگیا اور مقتدر نے مونس خادم کو ڈیڑھ لاکھ دینار فدیہ دے کر بڑے اہتمام سے مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لیے بھیجا' لیکن طرفین میں معرکہ

آرائی کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ ۳۱۰ھ میں مونس نے کئی رومی قلعے فتح کیے۔ ۳۱۱ھ میں امیر البحر شمالی نے بحری حملہ کیا۔ ۳۱۲ھ میں قیصر روم نے مقتدر کے پاس قیمتی ہدیے بھیج کر پھر صلح اور قیدیوں کی رہائی کی خواہش کی۔ اس مرتبہ اس نے منظور کر لیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد رومیوں نے مسلمانوں کی گرمائی فوجوں پر حملہ کرکے صلح توڑ دی اور ۳۱۴ھ میں دمستق اور ملیح کے ساتھ مل کر ملیطہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے پوری قوت سے مدافعت کی اور ان کو شہر میں نہ داخل ہونے دیا۔ اس ناکامی کے غصہ میں رومیوں نے آس پاس کی آبادیوں کو ویران کر ڈالا اور مسلمانوں کی قبریں کھود کر لاشیں نکال لیں۔ ملیطہ کے باشندوں میں زیادہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ وہ محض اپنی ہمت سے رومیوں کو روکے ہوئے تھے۔ ان کا جوش وخروش دیکھ کر انہوں نے دارالخلافہ سے مدد طلب کی، لیکن یہاں سے کوئی امداد نہ ملی، مگر رومی خود لوٹ گئے۔ ۳۱۵ھ میں پھر انہوں نے حملہ کیا اور شہر میں گھس کر اس کو لوٹا۔ جامع مسجد میں عین نماز کے وقت ناقوس بجایا، لیکن پھر مسلمانوں نے انہیں نکال دیا اور لوٹا ہوا مال بھی واپس لے لیا۔ مقتدر کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے مونس خادم کو ملیطہ جانے کا حکم دیا، لیکن عین اس وقت جب روانگی کے انتظامات مکمل ہو چکے، مونس اور مقتدر میں کشیدگی پیدا ہوگئی اور یہ مہم روانہ نہ ہو سکی۔ اسی سنہ میں دمستق ایک بڑی فوج کے ساتھ دبیل پر چڑھ آیا۔ یہاں کے حاکم نصر السبکی نے ہر چند مدافعت کی، لیکن رومیوں کی آتشباری کی وجہ سے بس نہ چل سکا اور وہ شہر پناہ تک پہنچ گئے اور دیوار توڑ کر شہر میں داخل ہو گئے، لیکن مسلمانوں نے ان کو ٹکنے نہ دیا اور ایک خونریز جنگ کے بعد انہیں شکست دے کر واپس کر دیا۔ اس شکست کے غصہ میں دمستق نے رومیوں کا مذہبی جوش بھڑکا دیا اور انہوں نے ۳۱۶ھ میں بڑی تیاری کے ساتھ آرمینیہ پر فوج کشی کرکے خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے صلح کر لی اور دمستق نے جامع خلاط کے منبر پر صلیب نصب کی۔ بدلیس میں بھی اس نے اسی مذہبی جنون کا ثبوت دیا۔ ان کی یورش دیکھ کر ارزن کے باشندوں نے بغداد جا کر مقتدر سے فریاد کی، لیکن یہاں

کے حالات ایسے تھے کہ کوئی مدد نہ ملی اور سرحدی علاقوں پر رومیوں کی یورش برابر بڑھتی گئی۔ یہاں کے باشندوں میں تنہا ان کو روکنے کی قوت نہ تھی۔ اس لیے ۳۱۷ھ میں انہوں نے پھر مقتدر سے درخواست کی کہ ان کی مدد کی جائے ورنہ وہ رومیوں کی اطاعت قبول کر لینے پر مجبور ہو جائیں گے' لیکن مقتدر خود اپنی مصیبت میں مبتلا تھا۔ اس لیے مدد نہ کر سکا اور ملاطیہ' میافارقین' آمد اور ارزن وغیرہ کے باشندوں نے مجبور ہو کر رومیوں کی اطاعت قبول کر لی اور مذکورہ مقامات ان کے حوالہ کر دیئے۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمانوں نے مدافعت سے مجبور ہو کر اسلامی علاقہ خود رومیوں کے حوالہ کر دیا۔

۳۱۹ھ میں طرسوس کے والی ثمالی اور رومیوں میں جنگ ہوئی اور رومی شکست کھا کر عموریہ میں جمع ہوئے۔ ثمالی بھی ان کے تعاقب میں عموریہ پہنچا' لیکن رومی منتشر ہو گئے اور ثمالی انگورہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اسی زمانہ میں ارمنوں اور رومیوں نے مل کر اسلامی ارمنستان پر فوج کشی کر کے خلاط اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا۔ اس کے انتظام میں امیر مفلح والی آذربائیجان نے ارمنی علاقے کو لوٹا اور بہت سے ارمنی قتل کیے اور رومیوں نے سمیساط کا محاصرہ کر لیا' لیکن سعید بن حمدان والی موصل مدد کے لیے پہنچ گیا۔ اس لیے رومی لوٹ گئے۔ اس کے بعد سعید نے مقتدر کے حکم سے ملطیہ کو رومیوں کے قبضہ سے چھڑایا۔ (یہ حالات ابن خلدون ج ۳' ص ۳۸۴ تا ۳۸۵' اور ابن اثیر کے مختلف سنین سے ملخصاً ماخوذ ہیں)

مقتدر اور امیر الامراء مونس میں اختلاف: مقتدر کی خلافت کا آغاز اس کی مخالفت سے ہوا تھا' لیکن اس وقت خلاف امید حالات اس کے موافق ہو گئے تھے۔ اس لیے وہ تخت خلافت پر قائم رہ گیا' لیکن ترکی غلاموں کے غیر معمولی عروج اور ان کے بارہ میں مقتدر کی سیاست' نظام حکومت میں عورتوں کی مداخلت' حرم شاہی کے غیر معمولی مصارف' وزراء کی بددیانتی اور امراء کی رشک و رقابت نے بالآخر انقلاب کے سامان پیدا کر دیئے اور مقتدر کو تخت خلافت سے اترنا اور آخر میں جان

سے ہاتھ دھونا پڑا۔

مونس مقتدر کا ایک معمولی غلام تھا۔اس نے اس کو بڑھاتے بڑھاتے امیر الامراء کے درجہ تک پہنچا دیا اور وہ تمام امور مملکت پر حاوی ہو گیا' پھر دونوں میں بدگمانی اور کشیدگی شروع ہو گئی۔اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ۳۱۵ھ میں مقتدر کے ایک خادم نے مونس کو اطلاع دی کہ وہ اس کو قتل کرانے کی فکر میں ہے۔مقتدر کو اس کی خبر ہو گئی۔اس نے مونس سے اس کی تردید کی۔مونس نے اس کو یقین دلایا کہ اس کا اس نے کوئی اثر نہیں لیا اور وہ بدستور امیر المومنین کا ادنیٰ غلام ہے اور محض آقا و خادم میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے یہ شکایت کی گئی ہے۔

اس کے بعد ۳۱۶ھ میں مقتدر کے ماموں زاد بھائی ہارون بن غریب اور بغداد کے شحنہ نازوک کے درمیان ایک معمولی واقعہ پر اختلاف ہو گیا۔نازوک نے مقتدر سے اس کی شکایت کی۔اس نے درمیان میں پڑنا مناسب نہ سمجھا۔اس لیے ان دونوں نے خود ہی مقابلہ کر کے باہم فیصلہ کر لینا چاہا۔مقتدر نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔ہارون مقتدر کا عزیز تھا۔اس لیے نازوک مقتدر سے بدگمان ہو گیا اور چونکہ وہ بغداد کا شحنہ تھا' اس لیے ہارون کو بغداد چھوڑ کر ہٹ جانا پڑا۔ہارون کے بغداد چھوڑنے کے بعد یہ افواہ اڑ گئی کہ مقتدر اس کو امیر الامراء بنانا چاہتا ہے۔امیر الامراء مونس اس وقت رقہ میں تھا۔یہ افواہ سن کر فوراً بغداد واپس آیا۔ایک مرتبہ دونوں میں بدگمانی کے اسباب پیدا ہو چکے تھے اور ہارون مقتدر کا عزیز قریب تھا۔اس لیے مونس کو اس افواہ کے ماننے میں تامل نہ ہوا' چنانچہ بغداد واپس آنے کے بعد اس مرتبہ معمول کے مطابق وہ مقتدر کے پاس نہیں آیا۔اس لیے مقتدر کو بھی اس سے بدگمانی ہو گئی۔اتفاق سے اسی زمانہ میں مقتدر نے ہارون کو واپس بلا کر قصر خلافت میں ٹھہرایا۔اس سے مونس کا شبہ یقین کے درجہ تک پہنچ گیا اور دونوں میں علانیہ کشیدگی پیدا ہو گئی۔امیر ابوالہیجا بن حمدان والی جبل اور دوسرے امراء کو جو مقتدر کے خلاف تھے' اس کی اطلاع ہوئی تو وہ مونس کے ساتھ ہو

گئے اور ۳۱۷ھ میں مونس نے مقتدر کو لکھا کہ شاہی خدم وحشم اور حرم سلطانی کے بے جا مصارف، جاگیروں پر ان کے قبضہ وتصرف اور امور سلطنت میں ان کی مداخلت سے فوج میں برہمی ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ جاگیریں ان کے قبضہ سے نکال لی جائیں۔ خدم وحشم کو الگ کر دیا جائے اور ہارون بن غریب کو قصر خلافت سے نکال دیا جائے۔ مقتدر نے اس کا مفصل جواب دیا اور وعدہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہو گا یہ مطالبات پورے کیے جائیں گے اور مونس کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ہارون بن غریب کو شام وجزیرہ کی سرحد کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔

مقتدر کی معزولی اور دوبارہ حصول خلافت: لیکن اس سے بھی مخالفین کی تشفی نہ ہوئی اور محرم ۳۱۷ھ میں مونس نازوک، ابوالہیجا اور دوسرے امراء نے مقتدر اور اس کے اہل وعیال کو قصر خلافت سے گرفتار کر کے مونس کے محل میں گرفتار کر دیا اور اس کے سوتیلے بھائی محمد کو خلیفہ بنا کر قاہر باللہ کا لقب دیا اور قاضی ابوعمرو مالکی کے سامنے مقتدر سے باقاعدہ خلافت سے دستبرداری لکھوالی اور نازوک نے قصر خلافت کی شاہی فوج مصافیہ کو قصر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ اس سے مصافیہ میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ اس نے نئے خلیفہ قاہر سے حق بیعت اور ایک سال کی تنخواہ کا مطالبہ کیا اور اس کی فرودگاہ پر حملہ کر دیا۔ قاہر نے نازوک کو سمجھانے کے لیے بھیجا۔ مصافیہ نے اس کو قتل کر دیا اور مقتدر کے نام کا نعرہ لگایا۔ اس ہجوم اور شورش کو دیکھ کر قاہری امراء بھاگ گئے اور انہوں نے قصر خلافت کو چھوڑ دیا۔ ابوالہیجاء نے بھی نکل جانا چاہا۔ قاہر نے اس کا دامن تھام لیا کہ میں تمہارے سہارے پر ہوں اور تم مجھے دشمنوں کے حوالہ کیے دیتے ہو۔ ابوالہیجاء نے اس کو اطمینان دلایا کہ میں ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ آپ بھی میرے ساتھ چلے چلیے میں اپنے قبیلہ کو لے کر آپ کی حمایت میں لڑوں گا اور قاہر کو بھی ساتھ لے جانا چاہا، لیکن باہر مخالفوں کا ہجوم تھا۔ اس لیے نہ جا سکا۔ اس دوران میں امیر مفلح نے جو مقتدر کا حامی تھا۔ حجریہ کو بھڑکا دیا کہ امیر المومنین

کے دشمنوں سے بدلہ لینے کا یہی موقعہ ہے' پھر ایسا موقعہ نہ ملے گا۔ ابوالہیجاء کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس لیے حجریہ نے پھاٹک توڑ کر اس کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف مصافی فوج نے مونس کے محل پر حملہ کر کے مقتدر کو نکال لیا اور کندھوں پر بٹھا کر قصر خلافت میں واپس لے آئی اور قاہر کو پکڑ کے اس کے سامنے پیش کیا۔ اس کا خود کوئی قصور نہ تھا۔ امراء نے زبردستی اس کو خلیفہ بنایا تھا۔ اس لیے مقتدر نے اس سے کوئی بازپرس نہیں کی اور اسے گلے لگا کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم کو مجبور کیا گیا' اس لیے میری طرف سے تم بالکل اطمینان رکھو۔ مجھ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا اور اس کو اپنی ماں کے مکان میں نظر بند کر دیا۔ اس نے اس کو بڑی محبت سے رکھا اور اس کی راحت و آسائش کے تمام سامان مہیا کر دیئے۔ مقتدر کی واپسی کے بعد نازوک اور ابوالہیجا کے سروں کی تشہیر کی گئی۔ مقتدر نے تجدید بیعت کا فرمان جاری کیا۔ فوج کی تنخواہ تقسیم کی۔ خزانہ میں روپیہ کم تھا' اس لیے شاہی ساز و سامان بیچ کر فوج کو عطایا و انعامات دیئے اور امیر مونس بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ (ابن مسکویہ اور ابن اثیر نے یہ واقعات بہت طویل لکھے ہیں۔ ان کا ضروری خلاصہ نقل کیا گیا ہے۔ دیکھو تجارب الامم ج ا' صآ خر' ص ۱۸۹' و ابن اثیر ج ۸' ص ۶۲ تا ۶۵)

امیر الامراء مونس اور حاجب یاقوت کا اختلاف: اس وقت تو مقتدر کو دوبارہ خلافت مل گئی' لیکن امیر مونس کی جاہ پسندی اور امراء و ارکان سلطنت کی خود غرضی اور رشک و رقابت کی وجہ سے دو ہی سال کے بعد پھر اختلافات شروع ہو گئے۔ عباسی امراء میں دو پارٹیاں تھیں اور دونوں ایک دوسرے کا زور توڑنے کی فکر میں رہتی تھیں۔ امیر الامراء مونس اور عباسی وزیر سلیمان ایک پارٹی کے سرغنہ تھے اور حاجب دولت یاقوت اور اس کا لڑکا محمد شحنہ بغداد دوسری پارٹی کے۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے احتساب کا عہدہ بھی محمد بن یاقوت کے متعلق کر دیا۔ اس سے اس کا درجہ بڑھ گیا۔ مونس

پر گراں گزرا۔ اس نے کہا، احتساب کا عہدہ قاضی یا عدل سے متعلق ہونا چاہیے، ابن یاقوت اس کا اہل نہیں ہے۔ مقتدر بے بس تھا، اسے مونس کے کہنے پر عمل کرنا پڑا، لیکن اس پر بھی فتنہ نہ دبا اور فریقین اپنی اپنی جماعت لے کر نکل آئے اور مونس نے مقتدر کو مجبور کیا کہ وہ یاقوت اور محمد کو ان کے کل عہدوں سے الگ کر کے بغداد سے دور ہٹا دے۔ اسے بھی مقتدر کو ماننا پڑا اور اس نے یاقوت کو کرمان و فارس اور محمد کو سجستان اور دوسرے لڑکے مظفر کو اصفہان کا والی بنا کر بھیج دیا اور اس کی جگہ ابراہیم رائق کو حاجب اور اس کے بھائی محمد کو بغداد کا شحنہ مقرر کیا۔

مونس اور وزیر حسین قاسم میں اختلاف اور مونس کا فرار: مقتدر کے مصارف کی کثرت حرم سلطانی کے اسراف اور محاصل کی قلت کی وجہ سے حکومت کا مالی نظام بالکل بگڑ گیا تھا۔ اس کی آمدنی مصارف کے لیے کافی نہ ہوتی تھی۔ تنخواہوں اور وظیفوں تک کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے ۳۱۹ھ میں وزیر سلیمان بن وہب کو الگ کر کے اس کی جگہ ابوالقاسم کلواذانی کا تقرر ہوا، لیکن یہ بھی حکومت کا میزانیہ نہ سنبھال سکا، تو حسین بن قاسم کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ مونس کو اطلاع ملی کہ حسین بن قاسم اس کے مخالف فوجی افسروں سے مل کر اس کے خلاف سازش کرتا ہے۔ اس لیے اس کے درپے ہو گیا اور حسین کو اس کے شر سے بچنے کے لیے دارالخلافہ میں پناہ لینا پڑی۔ اس سے مونس کا غصہ اور تیز ہو گیا اور اس نے مقتدر پر زور ڈال کر حسین کو الگ کر دیا۔ حسین عالی دماغ شخص تھا۔ وہ ہمت نہ ہارا اور مونس کے مقابلہ میں آ گیا اور مقتدر کو یقین دلایا کہ مونس اس کے لڑکے ابوالعباس کو شام لے جا کر خلیفہ بنانا چاہتا ہے اور مونس کے مخالف امراء محمد بن یاقوت اور ہارون بن غریب اور غلمان حجریہ کو اپنے ساتھ ملا کر مونس کے خلاف ایسی فضا پیدا کر دی کہ اسے بغداد چھوڑ کر موصل جانا پڑا۔ راستہ سے اس نے اپنے غلام بشری کے ہاتھ مقتدر کے پاس ایک تحریر بھیجی اور تاکید کر دی کہ علاوہ اور کسی کے ہاتھ میں نہ پڑنے

پائے، لیکن حسین کو معلوم ہو گیا۔ اس نے زبردستی خط چھنوا لیا اور غلام کو پٹوا کر قید کر دیا اور اس سے تین لاکھ اشرفی وصول کر کے اس کا گھر لٹوا دیا اور مونس اور جو امراء اس کے ساتھ گئے تھے، ان سب کی املاک اور جاگیریں ضبط کرالیں۔ اس سے شاہی خزانہ میں بڑی دولت جمع ہو گئی۔ اس کارگزاری پر مقتدر نے حسین کو عماد الدولہ کے لقب سے نوازا اور سکوں پر اس کا نام نقش کروایا اور حسین نے ان تمام امراء کو جو مونس کے ساتھ تھے، حکم دیا کہ وہ بغداد لوٹ آئیں۔ اس حکم پر بہت سے امراء واپس آ گئے۔

موصل پر مونس کا قبضہ: مونس اس غلط فہمی میں تھا کہ حسب معمول مقتدر اسے منا کر بلا لے گا۔ جب اس کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ مایوس ہو کر موصل چلا گیا۔ حسین نے آل حمدان کو خط لکھ بھیجا کہ وہ اس کو اپنے حدود میں نہ داخل ہونے دیں۔ انہیں مقتدر کے ساتھ ابوالہیجا اور حسین بن حمدان کی بدسلوکی کی تلافی کا ایک موقع ہاتھ آ گیا۔ اس لیے وہ تیس ہزار فوج لے کو مونس کے روکنے کے لیے بڑھے۔ اس نے کل آٹھ سو کی مختصر جماعت سے ان کو نہایت فاش شکست دی اور موصل پر قبضہ کر لیا۔

بغداد پر فوج کشی: خود بینی اور جاہ پسندی کے ساتھ مونس میں یہ ایک بڑی خوبی تھی کہ وہ بڑا فیاض اور محسن تھا۔ اپنے زمانہ عروج میں اس نے لوگوں کے ساتھ بڑے احسانات کیے تھے۔ اس لیے موصل پر اس کے قبضہ کی خبر سن کر بغداد شام اور مصر تک کے آدمی اس کے پاس پہنچ گئے۔ بغداد کی وہ فوجیں بھی جنہیں عرصہ سے تنخواہ نہ ملی تھی، موصل چلی گئیں۔ مونس ان سب کو لے کر ۳۲۰ھ میں بغداد کی طرف بڑھا۔ مقتدر نے ابوالعلاء سعید بن حمدان اور صافی بصری کو مونس کے روکنے کے لیے سر من رای اور محمد بن یاقوت کو معشوق روانہ کیا۔ اس دوران میں مونس تکغریت پہنچ گیا اور محمد بن یاقوت کی سپاہ اس کا ساتھ چھوڑ کر بغداد بھاگ گئی۔ اس لیے اس کو بھی لوٹ جانا پڑا اور مونس بغداد پہنچ کر باب شماسیہ کے قریب ٹھہرا۔ اس کے آتے ہی بغداد

میں بے چینی پیدا ہوگئی۔ عمال نے روپیہ بھیجنا بند کر دیا۔ مقتدر نے ہارون بن غریب کو مونس کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے عذر کیا کہ میری فوج میں زیادہ تر مونس ہی کے آدمی ہیں۔ کچھ دیلمی ہیں، جن پر مجھ کو مطلق اعتماد نہیں۔ وزیر دولت نے مجبور کر کے اس کو آمادہ کیا، لیکن سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ خزانہ بالکل خالی تھا اور فوج بغیر روپیہ کے لڑنے کیلئے آمادہ نہ تھی۔ اس لیے مقتدر نے جنگ کی تیاری کے لیے واسط چلے جانے کا ارادہ کیا۔ محمد بن یاقوت نے روکا اور کہا کہ آپ خود مقابلہ کے لیے نکلیں۔ آپ کو دیکھنے کے بعد مونس کی فوجیں کبھی آپ سے لڑنے کی جرات نہ کریں گی اور اس کو چھوڑ کر آپ سے مل جائیں گی۔ وزیر نے بھی اس مشورہ کی تائید کی۔

مقتدر اور مونس کا مقابلہ، مقتدر کی شکست اور قتل: اس لیے بادل ناخواستہ مقتدر کو آمادہ ہونا پڑا اور شوال ۳۲۰ھ میں وہ بڑے اہتمام سے مونس کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ ردائے نبوی دوش پر تھی، جلو میں قراء وفقہاء کلام مجید کی تلاوت کرتے جاتے تھے، چاروں طرف فوجیں تھیں، پیچھے افسران فوج اور عمال حکومت کی قطار تھی۔ اس شان سے وہ رزم گاہ تک آیا۔ میدان جنگ کے قریب اس کو ایک بلند مقام پر کھڑا کر دیا گیا۔ مونس کی فوجیں پہلے سے تیار تھیں۔ دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ مونس کی فوجوں کو متاثر کرنے کے لیے عباسی امراء نے تھوڑی دیر کے لیے مقتدر کو میدان جنگ میں لے جانا چاہا، لیکن اس پر اتنا خوف طاری تھا کہ اس کے لیے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ بڑے اصرار کے بعد آمادہ بھی ہوا تو اس وقت جبکہ اس کا وقت گزر چکا تھا۔ محمد بن یاقوت نے بڑی شجاعت کے ساتھ مونس کا مقابلہ کیا اور اس کے بہت سے افسروں کو گرفتار کر لیا، لیکن تنہا اس کی شجاعت کام نہ آسکی اور مونس نے عباسی فوجوں کو پسپا کر دیا۔ اس وقت مقتدر میدان جنگ میں دکھائی دیا، لیکن اب اس کا آنا لاحاصل تھا۔ تاہم مونس کی فوج پر یہ اثر ہوا کہ اس کا ایک سردار علی بن بلیق مقتدر کو دیکھ کر فوراً اس کے پاس پہنچا اور زمین بوس ہو کر عرض کی کہ آپ کہاں جاتے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

طرح اس خاندان نے بھی...... عباسیوں کے زیر سایہ بڑی ترقی کی اور فضل و کمال، خلق و شرافت اور فیاضی میں بڑی ناموری حاصل کی۔ ابوالحسن بھی ان موروثی اوصاف کا حامل اور تدبیر و سیاست میں ممتاز تھا۔ یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اکثر ارکان سلطنت مقتدر کے خلاف تھے۔ ابوالحسن نے حسن تدبیر سے رفتہ رفتہ ان کی مخالفت ختم کر دی۔ اس کے حسن سیاست کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے، کہ مقتدر نے دوبارہ تخت خلافت پر بحال ہونے کے بعد جب ابن فرات کو وزیر بنایا اور اس کے سامنے عباسی امراء کی وہ تحریریں جو انہوں نے مقتدر کی معزولی کے سلسلہ میں لکھی تھیں، پیش کی گئیں تو اس نے انہیں بغیر پڑھے ہوئے جلوا دیا اور کہا اگر میں ان کو پڑھ لیتا تو دونوں کی نیتوں میں فتور آ جاتا۔ اس صورت میں اگر میں ان امراء کو سزا دیتا تو سلطنت کے بہت سے ارکان ضائع ہو جاتے اور اگر چھوڑ دیتا تو بھی ان کے دل صاف نہ ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقتدر کے مخالفین بھی اس کے موافق ہو گئے۔ ابن فرات مختلف اوقات میں تین مرتبہ وزیر ہوا اور معزول کیا گیا۔ (الفخری ص ۲۳۹، ۲۴۰) آخری مرتبہ قرامطہ کی حمایت کے الزام میں اہل بغداد کے مطالبہ پر قتل کیا گیا۔ (ابن اثیر ج ۸، ص ۴۸)

ابن فرات کے بعد ابوعلی محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت ملا۔ یہ اس عہدہ کے اوصاف سے بالکل معریٰ اور نہایت بدکردار اور راشی شخص تھا۔ عہدوں کی تجارت کرتا تھا۔ اس کی رشوت کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ اس نے ایک دن میں انیس آدمیوں سے رشوت لے کر انہیں ایک ہی عہدہ پر مقرر کیا۔ جب یہ لوگ ایک دوسرے سے ملے تو یہ راز کھلا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جس کا تقرر سب سے آخر میں ہوا ہو اس کو صحیح سمجھا جائے۔ باقی اٹھارہ آدمی اس کے پاس پہنچے۔ ابوعلی ان سب سے رشوت لے چکا تھا، اس لیے انہیں کسی نہ کسی کام میں لگانا پڑا۔ (الفخری ص ۲۴۱)

اپنی نااہلی کی وجہ سے ۳۰۰ھ میں معزول کیا گیا اور اس کی جگہ علی بن عیسیٰ کا تقرر

ہوا۔ یہ ذی علم اور بڑا دیندار وزیر تھا۔ عباسی تاریخ میں اس سے زیادہ متقی اور دیندار وزیر نہ گذرا تھا۔ حافظ قرآن تھا' حدیث میں بھی درک رکھتا تھا۔ حساب کا ماہر اور اہل علم کا قدردان تھا۔ صدقات وخیرات میں ہزاروں روپے صرف کرتا تھا۔ اس کی آمدنی اسی (۸۰) ہزار دینار سالانہ سے اوپر تھی۔ اس کا نصف حصہ اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر صرف کرتا تھا اور نصف فقراء و مساکین پر۔ حکومت کی جانب سے بھی اس نے کار خیر کے لیے اوقاف کیے اور ''دیوان البر'' کے نام سے ان کا ایک خاص شعبہ قائم کیا۔ رعایا کی دادرسی کے لیے روزانہ صبح سے عصر تک اجلاس کرتا تھا۔ امور مملکت میں بھی تجربہ کار تھا۔ اس لیے انتظامی حیثیت سے بھی اس کا دور وزارت کامیاب رہا۔

(تاریخ خطیب ج ۲' ص ۱۴' ۱۵' و الفخری ص ۲۴۲)

لیکن ابن فرات کی جماعت نے علی بن عیسیٰ کی جگہ پھر ابن فرات کو لانے کے لیے علی کو اتنا ستایا کہ اس نے کئی مرتبہ استعفاء پیش کیا' لیکن مقتدر منظور نہ کرتا تھا۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۳۱) مگر خود مقتدر حرم سلطانی کے اثر میں تھا۔ خصوصاً اس کی ماں کی قہرمانہ ام موسیٰ حرم سے لے کر دربار تک حاوی تھی۔ وہ کسی بات پر علی سے برہم ہوگئی اور اس کی شکائتیں کر کے مقتدر اور اس کی ماں کو علی کے خلاف اتنا ورغلایا کہ اس نے ۳۰۴ھ میں اس کو معزول کر دیا۔ (الفخری ص ۲۲۴) ابن اثیر اور ابن مسکویہ کا بیان ہے کہ علی بن عیسیٰ کو معزولی کے بعد ابن فرات وزیر بنایا گیا' لیکن الفخری کا بیان ہے کہ حامد بن عباس وزیر ہوا۔ اس میں کوئی اہلیت نہ تھی۔ شکوہ و تجمل کا دلدادہ تھا۔ مزاج میں سختی اور غیظ و غضب غالب تھا۔ بڑی سنگدلی سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ اس لیے چند دنوں کے بعد الگ کر دیا گیا اور محمد بن عبید اللہ کا دوبارہ تقرر ہوا' لیکن چند ہی دنوں کے بعد اسے بھی علیحدہ کر دیا گیا اور ابو العباس' احمد بن عبید اللہ بن احمد بن خصیب کا تقرر ہوا۔ اس کے بارہ میں مورخین کے بیانات بالکل متضاد ہیں۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ وہ بڑا عاقل' متدین اور ذی علم تھا۔ اخبار عرب کا خاص ذوق رکھتا تھا۔ فصیح و بلیغ اور

ابن مقلہ کے بعد ابوالقاسم سلیمان بن حسن مخلد وزیر ہوا۔ اس میں کوئی وصف نہ تھا۔ محض اتفاق وقت اور علی بن عیسیٰ کی سفارش سے اس کو یہ عہدہ مل گیا تھا۔ (ابن خاکان جلد ۲' ص ۶۱) اسی لیے وہ اس کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں حکومت کی آمدنی بہت گھٹ گئی۔ اخراجات پورے نہ ہوتے تھے اور ہر طرف سے روپے کی مانگ تھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر جن لوگوں کو محض اعزاز کے لیے وزارت کی تمنا تھی۔ انہوں نے اخراجات کی ذمہ داری لے کر وزارت کی خواہش کی' چنانچہ ابوالقاسم کے بجائے عبیداللہ بن محمد کلواذانی کو یہ منصب ملا' لیکن یہ بھی مالیات کو نہ سنبھال سکا اور دولت مندوں سے استحصال زر کرنا پڑا۔ روپیہ کی قلت کی وجہ سے فوج بھی اس سے بگڑ گئی۔ اس لیے وہ خود وزارت سے مستعفی ہو گیا۔ (الفخری ص ۲۴۹' وابن اثیر ج ۸' ص ۔ ۷) اس کے بعد حسین بن قاسم بن عبداللہ بن سلیمان وزیر مقرر ہوا' تو اس کے گھر میں چار پشتوں سے وزارت چلی آتی تھی' لیکن خود اس میں اس کی کوئی اہلیت نہ تھی۔ اس لیے وہ بھی ناکام رہا اور ۳۱۹ھ میں معزول کیا گیا۔ اس کی مدت وزارت کل سات مہینے تھی۔ (الفخری ص ۲۴۷)

حسین بن قاسم کے بعد ابوالفضل جعفر بن فرات کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ یہ بھی اپنے پیش رو کی طرح اوصاف وزارت سے معریٰ تھا۔ اس کی وزارت کے زمانہ میں مقتدر کا وقت آخر ہو گیا۔

مقتدر نے اگرچہ ۲۵ سال کی طویل مدت تک حکومت کی' لیکن اس کا سارا زمانہ شورش و انقلاب میں گزرا۔ دو مرتبہ تخت سے اتارا گیا۔ دوسری مرتبہ جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔

وہ عقل و دانش و تدبیر و سیاست سے عاری نہ تھا' لیکن عیش پرستی نے بالکل ناکارہ کر دیا تھا۔ (تاریخ خطیب ج ۷' ص ۲۱۸) اس کو امور مملکت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ہر وقت عورتوں کی صحبت اور نبیذ نوشی میں غرق رہتا تھا۔ (ابن اثیر ج ۸'

ص ۸۶)عورتیں اس پر حاوی ہوگئی تھیں۔اس کی ماں اور اس کی قہرمانہ ام موسیٰ حکمرانی کرتی تھیں۔ان کے سامنے وزراء تک کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔علی بن عیسیٰ جیسے وزیر کو ایک ادنیٰ قہرمانہ کے معزول کرا دینے کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔

اس کی اس غفلت کی وجہ سے امراء اور ارکان سلطنت میں جاہ و اقتدار کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔مونس کے مقابلہ میں اس کی بے بسی کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔ دوسری خرابی اس کا اسراف بے جا تھا۔اس نے ظاہری طمطراق اتنا بڑھا دیا تھا کہ حکومت اس کے اخراجات کی متحمل نہ رہ گئی تھی۔اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ محل شاہی میں محض گیارہ ہزار خواجہ سرا تھے۔(تاریخ الخلفا ص ۳۹۴)

لونڈیوں اور محلات شاہی پر بے دریغ روپیہ لٹاتا تھا۔خزانہ کے تمام قیمتی جواہرات ان میں تقسیم کر دیئے تھے۔اس کی تخت نشینی کے وقت خزانہ قیمتی جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ان میں بعض جواہرات نادرۂ روزگار تھے۔تین مثقال وزن کا ایک در یتیم لونڈی کو دے دیا۔بیش قیمت جواہرات کی ایک نادر تسبیح قہرمانہ کو دے دی۔ہارون رشید کا خریدا ہوا تین لاکھ اشرفی کا ایک یاقوت بھی اسی طرح ضائع کر دیا اور تھوڑی مدت میں خزانہ جواہرات سے خالی ہو گیا۔(تاریخ الخلفا ص ۳۹۴' والفخری ص ۲۳۴)

ایک ایک دربار کی شان و شوکت میں لاکھوں روپیہ صرف ہو جاتا تھا۔۳۰۵ھ میں روم کے سفراء کی باریابی کی تقریب میں ایک خاص دربار منعقد کیا تھا۔اس کی شان و شوکت پر لاکھوں روپیہ صرف کیا۔خطیب نے اس دربار کی پوری تفصیل لکھی ہے۔جس سے عباسی تمدن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔اس کی اس بے جا نمائش اور اسراف کی وجہ سے مصارف بہت بڑھ گئے تھے۔حکومت کے مصارف کے علاوہ مقتدر نے اپنے تعیش میں جو دولت اڑائی' اس کا تخمینہ مورخین نے سات کروڑ اشرفی لگایا ہے۔(ابن اثیر ج ۸' ص ۶۷)فضول خرچی نے خزانہ خالی کر دیا تھا۔اکثر ملازموں کی تنخواہ کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔فوج کی کئی کئی مہینے تنخواہ چڑھ جاتی

تھی۔ بعض مرتبہ تنخواہ کی تقسیم کے لیے شاہی سامان فروخت کرنے کی نوبت آ جاتی تھی۔

رفاہ عام کے کام: مقتدر کی ماں بڑی دولت مند تھی۔ اس نے اپنی آمدنی سے بعض مفید کام کیے۔ سرحدوں کی حفاظت اور مکہ مدینہ اور غرباء و مساکین کے لیے بہت بڑا وقف کیا تھا۔ جس پر مقتدر کے بعد قاہر نے زبردستی قبضہ کر لیا۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۷۷) اس نے اپنے ذاتی صرف سے ایک شفاخانہ بھی قائم کیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۹۰)

محمد بن معتضد الملقب بہ قاہر باللہ

(۳۲۱ھ تا ۳۲۲ھ مطابق ۹۳۳ء تا ۹۳۴ء)

مقتدر کے بعد قاہر باللہ تخت نشین ہوا۔ مقتدر کے قتل کے بعد جب انتخاب خلیفہ کا مسئلہ پیش ہوا تو مونس نے اس کے قتل کی تلافی کے لیے اس کے لڑکے احمد کا نام پیش کیا اور کہا وہ میری تربیت میں رہ چکا ہے۔ عاقل و فرزانہ پابند مذہب' شریف الطبع' فیاض اور وعدہ کا پابند ہے۔ اس سے اس کی بھی توقع ہے کہ اپنی دادی' بھائیوں اور ماں کے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا' لیکن امیر ابو یعقوب' اسحاق بن اسماعیل نوبختی نے اس سے اختلاف کیا اور کہا ہم کو بڑی دشواری کے بعد ایسے خلیفہ سے نجات ملی ہے جو اپنی ماں' خادمہ اور خدام کے اشاروں پر چلتا ہو۔ اب دوبارہ ہم اس مشکل میں نہ پڑیں گے۔ خلیفہ ایسے شخص کو ہونا چاہیے جو مردانہ اوصاف رکھتا ہو اور اپنی ذات اور ہم سب کو سنبھال سکے۔ نوبختی اس اختلاف پر سختی سے قائم رہا کہ مونس کو اپنی تجویز واپس لینا پڑی۔ نوبختی نے اپنی جانب سے معتضد کے لڑکے محمد کا نام پیش کیا اسے مونس ناپسند کرتا تھا' لیکن نوبختی کے اصرار کی وجہ سے مجبوراً اسے ماننا پڑا اور آخر شوال ۳۲۱ھ میں محمد ابن معتضد تخت نشین ہوا اور قاہر باللہ لقب اختیار کیا۔

قاہر بڑا بہادر اور بڑے سطوت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ اس نے امراء کی سرکشی کو دور

کرنے اور خلافت کے وقار کو قائم کرنے کی پوری کوشش کی' لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔
تخت نشینی کے بعد قاہر نے مقتدر کی ماں کو گرفتار کر کے' جس کی دولت مندی کے بڑے افسانے مشہور تھے' اس پر سختی شروع کی۔ اس نے انکار کیا اور کہا اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں روپے کے لیے اپنے لڑکے کی جان کیوں گنواتی۔ اس کے انکار پر قاہر نے کوشش کی کہ وہ اوقاف ہی سے دست بردار ہو جائے اور قاہر کو ان کے بیچنے کا اختیار دے دے' لیکن اس نے اس سے بھی انکار کیا اور کہا میں نے ان کو کار خیر کے لیے وقف کیا ہے۔ اب نہ اس کو توڑ سکتی ہوں اور نہ ان کے فروخت کرنے کا اختیار دے سکتی ہوں۔ آخر میں قاہر نے قضاۃ کے سامنے اس سے زبردستی دستبرداری لکھوا کر ان کو گواہ بنایا اور اوقاف کو فوج کے اخراجات کے بدلہ میں دے دیا۔ اوقاف پر قبضہ کے بعد قاہر نے مقتدر کے بھائیوں اور اس کے دوسرے متعلقین کو گرفتار کیا اور ان سے روپیہ حاصل کر کے انہیں حسن بن ہارون کے سپرد کر دیا۔ اس نے ان کے ساتھ شریفانہ سلوک کیا۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۷۷) ابن خلدون کا بیان ہے کہ ابن مقلہ اور امیر بریدی وغیرہ کی دولت پر بھی قبضہ کر لیا۔

عبدالواحد بن مقتدر کی اطاعت: مقتدر کے قتل کے بعد اس کا لڑکا عبدالواحد اور اس کے بہت سے متعلقین مدائن بھاگ گئے تھے۔ ان کی جانب سے قاہر کو مخالفت کا خطرہ تھا۔ ان میں سے امیر ہارون بن غریب نے تین لاکھ نذر پیش کر کے جان بخشی کرا لی۔ اس لیے قاہر نے اس کی جائیداد جو اس کے فرار کے بعد ضبط کر لی گئی تھی' واپس کر دی اور اس کو ماء الکوفہ' ماسبذان اور مہر جانقذف کا حاکم بنا دیا۔ ہارون کی علیحدگی کے بعد عبدالواحد اور اس کے ساتھ کے امراء نے سوس اور اہواز کے عمال کو ہٹا کر یہاں کا خراج وصول کر لیا اور اہواز میں مقیم ہو گئے۔ امیر عبداللہ بریدی نے مونس کو توجہ دلائی کہ عبدالواحد کو اس طرح آزاد چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے اور اس کے مقابلہ کے لیے اس شرط پر پچاس ہزار پیش کیے کہ اسے اہواز کا والی بنا دیا

جائے۔مونس نے منظور کرلیا اور امیر بلیق کو عبدالواحد کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ادھر اہواز میں عبدالواحد کے ساتھ جو فوج تھی وہ محمد بن یاقوت کے ناپسندیدہ طرزعمل کی وجہ سے بددل ہو رہی تھی۔اس لیے جب بلیق واسط کے قریب پہنچا تو عبدالواحد کی فوج نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے بعض فوجی افسر امیر بلیق سے مل گئے۔اس لیے امیر عبدالواحد اور اس کے ہمراہیوں نے بھی مجبور ہو کر مونس سے جان بخشی کرا کے اطاعت قبول کرلی اور بغداد لوٹ آئے۔مقتدر نے عبدالواحد کی ضبط شدہ جائداد اور اس کی ماں کا کل روپیہ واپس کر دیا۔(ابن اثیر ج ۸ ص ۷۷)

مونس اور قاہر میں اختلاف اور مونس اور اس کی جماعت کا قتل: امیر مونس شروع سے قاہر کو ناپسند کرتا تھا اور اس کو خلیفہ بنانے کے خلاف تھا۔قاہر کو بھی مونس پر اعتماد نہ تھا۔اس لیے امیر محمد بن یاقوت کے بغداد واپس آنے کے بعد قاہر نے اس کو بڑھانا شروع کیا۔اس کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ابن یاقوت اور وزیر ابن مقلہ میں پرانی مخالفت تھی۔اس لیے دربار میں ابن یاقوت کا عروج و اقتدار ابن مقلہ پر بہت گراں گزرا اور اس نے اس کا زور توڑنے کے لیے مونس کو بھڑکایا کہ ابن یاقوت عیسیٰ طبیب کے ذریعہ تمہارے خلاف قاہر سے سازباز کر رہا ہے۔اس کو قاہر کے ساتھ بدگمانی تھی ہی، اس لیے یقین ہو گیا اور قاہر کی نقل و حرکت کی خفیہ نگرانی شروع کرادی۔اس کی اطلاع کے بغیر کوئی شخص اور کوئی چیز قصر سلطانی میں نہ جانے پاتی تھی۔محل میں آنے جانے والی عورتوں اور کھانے کے خوانوں تک کی تلاشی لی جاتی تھی کہ اس کے ذریعہ سے کوئی تحریر باہر سے اندر نہ جانے پائے۔(طبری اور ابن اثیر وغیرہ میں ان واقعات کی بڑی طویل تفصیل ہے۔ہم نے اس کا خلاصہ لکھا ہے) قاہر کو اس کی خبر ہو گئی۔اس نے بلیق اور مونس کی گرفتاری کا خفیہ حکم دے دیا۔ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو مونس، بلیق اور ابن مقلہ تینوں نے مل کر قاہر کو معزول کر کے مکتفی باللہ کے لڑکے ابواحمد کو خلیفہ بنانے کی تدبیر شروع کر دی۔قاہر کو اس کی بھی خبر ہو گئی۔اس نے ان تینوں کو گرفتار

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کرتا تھا‘ لیکن اس کے لڑکے علی‘ حسن اور احمد بیدار بخت تھے۔ انہوں نے اپنی کوششوں سے حکومت حاصل کی۔ بعد میں یہی تینوں عمادالدولہ‘ رکن الدولہ‘ معزالدولہ کے لقب سے مشہورہ ہوئے۔ (بنی بویہ کا زمانہ گو ۳۵‘ ۳۶ سال سے زیادہ نہیں‘ لیکن ان کے کارناموں اور عظمت وشان کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اس خاندان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس حکومت کا بانی عمادالدولہ تین بھائی تھے۔ عمادالدولہ‘ رکن الدولہ اور معزالدولہ اور تینوں نے ایران وعراق میں علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کیں۔ عمادالدولہ کے سلسلہ میں عضدالدولہ‘ صمصام الدولہ‘ اشرف الدولہ‘ بہاؤالدولہ‘ سلطان الدولہ‘ جلالی الدولہ اور ملک الرحیم فرمانروا ہوئے۔ رکن الدولہ کے سلسلے میں فخر الدولہ‘ مجدالدولہ‘ علاءالدولہ‘ ظہیر الدولہ اور معزالدولہ کے سلسلہ میں صرف عزالدولہ ہوا۔ یہ حکومت ۳۲۲ھ میں قائم ہوئی اور ۳۶۸ھ میں سلجوقیوں نے اس کا خاتمہ کر دیا) ان کی ابتدائی تاریخ یہ ہے کہ سامانیہ اور ماوراءالنہر اور علویہ طبرستان کی فوج میں بہت سے دیلمی تھے۔ ان میں سامانی فوج کا افسر اسفار بن شیرویہ دیلمی اور علوی فوج کا افسر ماکان بن کاکی دیلمی بہت ممتاز تھے‘ علی‘ حسن اور احمد تینوں بھائی بھی معمولی سپاہی کی حیثیت سے ماکان کے ساتھ آئے تھے۔ اسفار بن شیرویہ نے جب خود طاقت حاصل کر لی تو سامانیوں کو چھوڑ کر علویوں کے ساتھ ہو گیا‘ پھر ابوعلی اطروش علوی کے بعد ان کی حکومت پر قبضہ کر لیا‘ لیکن ماکان دیلمی نے اسے طبرستان سے نکال دیا اور وہ جرجان چلا گیا۔ اس وقت امیر سعید نصر بن احمد سامانی نے اسے جرجان کا حاکم بنا دیا‘ لیکن یہ آدمی حوصلہ مند تھا اور اس کے دماغ میں اپنی حکومت کا سودا تھا۔ اس لیے چند دنوں کے بعد ایک دیلمی افسر مرداویج ابن وشگیر کی مدد سے دوبارہ طبرستان پر قبضہ کر کے پھر سامانیہ کے خلاف ہو گیا اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدسلوکی کی اور رعایا پر مظالم شروع کر دیئے۔ اس لیے وہ سب اس کے خلاف ہو گئے۔ اس کا وزیر مطرف بن محمد اور مرداویج وغیرہ بھی ان کے دشمن ہو گئے اور اس کو طبرستان سے نکال دینے کا ارادہ کیا۔ اس نے جب دیکھا کہ سارا ملک اس

کے خلاف ہے تو وہ خراسان بھاگ گیا۔علی، حسن اوراحمد تینوں بھائی اس کے ساتھ تھے اوراپنے کارناموں سے نام پیدا کر چکے تھے۔انہوں نے اس سے کہا کہ اس وقت تمہاری حالت خوذزبوں ہے۔ ہمارے اخراجات اورزیادہ بارہوں گے۔اس لیے بہتر ہے کہ اس وقت ہم لوگ چلے جائیں۔جب تمہاری حالت درست ہوجائے تو پھر واپس آ جائیں گے۔ماکان نے ان کو اجازت دے دی اور یہ تینوں بھائی اس کو چھوڑ کر مرداویج کے پاس چلے گئے۔ان کے کارناموں کا کافی شہرہ ہو چکا تھا۔اس لیے مرداویج نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اوران کی مدد سے ماکان کا خاتمہ کر کے اس کے مقبوضات طبرستان اور جرجان وغیرہ پر قبضہ کرلیا اور علی کو کرج اوراس کے دوسرے بھائیوں کو مختلف مقامات کا حاکم بنا دیا۔(ابن اثیر ج ۸ ص ۸۴)

علی تینوں بھائیوں میں عقل وفرزانگی اور شجاعت وشہامت میں ممتاز تھا۔اپنے طرز عمل سے اس نے رعایا کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔اس کے احسان اورحسن سلوک سے مرداویج کے بہت سے افسر اس کے ہوا خواہ ہو گئے۔اس کے حسن قبول سے مرداویج بہت گھبرایا اور علی اور اس کے ساتھیوں کو اپنے پاس سے علیحدہ کرنے پر اس کو بڑی ندامت ہوئی۔اس نے انہیں واپس بلانا چاہا۔علی نے بہانہ کر دیا اور دوسرے افسروں کو بھی مرداویج کی سخت گیری اوراس کی فریب کاری کا یقین دلا کر روک دیا۔اس سے دونوں میں اندرونی مخالفت شروع ہو گئی۔اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک دیلمی افسر شیرزاد اپنی مختصر جماعت کے ساتھ علی کے ساتھ ہو گیا۔اس سے اس کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی اور اسے قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا، چنانچہ وہ کرج سے اصفہان پہنچا۔اس زمانہ میں خلیفہ قاہر کی جانب سے امیر مظفر بن یاقوت یہاں کا حاکم اور ابوعلی بن رستم حاکم خراج تھا۔اصفہان کے قریب پہنچ کر علی نے ابن یاقوت کو لکھا کہ میں خلیفہ کا مطیع بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ابن یاقوت نے اس تحریر پر کوئی توجہ نہ دی اور علی کے مقابلہ کے لیے نکلا۔اس کی فوج میں دیلمیوں کی کافی تعداد تھی۔علی دیلمی تھا۔اس کی

فیاضی اور شرافت کے افسانے مشہور ہو چکے تھے۔ اس لیے چھ سو دیلمی ابن یاقوت کا ساتھ چھوڑ کر علی سے مل گئے اور ابن یاقوت نے پہلے ہی مقابلہ میں شکست کھائی اور اصفہان پر علی کا قبضہ ہو گیا۔ ابن یاقوت کی شکست سے علی کی بہادری کا شہرہ دور دور پھیل گیا اور ہر طرف اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ (تجارب الامم ص ۲۷۷ تا ۲۸۹ ملخصا)

علی اور مرداویج میں مخالفت شروع ہو چکی تھی۔ اس لیے اصفہان پر علی کے قبضہ کے بعد مرداویج کو اس کی جانب سے بڑے خطرات پیدا ہو گئے، لیکن اب علی اس کے قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ اس لیے مرداویج نے اس کو دھوکے سے زیر کرنے کی کوشش کی اور ایک طرف اس کو یہ لکھ کر مطمئن کرنا چاہا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لو تو حکومت کی توسیع میں تمہاری مدد کروں گا اور دوسری طرف اس پر حملہ کے لیے ایک زبردست فوج تیار کی۔ علی کو اس فریب کا علم ہو گیا۔ اس وقت تک اس میں مرداویج کے مقابلہ کی قوت پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس لیے اصفہان چھوڑ کر ارجان چلا گیا۔ یہاں کے حاکم نے اسے دیکھ کر ارجان خالی کر دیا اور علی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہاں اس کو بڑی دولت ہاتھ آئی۔ اس سے اس کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی۔ شیراز کا حاکم یاقوت بڑا ظالم اور اس کے ساتھ کمزور بھی تھا اور شیراز کے باشندے اس کے مظالم سے نالاں تھے، چنانچہ یہاں کے ایک ممتاز شخص زید بن علی نوبند جانی نے علی کو یہاں کے حالات لکھ کر اسے شیراز پر حملہ کی دعوت دی، لیکن اس کی ہمت نہ ہوئی۔ اس درمیان میں مرداویج نے علی کے خلاف یاقوت سے صلح کی کوشش کی۔ نوبند جانی نے علی کو لکھ بھیجا کہ اگر یہ صلح مکمل ہو گئی تو پھر دونوں کا مقابلہ تمہارے بس سے باہر ہو گا۔ یہ صورت حال دیکھ کر علی کو تیار ہونا پڑا اور ۳۲۱ھ میں وہ اپنے بھائی حسن کے ہمراہ نوبند جان پہنچا۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ حسن نے ابن یاقوت کو فاش شکست دے کر نوبند جان پر قبضہ کر لیا۔ علی کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھ کر یاقوت اور مرداویج اس کے مقابلہ میں متحد ہو گئے۔ دو متحد قوتوں کا مقابلہ علی کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے اس نے نوبند جان چھوڑ دیا۔ یاقوت نے اس کا تعاقب

کیا۔ کرمان کے راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ علی کی فوج کا ایک حصہ مرواویج سے مل گیا۔ علی کو خوش قسمتی سے مرواویج نے یہ غلطی کی کہ الٹے ان کے سر قلم کرا دیئے۔ اس کا نتیجہ علی کے حق میں بہت اچھا نکلا اور اس کی باقی فوج نے پوری قوت سے مرواویج کا مقابلہ کر کے اس کو بڑی فاش شکست دی۔ علی نے قیدیوں کے ساتھ بہت شریفانہ سلوک کیا۔ انہیں اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہیں تو مرواویج کے پاس جا سکتے ہیں، لیکن اس حسن سلوک سے انہوں نے علی ہی کے پاس رہنا پسند کیا۔ علی نے شیراز جا کر جان و مال کی امان کی عام منادی کرا دی اور اپنے آدمیوں کو ظلم و زیادتی سے روکنے کے لیے خاص اہتمام کیا۔ اس کا یہاں کے باشندوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ (ابن اثیر ج ۸، ص ۸۴، ۸۵ ملخصاً) شیراز پر قبضہ کے بعد فوج نے علی سے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ اس کے ہاتھ بالکل خالی تھے۔ اس لیے وہ بہت متردد ہوا۔ ایک روز وہ دارالامارت میں بیٹھا ہوا اسی فکر و تردد میں تھا کہ ایک سانپ چھت سے نکل کر ایک سوراخ میں گھس گیا۔ علی نے فراشوں کو سوراخ کھودنے کا حکم دیا۔ اسے کھودا گیا تو ایک کھڑکی پر نظر پڑی۔ اس میں سے پانچ لاکھ اشرفی کی قیمت کا سامان نکلا۔ اس غیبی امداد سے علی کا بگڑا ہوا کام بن گیا۔ اسی طرح ایک اور اتفاقی دولت ہاتھ آگئی اور اس کو روپیہ کی جانب سے پورا اطمینان ہو گیا۔ (ابن خلکان ج ۱، ص ۳۶۴)

وزارت: قاہر کا زمانہ بہت مختصر تھا، لیکن اس مختصر زمانہ میں بھی دو وزارتیں بدلیں۔ پہلا وزیر ابن مقلہ تھا۔ اس کے حالات مقتدر کے زمانہ میں لکھے جا چکے ہیں۔ دوسرا وزیر محمد بن قاسم ابن عبید اللہ تھا۔ اس کی وزارت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی اور معزول کر کے گرفتار کیا گیا اور چند ہی دنوں میں مر گیا۔

قاہر باللہ کی معزولی: قاہر بڑا جری سخت گیر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا۔ اس نے اپنے ڈیڑھ سالہ عہد حکومت میں ان سرکش اور خیرہ سر امراء کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی، جو خلفاء پر حکومت کرنے کے خوگر ہو گئے تھے، چنانچہ مونس، بلیق اور

علی بن یاقوت کو ایک ایک کر کے ختم کر دیا۔اس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ دلوں پر اس کی ہیبت بیٹھ گئی، لیکن جن پر اس کو قابو نہ حاصل ہو سکا وہ اس کے درپے ہو گئے، چنانچہ اس کے پہلے وزیر ابن مقلہ نے جو معزولی کے بعد سے روپوش تھا، اس کے خلاف سازش کا دام بچھایا۔ساجیہ اور حجریہ کو یہ کہہ کے بھڑکایا کہ قاہر بڑا بے اعتبار ہے۔اس نے مونس، علی اور بلیق کو دھوکے سے قتل کرا دیا۔اپنے ہوا خواہ طریف تک کو قید میں ڈلوا دیا۔ایک نہ ایک دن تم پر بھی ہاتھ صاف کرے گا۔ساجیہ کے سپہ سالار سیما ترکی کے معبر خواب اور منجم کو رشوت دے کر آمادہ کیا کہ وہ خواب کی تعبیر اور زائچہ میں سیما کو قاہر کے عتاب اور اس کے قتل کا خوف دلائیں۔اس تدبیر سے وہم پرست سیما قاہر سے بدگمان ہو گیا۔اتفاق سے اسی درمیان میں قاہر نے چند تہ خانے بنوائے۔ابن مقلہ نے ترکی افسروں کو یقین دلایا کہ یہ تہ خانے ان کو قید کرنے کے لیے بنوائے گئے ہیں۔اس تدبیر سے فوج اور ترکی افسر دونوں قاہر کے خلاف ہو گئے اور سیما نے حجریہ کو بھی اپنا ہم خیال بنا کر قاہر کے خلاف تدبیریں شروع کر دیں۔وزیر دولت کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پوچھا بلا وجہ یہ تیاریاں کیوں ہو رہی ہیں۔ان لوگوں نے صاف صاف ظاہر کر دیا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ قاہر سیما کو گرفتار کرنا چاہتا ہے اور ہمارے افسروں کو قید کرنے کے لیے اس نے تہ خانے بنوائے ہیں اور پھر جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں دونوں فوجوں نے مل کر قصر خلافت پر حملہ کر دیا۔وزیر نے فوراً قاہر کو اطلاع کرائی۔وہ اس وقت مخمور ہو رہا تھا۔اس لیے باغی فوجیں قصر خلافت میں گھس گئیں۔ان کا شور سن کر قاہر کو ہوش آیا۔اس نے محل سے باہر نکل جانا چاہا لیکن پھاٹک پر فوج متعین تھی۔اس لیے نہ نکل سکا۔ایک حمام کی چھت پر چڑھ گیا۔ایک فوجی اس کی خواب گاہ میں داخل ہوا، لیکن وہ خالی تھی۔ایک ملازم کے ذریعے پتہ چل گیا، چنانچہ یہ لوگ حمام کی چھت پر چڑھ گئے۔قاہر ننگی تلوار لیے کھڑا تھا۔اس لیے کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور انہوں نے دھوکہ دینا چاہا کہ ہم حضور کے غلام

ہیں۔ صرف اپنی حفاظت کا پیان لینے کے لیے آئے ہیں' لیکن قاہر فریب میں نہ آیا اور ڈانٹ کر کہا' جس نے پاس آنے کا ارادہ کیا اس کا سر قلم کر دوں گا۔ ایک شخص نے تیر کمان میں جوڑ کر دھمکایا کہ اگر تم نے ذرا اپنے کو حوالہ کرنے میں دیر کی تو یہ تیر سینہ میں پیوست ہو جائے گا۔ اس دھمکی پر قاہر مجبور ہو کر نیچے اتر آیا اور باغی اسے پکڑ کر طریف کے قید خانہ میں لے گئے اور اسے نکال کر قاہر کو قید کر کے اس کی دونوں آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں اور خیرہ سر ترکوں کے ہاتھوں یہ باجبروت خلیفہ اس عبرتناک انجام کو پہنچا۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۸۸'۸۹) مدت خلافت کل ڈیڑھ سال تھی۔

اوصاف: جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہے۔ قاہر بڑا بہادر اور رودبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا' لیکن مزاج میں تلون تھا۔ کسی ایک حال پر قرار نہ رہتا تھا۔ اس لیے کامیاب نہ ہوا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ قاہر کے تلون اور غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے اس کی سیرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جری بہادر اور سخت گیر تھا۔ چند دنوں کے اندر اس نے مونس بلیق اور علی جیسے عمائد سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اس کی سخت گیری نے خلفاء کے مقابلہ میں امراء کی گستاخانہ جسارت ختم کر دی' مگر چونکہ اس کے کسی کام میں ثبات و استقلال نہ تھا اور وہ لوگوں کو دھمکاتا زیادہ تھا' اس لیے انجام اچھا نہ ہوا۔ (مروج الذہب مسعودی ج ۶' ص ۲۸۷'۲۸۸) جو تلون اور تضاد اس کی سیاست میں تھا۔ یہی اس کی پوری زندگی میں تھا' چنانچہ ایک طرف تو اس نے بہت سی مذہبی اصلاحات کیں۔ ناچنے گانے والی عورتوں کا پیشہ اور شراب نوشی کو قانوناً بند کر دیا۔ گویوں کو قید اور ہیجڑوں کو جلاوطن کر دیا۔ موسیقی اور لہو ولعب کے تمام آلات ضائع کر دیئے۔ گانے والی لونڈیوں کو فروخت کر ڈالا' لیکن خود ہر وقت شراب کے نشہ میں مخمور رہتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۹۶) اس کی شبستان عیش میں شاق گری کے لیے ایک قدوقامت کی حسین وجمیل لونڈیوں کا پورا پرا تھا۔ جو زرق برق مردانہ لباس میں

مابوس رہتی تھیں۔ (مسعودی ج ۶، ص ۳۰۰) عیش پرستی کے لیے اس نے ایک باغ لگوایا تھا اور اس میں ایک عالی شان محل تعمیر کرایا تھا۔ باغ کی زینت اور محل کی آرائش کے لیے مختلف ملکوں سے درخت اور سامان آرائش منگوائے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۹۹)

ابو العباس احمد بن مقتدر الملقب بہ راضی اللہ

(۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ مطابق ۹۳۴ تا ۹۴۰ء)

قاہر کے بعد مقتدر کا لڑکا احمد الملقب بہ راضی باللہ خلیفہ ہوا۔ قاہر نے اپنے زمانہ میں مقتدر کے لڑکوں کو قید کر دیا تھا' چنانچہ راضی بھی قید میں تھا۔ قاہر کی معزولی کے بعد امراء نے ان کو نکال کر بالاتفاق خلیفہ بنایا اور جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے بعد اس نے علی بن عیسیٰ کو وزیر بنانا چاہا' لیکن اس نے ضعف پیری کا عذر کر کے ابن مقلہ کا نام پیش کیا۔ وہ اب تک روپوش تھا۔ راضی نے اسے طلب کر کے قلمدان وزارت سپرد کیا۔ اس نئے دور وزارت میں اس نے اپنی روش بالکل بدل دی۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کیا۔ قاہر کے زمانہ میں جن لوگوں نے اس کی مخالفت میں حصہ لیا تھا یا جن سے اس کو کوئی تکلیف پہنچی تھی۔ ان کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آیا۔ قاہر کے دور کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ راضی نے امیر بدر الحسنی کو بغداد کی شحنگی اور محمد بن یاقوت کو حجابت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ راضی کو ترکوں نے خلیفہ بنایا تھا۔ اس لیے وہ اس پر حاوی رہے۔ سیماترکی نے اس کو مجبور کر کے قاہر کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں۔ (تجارب الامم ج ۱، ص ۲۹۲) ابن اثیر نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ قاہر راضی کی بیعت کے بعد بھی خلافت سے دستبردار نہ ہوتا تھا۔ اس کی تخت نشینی کے بعد جب قاہر پر دستبرداری کے لیے زور ڈالا گیا تو وہ رضامند نہ ہوا۔ اس کے انکار پر اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔ اس واقعہ کا سبب جو بھی ہوا' ابن مسکویہ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک قابل نفرت فعل ترکوں ہی کے اشارہ سے عمل میں آیا۔ قاہر نے اپنے زمانہ میں معتوب امراء سے بڑی دولت حاصل

کی تھی۔ راضی نے یہ سب وصول کر لی۔ (تجارب الامم ج ا ص ۲۹۳)

ہارون بن غریب کی بغاوت اور اس کا قتل: مقتدر کا ماموں زاد بھائی' ہارون بن غریب قاہر کے زمانہ سے دینور' ماسبدان وغیرہ کا حاکم تھا۔ اس کی معزولی کے بعد اس کو خیال پیدا ہوا کہ وہ مقتدر کا عزیز ہے۔ اس لیے دوسرے امراء کے مقابلہ میں اس کو حکومت کے انصرام و انتظام کا زیادہ حق ہے' چنانچہ بغدادی فوج سے خط و کتابت کرنے کے بعد وہ بغداد روانہ ہو گیا۔ راضی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اس کو روکنے کی کوشش کی اور اس کے علاقہ میں توسیع کرنے کی طمع دلائی' لیکن وہ باز نہ آیا۔ حاجب محمد یاقوت اس کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ ہارون نے اسے بھی ملانا چاہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں تم کو قید کر کے بغداد حاضر کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ ہارون نے ابن یاقوت کو فاش شکست دی اور ایک مختصر جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا' لیکن بدقسمتی سے راستہ میں گر پڑا۔ اس کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پیچھے سے اس کا غلام یمن پہنچ گیا۔ آقا کو مجبور دیکھ کر اسے حصول انعام کی طمع دامن گیر ہوئی۔ اس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ بھاگ نکلی۔ (ابن اثیر ج ۸ ص ۹۱' ۹۲)

راضی کی جانب سے علی بن بویہ الملقب بہ عماد الدولہ کی حکومت کی تصدیق: گو دولت عباسیہ پر زوال طاری ہو چکا تھا اور آئے دن خودسر امراء اور حوصلہ مند اشخاص اپنی حکومتیں قائم کرتے چلے جاتے تھے' لیکن اب تک یہ رسم قائم تھی کہ جب تک عباسی خلافت کی جانب سے ان کی تصدیق نہ ہو جاتی تھی۔ اس وقت تک ان کی حیثیت باغی کی رہتی تھی۔ یا کم از کم ان کی قانونی حیثیت نہ مانی جاتی تھی۔ اس لیے شیراز پر قبضہ کے بعد عمادالدولہ نے ابن مقلہ سے مفتوحہ علاقوں کی حکومت کی سند کی درخواست کی اور خلافت بغداد کی اطاعت کے ثبوت کے لیے ایک معمولی رقم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ابن مقلہ نے منظور کر لیا

اور راضی کی جانب سے اس کو خلعت اور لوائے حکومت بھجوا دیا۔ اس سے اس کی عظمت وشان بہت بڑھ گئی۔ اس کے حریف مرداویج پر اس کا یہ اعزاز بہت گراں گزرا۔ اس نے اس پر فوج کشی کر دی۔ مرداویج اس سے صرف اپنی اطاعت کا خواہشمند تھا۔ عمادالدولہ کے پیش نظر ابھی اور مقاصد تھے۔ اس لیے اس نے مرداویج سے الجھنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی اطاعت اور خطبہ میں اس کا نام لینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ (ابن اثیر ج ۸، ص ۹۱، ۹۲)

مرداویج کا قتل: اس مصالحت کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مرداویج کو اس کی فوج کے ترکوں نے قتل کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آخر عمر میں مرداویج کا مزاج بدل گیا۔ بات بات میں عمائد سلطنت سے بگڑ جاتا تھا۔ خصوصاً ترکوں کے ساتھ اس کا برتاؤ نہایت توہین آمیز تھا۔ عید سدہ (عید سدہ پارسیوں کی ایک عید تھی۔ یہ دس بہمن کو منائی جاتی تھی۔ اس میں بڑا جشن مناتے تھے۔ تمام کوہ وصحرا اور دشت وجبل میں آگ روشن کرتے تھے) کے موقع پر اس نے آتش افروزی کی رسم کے لیے انتظام کا حکم دیا اور خود اس کے معائنہ کے لیے گیا۔ یہ انتظام اس کو پسند نہ آیا اور ترکوں اور عمائد سلطنت پر اس کا غصہ اتارا۔ دوسرے دن اصفہان میں داخل ہونے والا تھا۔ اس لیے فوجوں کے اجتماع کی وجہ سے صبح ہی سے ہنگامہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ مرداویج بہت برہم ہوا۔ پوچھا خیمہ کے پاس کس کے گھوڑے ہیں؟ معلوم ہوا ترکوں کے۔ یہ سن کر اور برافروختہ ہو گیا اور حکم دیا کہ گھوڑوں کی زینیں ان کے سواروں کی پیٹھ پر باندھ دی جائیں اور اسی طریقہ سے ان کو اصفہان میں داخل کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ ترک اور دیلمی اس توہین سے بگڑ گئے۔ اصفہان میں داخلہ کے بعد مرداویج تنہا حمام کے لیے گیا۔ ترکوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے گھس کر قتل کر دیا۔ اس کا بھائی وشمگیر اس کا جانشین ہوا۔

عماد الدولہ کی حکومت کا آغاز: عباسی قلمرو میں عراق اور خوزستان کا

علاقہ نہایت سیر حاصل اور عباسی خلفاء کی ذاتی جاگیر تھا۔اس لیے اس کی حکومت کے حصول کے لیے امراء میں بڑی کشمکش رہتی تھی۔امیر یاقوت عماد الدولہ' مرداویج' ابوعبداللہ بریدی سب اس کے لیے دست و گریباں رہتے تھے۔راضی کے زمانہ میں یہ کشمکش اور بڑھ گئی تھی۔مرداویج کے قتل کے بعد عماد الدولہ نے یاقوت کو شکست دے کر صلح کرنے پر مجبور کر دیا اور عراق اور خوزستان میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ راضی نے اس کو فارس' عراق اور خوزستان کے مفتوحہ علاقوں پر باقاعدہ مقرر کر دیا اور عماد الدولہ نے شیراز کو مستقر بنایا۔(ابن اثیر ج ۸' ص ۹۸ ملخصا)

یاقوت کے لڑکوں مظفر اور محمد کی گرفتاری: راضی کا حاجب محمد بن یاقوت اس پر بہت حاوی تھا۔حکومت کے جملہ اختیارات اس کے ہاتھوں میں تھے۔وزیر دولت ابن مقلہ محض عضو معطل تھا۔یہ بڑا سازشی تھا۔ابن یاقوت کا اقتدار اس کو گوارہ نہ ہوا اور اس کا دشمن ہو گیا اور راضی سے خفیہ اس کی شکائتیں کر کے اس کو ابن یاقوت سے برگشتہ کر دیا۔اس نے محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

حنابلہ کی اصلاح کا ہنگامہ: ۳۲۳ھ میں حنابلہ کی وجہ سے بغداد میں بڑا ہنگامہ بپا ہو گیا۔اس کا سبب یہ ہوا کہ ترکوں اور دوسری عجمی اقوام کے اثر سے بغداد کی اخلاقی حالت عرصہ سے بگڑ گئی تھی۔۳۲۳ھ میں حنابلہ نے اس کی اصلاح کے لیے احتساب شروع کر دیا۔فوجی افسروں اور عام لوگوں کے گھروں میں چھاپے مارتے۔جہاں نبیذ نظر آتی اسے بہا دیتے۔گانے والی عورتوں کو مارتے' آلات موسیقی کو توڑ ڈالتے۔مردوں کو عورتوں کے ساتھ چلنے سے روکتے۔ان کے احتساب سے بغداد میں بڑا ہنگامہ بپا ہو گیا اور بغداد کے کوتوال کو ان کے خلاف کارروائی کرنی پڑی۔اس نے شارع عام پر ایک ساتھ دو حنبلیوں کے اجتماع کی ممانعت کر دی اور مذہبی مناظروں کو بالکل روک دیا۔اس سے حنابلہ کا جوش اور بڑھ گیا۔انہوں نے

مار پیٹ شروع کر دی۔ جو شافعی نظر آتا اسے پٹوا دیتے۔ اس سے بہت سے شوافع کی جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ صورت دیکھ کر راضی نے نہایت سخت احکام جاری کیے کہ اگر حنابلہ ان مذہبی سخت گیریوں سے باز نہ آئیں گے تو ان کو پوری سزا دی جائے گی اور بے دریغ ان کا استیصال کیا جائے۔ (ابن اثیر ج ۸ ص ۹۸ ملخصا)

ناصر الدولہ ہمدانی والی موصل کی مخالفت اور اطاعت:

راضی کی جانب سے امیر ابوحسن بن عبداللہ بن حمدان الملقب بہ ناصر الدولہ موصل و دیار ربیعہ کا والی تھا۔ اس کی روش بارگاہ خلافت کے ساتھ مخالفانہ تھی۔ اس لیے اس کے چچا ابو العلاء بن حمدان نے راضی سے خفیہ اس کے مقبوضات کا ٹھیکے لے لیا اور موصل پہنچا۔ ناصر الدولہ کو اس کی خبر ہو گئی اور وہ اس کے استقبال کے بہانہ سے یہاں سے نکل گیا اور ایک مقام پر رک گیا۔ ابو العلاء موصل پہنچا تو معلوم ہوا کہ ناصر الدولہ دوسرے راستہ سے اس کے استقبال کو گیا ہے۔ ابو العلاء اس کے مکان پر ٹھہر گیا۔ ناصر الدولہ برابر خبریں لے رہا تھا۔ ابو العلاء کے موصل پہنچتے ہی فوراً واپس آ گیا۔ اس کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ ابو العلاء راضی کا فرستادہ تھا۔ اس پر اس کا قتل گراں گزرا اور اس نے ابن مقلہ کو اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ ناصر الدولہ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے موصل چھوڑ دیا۔ ابن مقلہ نے چند دنوں ٹھہر کر موصل کا انتظام درست کیا۔ اس کے بعد علی بن طباب اور ماکر دیلمی کو اس کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر بغداد لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد ناصر الدولہ نے ان دونوں کو نکال دیا اور راضی سے عفو تقصیر کرا کے دوبارہ موصل کی حکومت کا پروانہ حاصل کیا۔

ابن مقلہ کی معزولی: ۳۲۴ھ میں بغداد کی فوجیں ابن مقلہ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس کے مکان پر حملہ کر دیا۔ اسے اور اس کے بیٹوں کو گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ساجیہ نے باغیوں کو کسی طرح سمجھا بجھا کر واپس کیا۔ محمد بن یاقوت اور ابن مقلہ میں مخالفت تھی۔ ابن یاقوت کو اسی نے قید کرایا تھا۔ اس لیے ابن مقلہ کو یقین ہو

گیا کہ یہ کام محمد بن یاقوت کی جماعت کا ہے چنانچہ اس نے اس کو خارج البلد کر دیا۔اس سے پھر فوجوں میں برہمی پیدا ہوگئی۔ابن مقلہ کے غلاموں نے بڑی مشکل سے روکا۔ابن مقلہ نے دیکھا کہ یہ ساری ہنگامہ آرائی محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کی قید کی بنا پر ہے۔اس لیے مجبور ہو کر مظفر کو رہا کر دینا پڑا۔رہائی کے بعد مظفر نے حجریہ کو ملا کر ابن مقلہ کو گرفتار کر لیا اور بغدادی فوجوں نے ابن مقلہ کی جگہ دوسرے وزیر کے تقرر کا مطالبہ کیا۔راضی نے وزیر کا انتخاب انہی کی رائے پر چھوڑ دیا۔انہوں نے عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کو وزیر بنالیا۔اور ابن مقلہ کو اس کے حوالہ کر دیا۔اس نے اس سے بڑی دولت وصول کی لیکن عبدالرحمٰن بالکل نا اہل تھا۔اس لیے چند ہی دنوں کے بعد اس کو وزارت سے مستعفی ہونا پڑا۔اس کے پاس ابن مقلہ سے حاصل کی ہوئی بڑی دولت تھی۔اس لیے اس کو اور اس کے بھائی کو گرفتار کر کے ان سے ایک لاکھ ستر ہزار اشرفیاں وصول کی گئیں۔

امیر یاقوت کا قتل: اسی سنہ میں امیر یاقوت کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ یاقوت کا کاتب ابوعبداللہ بریدی بڑا خودغرض اور چالاک تھا۔یاقوت نے اپنی جانب سے اہواز کا علاقہ اس کے ٹھیکہ میں دے دیا تھا اور وہ اس پر مستقل قبضہ جمانے کے لیے یاقوت کے ساتھ فریب کرنے کی فکر میں تھا۔عمادالدولہ کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد جب یاقوت باحال تباہ عسکر مکرم واپس آیا تو ابوعبداللہ نے اس کے پاس اس کی سلامتی پر مبارکباد کہلا بھیجی اور یہ مشورہ دیا کہ وہ عسکر مکرم میں قیام کرے اور چونکہ اس شکست کی وجہ سے اس کی مالی حالت خراب ہوگئی ہے اور وہ فوجوں کے اخراجات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔اس لیے وہ بغدادی فوجوں کو اس کے پاس بھجوا دے اور پچاس ہزار اشرفیاں امداد کے طور پر بھیجیں۔امیر یاقوت شریف النفس اور سادہ دل تھا۔اس فریب میں آگیا لیکن پھر ابوعبداللہ نے مدد سے ہاتھ روک لیا اور یاقوت بڑی دشواری میں مبتلا ہوگیا۔ادھر فوج نے روپے کا مطالبہ کیا اور بعض مخالفین نے تنگ کرنا

شروع کر دیا۔ یاقوت نے ابوعبداللہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے لکھ بھیجا کہ آپ فوجوں کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ اس نے سادہ لوحی سے بھیج دیا۔ ابوعبداللہ نے فوج کے منتخب حصہ کو اہواز میں روک لیا۔ بقیہ کو واپس کر دیا۔ اس سے یاقوت کو اور زیادہ مالی پریشانی ہوئی اور اسے مجبور ہو کر اہواز جانا پڑا۔ ابوعبداللہ پا پیادہ اس کے استقبال کے لیے نکلا۔ دست بوس ہوا اور بڑی عزت وتکریم سے لے جا کر ٹھہرایا۔ ایک طرف تو یہ ظاہر داری برتی۔ دوسری طرف فوج کو بھڑکا دیا۔ وہ یاقوت کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ ابوعبداللہ نے اسے چپکے سے نکل جانے کا مشورہ دیا' چنانچہ وہ خفیہ عسکر مکرم لوٹ گیا۔ اس کے بعد ابوعبداللہ نے لکھ بھیجا کہ عسکر مکرم میں بھی قیام مناسب نہیں ہے۔ یہاں فوجوں کے تعاقب کا خطرہ ہے۔ اس لیے وہ تستر کے قلعہ میں چلا جائے اور عامل تستر کو لکھ کر اس کو پچاس ہزار دینار دلوا دیئے۔

یاقوت کا وفادار خادم مونس' ابوعبداللہ کی بدنیتی کو سمجھ گیا۔ اس نے یاقوت کو اس کی فریب کاری سے باخبر کر کے مشورہ دیا کہ آپ بغداد چلے چلیے یا فوراً ابوعبداللہ کو اہواز سے نکالنے کی کوشش کیجئے' لیکن اس کو ابوعبداللہ پر اتنا اعتماد تھا کہ مونس کے بیان کو غلط تصور کیا اور اس کی کمزوری دیکھ کر جو لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے وہ بھی اس سے الگ ہو گئے اور اس کے پاس صرف ایک مختصر جماعت رہ گئی۔ اس دوران میں اس کا لڑکا مظفر آ گیا۔ اس نے بھی مشورہ دیا کہ آپ بغداد چل کر حصول مقصد کی کوشش کیجئے' اگر اس میں کامیابی نہ ہو گی تو پھر موصل اور دیار ربیعہ پر قبضہ کی کوشش کی جائے گی' لیکن یاقوت نے اس کا کہنا بھی نہ سنا اور مظفر اس سے مایوس ہو کر اہواز چلا گیا۔ ابوعبداللہ نے اس کی ظاہری پذیرائی میں کوئی فرق نہیں کیا' لیکن اس کی نگرانی کیلئے آدمی مقرر کر دیئے۔ اہواز میں ابوعبداللہ کی حیثیت محض یاقوت کے نائب کی تھی۔ اس لیے اس کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر یاقوت اس کے قریب موجود رہا تو جو لوگ اس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے پاس اہواز چلے آئے ہیں۔ ممکن ہے وہ کسی وقت پھر یاقوت

کے ساتھ ہو جائیں۔ اس لیے اس نے یاقوت کو لکھ بھیجا کہ بارگاہ خلافت سے مجھ کو حکم ملا ہے کہ میں آپ کو یا بغداد بھیج دوں یا علاقہ جبل روانہ کر دوں۔ وہاں آپ کو کوئی علاقہ مل جائے گا۔ اس حکم کو رد کرنا میرے امکان میں نہیں ہے۔ یاقوت نے چند دن کی مہلت مانگی۔ ابو عبداللہ نے انکار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی یاقوت کے مقابلہ کے لیے فوجیں روانہ کر دیں۔ اس وقت یاقوت کی آنکھیں کھلیں اور اسے چار و ناچار مقابلہ کے لیے نکلنا پڑا' لیکن یاقوت کی قوت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اس کو شکست ہوئی اور ابو عبداللہ کے آدمیوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ اس کا لڑکا مظفر اہواز ہی میں تھا۔ ابو عبداللہ نے اسے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا اور یاقوت کے علاقہ کا حکمران بن گیا۔ (یہ تمام حالات ابن اثیر سے ماخوذ ہیں)

امیر الامرائی کا قیام اور ابن رائق کا تقرر: عباسی حکومت کا اقتدار عرصہ سے زوال پذیر ہو رہا تھا اور اس کے زوال کے ساتھ ساتھ امراء خود مختار ہوتے جاتے تھے۔ حکومت کی آمدنی برابر گھٹتی جاتی تھی۔ راضی کے دور میں یہ تنزل آخری حدود کو پہنچ گیا۔ فارس پر ابن بویہ قابض تھے۔ واسط اور بصرہ ابن رائق کے تصرف میں تھا۔ یاقوت کی ہزیمت کے بعد ابو عبداللہ نے اہواز کا خراج دینا بند کر دیا تھا۔ اس لیے حکومت کی مالی حالت بہت بگڑ گئی اور منتظم سے منتظم وزیر بھی اس کے سدھارنے میں ناکام رہے۔ ابن رائق عرصہ سے وزارت کا خواہشمند تھا اور ایک مرتبہ اس نے درخواست کی تھی کہ اگر اس کو وزیر بنا دیا جائے تو وہ حکومت کے جملہ مصارف کا ذمہ دار ہو جائے گا' لیکن راضی نے نامنظور کر دی تھی' مگر جب حکومت کی مالی حالت سنبھلنے کی اور کوئی صورت نہ نکلی تو راضی کو مجبور ہو کر ابن رائق کی درخواست منظور کرنا پڑی اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کو بغداد طلب کیا۔ اس کے لیے خلعت روانہ کیا اور تمام عباسی فوجوں کی سپہ سالاری شعبہ خراج اور جملہ دفاتر کی افسری کا فرمان جاری کر کے اسے امیر الامراء کے جلیل القدر منصب پر سرفراز کیا اور عباسی قلمرو میں اس کا نام بھی خطبہ میں داخل کرا دیا اور ابن رائق

بڑے تزک واحتشام سے بغداد آیا۔

عباسی خلافت اور اس کے اثرات: عباسی حکومت میں امیر الامرائی کا عہدہ بالکل نیا تھا۔اس سے پیشتر گو برائے نام ہی تاہم خلافت کے نظام میں خلیفہ کے کچھ نہ کچھ اختیارات تھے۔امیر الامرائی نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ابن رائق نے بغداد آنے کے بعد سب سے اول ساجیہ کا' جن کی جانب سے ہمیشہ شورش کا احتمال رہتا تھا' شیرازہ منتشر کر دیا۔وزارت کا عہدہ قائم رکھا' لیکن اس کے تمام اختیارات سلب کر لیے۔جملہ امور مملکت خود ہی انجام دیتا تھا۔حکومت کے تمام سیاہ و سپید کا وہ مختار کل تھا۔خراج اور محاصل کی آمدنیاں اسی کے پاس آتی تھیں۔وہ اسے جس طرح چاہتا تھا صرف کرتا تھا۔خود راضی اپنے اخراجات کے لیے اس کا محتاج تھا۔ابن رائق کی امیر الامرائی سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ وہ حکومت کے اخراجات کا ذمہ دار بن گیا' لیکن دولت عباسیہ کی بگڑی ہوئی حالت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔جو خودسر امراء جن جن علاقوں پر قابض تھے' وہ بدستور ان پر متصرف رہے اور خلافت بغداد کی آمدنی اور اس کے رتبہ میں کوئی اضافہ نہ ہوسکا۔

ابو عبداللہ بریدی کی بغاوت اور عراق و خوزستان کے لیے امراء کی کشمکش: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ یاقوت کے قتل کے بعد ابو عبداللہ بریدی نے اہواز کا خراج بھیجنا بند کر دیا تھا۔دارالخلافہ کے مصارف کا دارومدار بڑی حد تک خوزستان کی آمدنی پر تھا۔اس لیے ۳۲۵ھ میں ابن رائق اس ارادہ سے راضی کو لے کر واسط روانہ ہوا کہ اگر ابو عبداللہ افہام و تفہیم سے اطاعت قبول کر لے گا تو فبہاء ورنہ بزور اس سے خوزستان چھڑایا جائے گا۔حجریہ کو اس کے ساتھ جانے میں تامل ہوا۔اس نے کہا کہ ابن رائق اس بہانہ سے ساجیہ کی طرح ہمارا شیرازہ بھی منتشر کرنا چاہتا ہے' لیکن خود خلیفہ اس مہم میں نکلا تھا۔اس لیے حجریہ کو بھی چارو ناچار جانا پڑا۔واسط پہنچ کر ابن رائق نے ان کا ایک حصہ چھانٹ دیا۔اس پر وہ لڑنے کے لیے آمادہ ہو

گئے۔ ابن رائق نے انہیں پسپا کر دیا اور وہ بغداد لوٹ گئے۔ یہاں بغداد کے کوتوال لولو نے ان کے قدم نہ جمنے دیئے اور ان کی جائیدادیں ضبط کر کے ان کے گھروں میں آگ لگوا دی۔ ان کے بہت سے ممتاز آدمیوں کو ابن رائق ختم کر چکا تھا۔ اس لیے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۱۰۵' ۱۰۶)

حجریہ کا ہنگامہ فرو ہونے کے بعد ابن رائق نے ابوعبداللہ بریدی کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے خراج دینا بند کر دیا ہے اور فوجوں کو حکومت کے خلاف بھڑکایا ہے۔ اگر خراج کی واجب الادا رقم بھیج دو اور جن فوجوں کو بھڑکایا ہے انہیں واپس کر دو تو تم کو تمہارے منصب پر بحال رکھا جائے گا۔ ورنہ جس سزا کے مستحق ہو گے دی جائے گی۔ خود راضی ساتھ تھا۔ ابوعبداللہ کے لیے اس کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ اس لیے وہ بالاقساط خراج کی رقم ادا کرنے پر آمادہ ہو گیا' لیکن فوجوں کی فوری واپسی کے متعلق یہ عذر کیا کہ وہ ابھی بغداد واپس جانے پر آمادہ نہیں ہیں۔ ابن بویہ کے مقابلہ میں جو مہم بھیجی جائے گی۔ اس کے ساتھ ان کو روانہ کر دیا جائے گا۔ راضی نے امراء کے مشورہ سے اس کو منظور کر لیا اور بغداد لوٹ گیا اور یہاں سے جعفر بن ورقہ کو ابن بویہ کے مقابلہ کے لیے فوجیں لینے کے لیے اہواز بھیجا' لیکن ابوعبداللہ وعدہ سے پھر گیا اور خراج کا ایک حبہ ادا نہیں کیا اور اہواز کی فوجوں کو بھڑکا دیا کہ وہ سب جعفر سے روپیہ طلب کریں' چنانچہ جب وہ اہواز پہنچا تو فوجوں نے اس سے روپیہ طلب کیا۔ اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے فوجیں بگڑ گئیں اور اسے قتل کی دھمکی دی اور جعفر کو جان بچا کر بغداد واپس جانا پڑا۔

درباری امراء میں نوبختی وزیر ابن بریدی کے خلاف تھا' لیکن امیر ابوبکر ابن مقاتل اس کا ہوا خواہ اس میں اور خلافت بغداد میں مصالحت کا خواہشمند تھا۔ اس لیے اس نے نوبختی کو ہٹانے کی کوشش کی' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں نوبختی بیمار پڑ گیا اور اس نے احمد بن علی کو اپنا نائب بنایا۔ اس میں اور ابن

مقاتل میں بڑے تعلقات تھے۔ابن رائق بھی اس کو مانتا تھا۔اس لیے عباسی دربار میں ان دونوں کا بڑا اثر ہو گیا اور ان کی کوششوں سے ابن بریدی کے تعلقات بھی عارضی طور سے درست ہو گئے' لیکن یہ بڑا خود غرض تھا۔ابن مقاتل اور احمد بن علی کے اثرات سے فائدہ اٹھا کر اس نے اپنے بھائی کے لیے بصرہ کے ٹھیکہ کی کوشش کی۔بصرہ ابن رائق کے زیر حکومت تھا اسے منظور کرنے میں تامل ہوا' لیکن احمد بن علی نے دھوکہ فریب سے دلوا دیا۔محمد بن یزداد کا طرز عمل جو ابن رائق کی جانب سے بصرہ میں اس کی نیابت کرتا تھا۔اہل بصرہ کے ساتھ اچھا نہ تھا اور وہ اس کی زیادتیوں سے سخت شاکی تھے۔اس لیے حکومت کی تبدیلی سے ان کو قدرتاً مسرت ہوئی اور عمائد بصرہ نے اہواز جا کر ابن بریدی کی خدمت میں تہنیت پیش کی۔اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے بڑی بڑی توقعات دلائیں اور بصرہ کو ابن یزداد کے ہاتھوں سے نکالنے کے لیے اپنے غلام کو فوج دے کر روانہ کیا اور بعض پرانے ٹیکسوں کی موقوفی کا' جو ابن رائق ان سے لیتا تھا' اعلان کر دیا۔اہل بصرہ پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا اور ان کی مدد سے اس نے بصرہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا' لیکن شہر پر قبضہ نہ ہو سکا۔

ابن رائق نے حجریہ کی قوت توڑنے کے لیے بہت سے حجری سپاہی نکال دیئے گئے۔یہ لوگ بغداد سے نکل کر اہواز پہنچے۔ابن بریدی نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور انہیں ملانے کے لیے ابن رائق کی بڑی مذمت کی۔دوسری طرف ابن رائق کو راضی کرنے کے لیے لکھ بھیجا کہ حجری سپاہیوں سے مجھ کو خطرہ تھا۔اپنے بچاؤ کے لیے میں نے ان کی مدارات کی ہے۔میں خراج کی رقم بھی بھیجنا چاہتا تھا۔انہی لوگوں نے روک دیا۔ابن رائق نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا کہ جن حجری سپاہیوں کو تم نے پناہ دی ہے' ان کو نکال دو۔ابن بریدی نے اس کی تعمیل سے معذوری ظاہر کی۔اس لیے ابن رائق اور زیادہ برگشتہ ہو گیا اور احمد بن علی سے ابن بریدی کی ان حرکتوں پر بیزاری

ظاہر کرائی اور لکھوا بھیجا کہ وہ حسن مہدی سے اپنی فوجیں ہٹا لے۔ ابن بریدی نے یہ عذر کیا کہ اہل بصرہ قرامطہ سے خوفزدہ تھے۔ ابن یزداد ان کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے انہوں نے خود میری فوجوں کو روک لیا ہے۔ گو یہ عذر غلط تھا' لیکن یہ صحیح تھا کہ بصرہ کے اطراف میں قرامطہ کی یورش تھی۔ اس لیے ابن رائق خود ان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس وقت ابن بریدی کھل کر اس کے مقابلہ میں آ گیا اور اس کی فوجوں نے جو حصن مہدی میں تھیں' بڑھ کر ابن یزداد کو بصرہ سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ ابن رائق نے امیر بجکم ترکی اور بغداد کے کوتوال بدر خرشنی کو اس کے مقابلہ میں بھیجا۔ انہوں نے ابن بریدی کی فوجوں کو پیہم شکستیں دیں۔ ترکی افواج کا مقابلہ اس کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے اس نے عمائد بصرہ کے ذریعہ ابن رائق سے صفائی کی کوشش کی' مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ اس کے انکار پر اہل بصرہ نے خود مصالحت کی کوشش کی اور ابن رائق سے درخواست کی کہ اگر ان کو آئندہ کے لیے حسن سلوک کا یقین دلایا جائے تو وہ ابن بریدی کا ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار ہیں' لیکن ابن رائق ان سے سخت برہم تھا۔ اس لیے اس کی درخواست بھی مسترد کر دی اور بحری و بری دو سمتوں سے بصرہ پر حملہ کر دیا۔ بری فوج کو شکست ہوئی' لیکن بحری فوجوں نے کلاء پر قبضہ کر لیا۔ ابن بریدی کے لیے تنہا مقابلہ کرنا مشکل تھا۔ اس لیے وہ اپنے بھائی ابوالحسین کو بصرہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود حصول امداد کے لیے جزیرہ اوال چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بصرہ والوں نے ابن بریدی کی فوجوں کو کلاء سے نکال دیا۔ ابن رائق کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بجکم کو لے کر خود بصرہ کی طرف بڑھا' لیکن بصری اس کے خلاف تھے۔ اس لیے کامیابی نہ ہوئی اور اسے اپنی فرودگاہ پر واپس آنا پڑا۔

ابن بریدی بصرہ سے نکل کر عمادالدولہ کے پاس فارس پہنچا اور ابن رائق کی زبوں حالی سنا کر اسے عراق پر قبضہ کے لیے ابھارا۔ یہ اپنی حکومت کے فکر ہی میں تھا۔ اس لیے اپنے بھائی معزالدولہ کو فوجیں دے کر ابن بریدی کے ساتھ کر

دیا۔انہوں نے اہواز کا رخ کیا۔بجکم نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا‘ مگر اس کو شکست ہوئی۔دوسری طرف فخر الدولہ نے بڑھ کر اس کی دوسری فوج کو شکست دی اور عسکر مکرم پر قبضہ کرلیا۔عسکر مکرم پر قبضہ کے بعد جب خوزستان میں فخر الدولہ کی قوت بڑھ گئی تو دیالمہ ابن بریدی کو چھوڑ کر اس کی جانب متوجہ ہو گئے اور فخر الدولہ کا رویہ بھی اس کے ساتھ بدل گیا۔اس کو اندازہ ہوا کہ فخر الدولہ اسے اہواز سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔اس لیے دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔بجکم کو اس کی خبر ملی تو اس نے اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر سوس اور جندیساپور پر قبضہ کرلیا اور خوزستان میں فخر الدولہ کی قوت کمزور پڑ گئی‘ لیکن اس نے اہواز پر قبضہ کر کے اس کی تلافی کر لی اور ابن بریدی کو اہواز سے دست بردار ہو کر اپنے مرکز بصرہ واپس جانا پڑا۔

ابن رائق کے خلاف ابن مقلہ کی سازش اور اس میں ناکامی: اس زمانہ میں عباسی وزارت مصر و شام کے والی خراج ابوالفتح فضل بن جعفر کے ہاتھوں میں تھی۔اس نے حکومت کی حالت دگرگوں دیکھی تو ابن رائق کو مصر و شام کی حکومت کے حصول کے لیے ابھارا اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر اس کو اس کے سابق عہدہ پر واپس کر دیا جائے تو وہ مصر و شام پر قبضہ کرانے میں اس کی پوری مدد کرے گا۔بغداد کی امیر الامرائی گو بہت بڑا منصب تھا اور ایک طرح عباسی حکومت کی فرمانروائی تھی‘ لیکن نظام حکومت کی ابتری کی وجہ سے اس کے ساتھ سینکڑوں قسم کی زحمتیں پیدا ہو گئی تھیں۔اس لیے ابن رائق آمادہ ہو گیا اور ابوالفتح کو مصر و شام کے خراج کے عہدہ پر واپس کر دیا۔اس کے بعد راضی نے سابق وزیر ابن مقلہ کو وزیر بنایا۔اس کی وزارت محض برائے نام تھی۔اختیارات تمام ابن رائق کے ہاتھوں میں تھے۔ابن رائق نے اس کی اور اس کے لڑکوں کی تمام املاک ضبط کر لیں۔ابن مقلہ نے اس کی واپسی کی بڑی کوشش کی‘ لیکن ناکام رہا۔اس لیے ابن مقلہ ابن رائق کے خلاف ہو گیا اور بجکم سے جو اس وقت خوزستان میں تھا‘ خط و کتابت کر کے اس کو امیر

الامرائی کا منصب حاصل کرنے کے لیے ابھارا اور راضی سے کہا کہ اگر ابن رائق اور اس کی جماعت کو گرفتار کر کے بجکم کو امیر الامرء بنا دیا جائے تو میں اس سے اکتالیس لاکھ اشرفیاں وصول کروں گا۔ راضی اس پر خوشدلی سے آمادہ نہ تھا' لیکن اس پر اس نے انکار بھی نہیں کیا۔ ابن مقلہ نے بجکم کو لکھ دیا کہ راضی تم کو امیر الامراء بنانے پر آمادہ ہے اور خود اس کام کی تکمیل تک راضی کے پاس رہنے کے لیے قصر خلافت چلا آیا۔ راضی دل سے اس سازش کو پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے اس نے ابن مقلہ کو ایک حجرہ میں بند کر کے دوسرے دن صبح کو ابن رائق کو اس کے سارے منصوبوں سے آگاہ کر دیا۔ اس نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا' لیکن وزارت کے منصب پر قائم رکھا۔

بغداد پر بجکم کا قبضہ اور اس کی امیر الامرائی: بجکم کے پاس ابن مقلہ کا پیام پہنچ چکا تھا۔ عراق اور خوزستان میں اس کی قوت بھی کافی بڑھ چکی تھی۔ امیر الامرائی کا منصب اتنا جلیل القدر تھا کہ ہر امیر اس کا خواہشمند تھا۔ اس لیے ابن مقلہ کے پیام کے بعد بجکم اس کے حصول کی تدبیر میں مصروف ہو گیا۔ ابن رائق اس سے بےخبر نہ تھا۔ اس کے توڑ کے لیے اس نے ابن بریدی کو لکھا کہ اگر اس وقت تم بجکم کے مقابلہ میں میری مدد کرو تو میں واسط کو اس کے قبضہ سے نکالنے کے بعد تمہارے ٹھیکہ میں دے دوں گا۔ بجکم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بغداد کا ارادہ ملتوی کر کے ابن بریدی سے نمٹنے کے لیے بصرہ کی طرف بڑھا۔ ابن بریدی نے محمد الجمال کو دس ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ بجکم نے اسے شکست دے کر واپس کر دیا۔ اس وقت اس کو بغداد کی امیر الامرائی کی دھن لگی ہوئی تھی اور تاخیر کی صورت میں طرح طرح کے خطرات تھے۔ اس لیے اس نے ابن بریدی سے مصالحت کی کوشش کی اور اس کو لکھا کہ اگر مجھ کو بغداد کی حکومت کے حصول میں کامیابی ہو گئی تو تم کو واسط کا حاکم بنا دوں گا اور تم سے رشتہ بھی قائم کر لوں گا۔ ابن بریدی پیہم لڑائیوں سے گھبرا گیا تھا۔ اس لیے اس پیام مصالحت کو قبول کر لیا اور دونوں میں صلح ہو گئی۔

بجکم کی واپسی اور شام کی حکومت پر ابن رائق کا قبضہ: ابن رائق کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس نے محض راضی اور بجکم کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر بغداد پر قبضہ کر لیا تھا۔ جو مستقل قائم نہ رہ سکتا تھا۔ اس سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ذریعہ وہ مصر و شام کی حکومت جس کی طمع اسے وزیر ابوالفتح نے دلائی تھی حاصل کرے' چنانچہ راضی اور بجکم کی واپسی کے قبل ہی اس نے راضی سے صلح کر لی اور راضی نے اس کی خواہش کے مطابق اس کو دیار مضر' حران رہا۔ قنسرین کی چھاؤنی اور عواصم وغیرہ کا والی بنا دیا۔ حکومت کا پروانہ ملنے کے بعد اس نے بغداد چھوڑ دیا اور ربیع الاول ۳۲۷ھ میں راضی اور بجکم دونوں بغداد واپس آ گئے۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۱۱۴)

بالیا کی بغاوت اور گرفتاری: بجکم کو ناصر الدولہ اور ابن رائق کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ ایک ترکی افسر بالیا باغی ہو گیا۔ یہ انبار میں بجکم کی جانب سے نیابت کرتا تھا۔ اس نے اس سے درخواست کی کہ پورا فراتی علاقہ اس کی حکومت میں دے دیا جائے تاکہ وہ ابن رائق والی شام سے اس کی حفاظت کر سکے۔ بجکم نے اسے منظور رلیا' لیکن حکومت کا پروانہ ملنے کے بعد وہ ابن رائق سے مل گیا اور راضی اور بجکم کے مقابلہ میں اس کا حامی و مددگار بن گیا۔ ان دونوں کے اتحاد سے بجکم کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس نے فوراً اس کے مقابلہ کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ یہ خفیہ نقل و حرکت کرتی ہوئی رحبہ پہنچ گئی اور بالیا کو دفعتہً گرفتار کر لیا اور وہ بغداد لا کر قید کر دیا گیا۔

ابن بریدی کی فتنہ انگیزی اور ناکامی: بجکم اور ابن بریدی میں ظاہری صلح تو ہو گئی تھی' لیکن اندرونی تعلقات خراب رہے۔ ۳۲۶ھ میں بجکم کے وزیر ابوجعفر محمد بن یحییٰ نے تعلقات استوار کرانے کی کوشش کی۔ بجکم خود تو اس سے صاف ہو گیا اور چھ لاکھ سالانہ پر ابن بریدی کو واسط کا ٹھیکہ دے دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عباسی وزیر ابوالفتح فضل بن جعفر کی موت کے بعد ابن بریدی کو راضی کا وزیر بنوا دیا۔ وہ

خود تو خوزستان میں رہتا تھا۔ بغداد میں اس کی جانب سے عبداللہ بن علی نیابت کرتا تھا۔ بجکم نے اس کی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی، لیکن ابن بریدی بڑا خود غرض اور کینہ پرور تھا۔ احسانات اور تعلقات کے بعد بھی صاف نہ ہوا اور برابر اس کو زیر کرنے کی تدبیر میں مشغول رہا۔ عراق، فارس اور خوزستان کے لیے بنی بویہ، ڈشمگیر اور ابن بریدی تین طاقتوں میں کشمکش جاری تھی۔ ابن بریدی نے بجکم کو بغداد سے ہٹانے کے لیے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم عراق پر فوج کشی کر دو۔ بنی بویہ تمہاری مدافعت میں لگ جائیں گے اور میں اہواز پر قبضہ کر لوں گا۔ بجکم اس کے فریب میں آ گیا اور بنی بویہ کے مقابلہ کے لیے حلوان کی طرف بڑھا اور ابو زکریا سوری کو فوج دے کر ابن بریدی کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس نے اس کو بنی بویہ کے مقابلہ کے لیے بہت ابھارا، لیکن ابن بریدی اس کا منتظر تھا کہ جیسے ہی بجکم بنی بویہ سے الجھے وہ بغداد پہنچ کر قبضہ کر لے۔ اس لیے برابر ٹالتا رہا۔ ابو زکریا کو اس کا اندازہ ہو گیا۔ اس نے بجکم کو خبر دی، اس لیے وہ راستہ ہی سے بغداد لوٹ گیا اور فوجیں جمع کر کے بری اور بحری دونوں سمتوں سے واسط پر فوج کشی کر دی اور ابن بریدی کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ واسط چھوڑ کر بصرہ چلا گیا اور بجکم نے آسانی کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا۔

شام پر ابن بریدی کا قبضہ اور اخشیدی حکومت سے صلح: اوپر گزر چکا ہے کہ راضی نے ابن رائق کو دیار مضر اور رہا اور حران کا والی بنا دیا تھا۔ اس زمانہ میں شام و مصر کا علاقہ اخشیدی حکومت کے ماتحت تھا۔ صرف شام کے چند سرکاری مقامات براہ راست عباسی حکومت کے قبضہ میں تھے۔ ابن رائق نے شام کی سرحد پر اخشیدی مقبوضات پر حملہ کر کے حمص، دمشق اور رملہ سے اخشیدی عمال نکال دیئے اور مصر کی طرف بڑھا۔ عریش میں محمد بن طغج اخشیدی نے روکا۔ ابن رائق نے اسے شکست دی اور اس کی فوجیں لوٹ میں مشغول ہو گئیں۔ اخشیدی فوجوں کا حصہ کمین گاہ میں چھپا تھا۔ اس نے نکل کر حملہ کر دیا۔ ابن رائق کی فوجیں غافل تھیں۔ اس

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

خلافت تک نہ پہنچتا تھا۔ اس کے لیے تخت کو نیچا کرنا پڑا۔ لوگوں نے اس کی بدشگونی پر محمول کیا۔ کم ازکم اس کے حق میں یہ بدشگونی صحیح ثابت ہوئی اور چند ہی دنوں کے بعد حالات نے ایسی پیچیدہ شکل اختیار کرلی کہ اسے وزارت چھوڑ کر روپوش ہو جانا پڑا۔ اس کے بعد سلیمان بن وہب بن مخلد کو یہ عہدہ ملا' لیکن یہ بھی ناکام رہا۔ جب وزراء سے ملک کی حالت اور حکومت کا میزانیہ نہ سنبھل سکا' تو ابن رائق نے اس خدمت کے لیے اپنے کو پیش کیا اور ذمہ داری لی کہ اگر تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں تو' جس طرح ممکن ہوگا وہ حکومت کے اخراجات پورے کرے گا۔ راضی کو چاروناچار منظور کرنا پڑا اور امیر الامراء کا عہدہ قائم کر کے ابن رائق کو اس منصب پر سرفراز کیا اور حکومت کے جملہ اختیارات اسے تفویض کر دیئے۔ امیر الامرائی کے قیام کے بعد وزارت کا عہدہ تو برائے نام قائم رہا' مگر اس کے اختیارات سب سلب ہو گئے۔ امور مملکت کا ذمہ دار اور اس کے سیاہ و سپید کا مالک امیر الامراء ہوتا تھا۔ وزیر کی حیثیت اس کے ماتحت کاتب سے زیادہ نہ تھی۔ ابن رائق نے سلطنت کے اخراجات پورے کرنے کی ذمہ داری تو لے لی تھی' لیکن اسے پورا کرنا مشکل تھا۔ اس لیے اس کو کسی ایسے وزیر کی تلاش تھی' جو اخراجات کے لیے روپیہ فراہم کر سکے۔ ابوالفتح فضل ابن جعفر دولت عباسی کی جانب سے مصر و شام کے خراج کا والی تھا۔ ان دونوں مقاموں پر نیم آزاد حکومتیں قائم تھیں۔ ان سے خراج وصول کرنے کی خدمت ابن جعفر کے سپرد تھی۔ اس لیے ابن رائق نے اسے بلا کر منصب وزارت تفویض کیا کہ اس کے ذریعہ مصر و شام کے محاصل مل جایا کریں گے۔ راضی نے اس خلعت سے نوازا' لیکن چند ہی دنوں کے بعد ابن رائق نے اپنی غرض سے جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے' اس کو خراج کے عہدہ پر واپس کر دیا۔ اس کے بعد سابق وزیر ابن مقلہ کو دوبارہ منصب وزارت ملا۔ اس کے اور ابن رائق کے درمیان جو واقعات پیش آئے۔ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ ابن مقلہ کے بعد سلیمان بن حسن اس خدمت پر مامور ہوا اور اسی پر راضی کے دور

کا خاتمہ ہو گیا۔ (یہ تمام حالات الفخری ص ۲۵۳ تا ۲۵۵ سے ماخوذ ہیں۔ کہیں کہیں پر ابن اثیر سے بھی مدد لی گئی ہے)

وفات: ربیع الاول ۳۲۹ھ میں راضی مرض استسقاء میں مبتلا ہوا اور اسی مہینہ میں انتقال کر گیا۔ انتقال کے وقت کل ۳۲ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت چھ سال دس مہینے۔

راضی کے زمانہ میں عباسی خلافت کی زبوں حالی: گو راضی میں بہت سے اوصاف تھے اور اس نے خلافت کا ظاہری ٹھاٹھ اور وقار قائم رکھا، لیکن اس کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ اس لیے اس کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں دولت عباسیہ کے پرزے اڑ گئے۔ مغرب یعنی شمالی افریقہ کا علاقہ عرصہ سے عباسیوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور یہاں علویوں کی آزاد حکومت قائم تھی۔ مصر اور شام کے ایک حصہ میں محمد بن طغج کی نیم آزاد حکومت قائم تھی۔ وہ صرف عباسی حکومت کو خراج ادا کرتا تھا۔ مشرقی صوبوں میں بھی جو عباسی حکومت کا خاص علاقہ تھا۔ خودسر امراء نے آزاد اور نیم آزاد حکومتیں قائم کر لی تھیں۔ ماوراءالنہر میں سامانی حکمران تھے۔ موصل، دیار ربیعہ اور دیار مضر میں آل حمدان کی حکومت تھی۔ طبرستان اور جرجان میں دیلمی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ فارس کا علاقہ اور خوزستان کا ایک حصہ عماد الدولہ کے قبضے میں تھا اور اس کے بڑے حصہ پر ابوعبداللہ بریدی مسلط تھا۔ عراق عجم کے لیے رکن الدولہ اور وشمگیر میں رسہ کشی ہو رہی تھی۔ کرمان ابوعلی محمد بن الیاس کے تصرف میں تھا۔ بحرین اور یمامہ پر قرامطہ مسلط تھے۔ بصرہ اور واسط ابن رائق کے پاس تھے۔ غرض عراق سے لے کر سندھ تک دولت عباسیہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی۔ خلیفہ کے قبضہ میں صرف بغداد اور اس کے نواح کا حصہ رہ گیا تھا۔ ابن رائق کی امیر الامرائی کے بعد بھی اس کو راضی پر اختیار نہ رہ گیا اور محض زرنگار تخت پر بیٹھ کر اس ادبار کا تماشا دیکھتا رہا۔ لیکن اس زوال و انحطاط کے زمانہ میں بھی اس نے عباسی دربار کی تمام پرانی روایات اور خصوصیات کو قائم رکھا۔ اس کا عہد اس بہار کا

آخری منظر تھا۔ دربار کے تمام پرانے آداب و رسوم اسی طرح قائم تھے۔ اہل علم اور ندیموں کا مجمع رہتا تھا۔ شاہی خدم و حشم، حاجب و چاؤش، عطایا و انعامات اور مصارف مطبخ کسی چیز میں کمی نہیں آنے دی۔ (الفخری ص ۲۵۲، وابن اثیر ج ۸ ۱۹) لیکن اس کے بعد ہی اس بہار پر خزاں آ گئی۔

اوصاف: علمی اوصاف کے اعتبار سے راضی نہایت لائق خلیفہ تھا۔ تاریخ ادب اور شاعری سے خاص ذوق رکھتا تھا۔ خود بھی خوشگوار اور قادر الکلام شاعر تھا۔ سلاطین و فرمانرواؤں کی طرح محض تبرکا اس کی شاعری نہ تھی بلکہ صاحب دیوان تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں اس کے متفرق اشعار ملتے ہیں۔ دو شعر نمونۃً یہ ہیں۔ (الفخری ص ۲۵۵، و تاریخ الخلفاء ص ۴۰۲)

یصفر وجھی اذا تاملته حتی کان الذی بو جنته

طرفی ویحمر وجھه من دم جسمی الیه نقلا

خجلا

ترجمہ: ''جب میں اس کی جانب نگاہ کرتا ہوں تو میرا چہرہ زرد اور اس کے رخسارے شرم سے سرخ ہو جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے جسم کا خون اس کے رخساروں میں منتقل ہو گیا ہے۔ اس لیے میرا جسم تو زرد ہو جاتا ہے اور اس کا چہرہ سرخ۔

تاریخ میں اس کے معلومات نہایت وسیع تھے اور تاریخی مذاکروں سے اسے بڑی دلچسپی تھی۔ علماء اور اہل کمال کا بڑا قدردان تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے ارباب کمال جمع اور اس کی فیاضی سے مستفیض ہوتے تھے۔ (مروج الذہب ج ۸، ص ۳۸۹) فیاضی اور سیر چشمی میں بھی اپنے اسلاف کی یادگار تھا۔ اس کے ندیم اور حاشیہ نشین اس کی فیاضیوں سے مالا مال تھے۔ وہ روزانہ انہیں کوئی نہ کوئی انعام عطا کرتا تھا۔ جو لوگ چند دن بھی اس کے دربار میں رہ جاتے وہ اتنے مالا مال ہو جاتے کہ پھر

انہیں کوئی احتیاج باقی نہ رہ جاتی تھی' اگر اس کی غلط بخشیوں پر کوئی ٹوکتا تو جواب دیتا کہ میں اس میں امیر المومنین سفاح کا پیرو ہوں۔ ان کا طریقہ تھا کہ جب کوئی ندیم یا مغنی آتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے اور کہتے کہ مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے کہ ایک شخص اس کو خوش کرتا ہے تو خوشی تو وہ نقد حاصل کر لیتا ہے اور اس کا معاوضہ ادھار پر ٹال دیتا ہے۔ (مروج الذہب ج ۸' ص ۳۳۹' ۳۴۰)

ابو اسحاق ابراہیم بن مقتدر الملقب بہ متقی باللہ

(۳۲۹ھ تا ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۱ء تا ۹۴۴ء)

راضی کے بعد ارکان دولت نے راضی کے بھائی ابراہیم کو خلیفہ منتخب کیا اور ربیع الاول ۳۲۹ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور متقی باللہ لقب اختیار کیا۔ اس وقت اس کا چونتیسواں سال تھا۔ امیر الامراء بجکم اس وقت واسط میں تھا۔ متقی نے اس کے پاس خلعت اور لوائے خلافت بھیجا۔ سلامہ طولونی کو حجابت کا منصب عطا کیا اور وزارت پر سلیمان بن وہب بدستور قائم رہا' لیکن اس کی وزارت برائے نام تھی۔ اختیارات تمام تر امیر الامراء کے ہاتھوں میں تھے۔ فارس عراق اور خوزستان میں امراء کی کشمکش برابر جاری رہی بلکہ اس کا سلسلہ اور زیادہ وسیع ہو گیا' لیکن اس کو دولت عباسیہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ اس لیے ان کے صرف وہی حالات لکھے جائیں گے جن کو براہ راست دولت عباسیہ سے کوئی تعلق ہو گا۔

بجکم کی موت : اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ راضی کے آخری دور میں بجکم نے ابن بریدی کو واسط سے نکال دیا تھا۔ اسی سفر میں اس نے دولت کی طمع میں کردوں کے ایک جرگہ پر حملہ کر دیا' لیکن وہ خود ہی ایک کرد کے نیزہ کا نشانہ بن گیا۔ اس کی موت کی خبر بغداد پہنچی تو متقی نے اس کا گھر ضبط کر کے اس کی بے شمار دولت پر قبضہ کر لیا۔ (ابو الفداء ج ۲' ص ۲۸) ابن بریدی کا سب سے بڑا حریف بجکم تھا۔ اس کی موت سے اس کا راستہ صاف ہو گیا۔ بجکم کی دیلمی سپاہ بھی اس کے پاس چلی گئی۔ یہ

سب روپے کے بھوکے تھے اور واسط دولت کا خزانہ تھا۔ اس لیے روپیہ کی طمع میں واسط کی طرف بڑھے۔ متقی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے روکنے کی کوشش کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو روپے کی ضرورت ہے' اگر یہ روپیہ ہمیں مل جائے تو ہم لوٹ جائیں گے۔ متقی نے ڈیڑھ لاکھ دینار بھجوا دیئے۔ روپے ملنے کے بعد انہوں نے پھر کہلا بھیجا کہ ہم حکومت کی جانب سے ابن بریدی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم کو مزید روپیہ دیا جائے اور مقابلہ کے لیے کوئی افسر مقرر کیا جائے۔ متقی نے اسے بھی منظور کر لیا اور چار لاکھ دینار دیلمی سپاہ اور بغدادی فوج میں تقسیم کیے اور سلامہ حاجب کو ان کا افسر مقرر کیا اور یہ سب ابن بریدی کے مقابلہ کے لیے نہر دیالی پر جمع ہوئے۔

بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ' ناکام واپسی اور کورتکین کی امیر الامرائی: ابن بریدی عرصہ سے امیر الامرائی کا خواہشمند تھا۔ اس لیے بجکم کی موت کے بعد وہ بغداد کی طرف بڑھا۔ دیالمہ جو سلامہ حاجب کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے جمع ہوئے تھے' اس کو روکنے کے بجائے کچھ اس سے مل گئے اور کچھ بنی حمدان کے پاس موصل چلے گئے۔ اس لیے سلامہ طولونی اور دوسرے امراء کو روپوش ہو جانا پڑا اور ابن بریدی بغداد کے دروازے پر پہنچ گیا۔ یہاں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ یہ صورت دیکھ کر امرائے بغداد نے اپنا کل سامان بغداد سے منتقل کر دیا اور رمضان ۳۲۹ھ میں ابن بریدی بغداد میں داخل ہو گیا' لیکن اپنے تمرد اور سرکشی سے متقی سے نہیں ملا' مگر وہ اتنا مجبور و بے بس تھا کہ ابن بریدی کی پذیرائی کرنے پر مجبور ہو گیا اور بغداد کے داخلہ پر خود اس کے پاس پیام تہنیت کہلا بھیجا اور اس کے لیے مطبخ شاہی سے خاصہ بھجواتا رہا' لیکن اس کے باوجود اس کی رعونت میں فرق نہ آیا اور بزور وزیر دولت کو معزول کر کے بصرہ کی جیل میں بھجوا دیا اور متقی سے فوجی اخراجات کے پانچ لاکھ دینار طلب کیے اور دھمکی دی کہ اگر دینے میں ذرا تامل ہوا تو معتز' مستعین اور مہتدی کی طرح اس کا بھی حشر

ہو گا۔متقی بے بس تھا۔اس لیے اس کو چارو نا چار یہ رقم حوالہ کرنا پڑی۔ابن بریدی نے یہ کل رقم خود لے لی اور فوج کو ایک حبہ نہ دیا۔اس لیے ترک اور دیلمی دونوں اس سے بگڑ گئے۔ترکوں کا سردار کورتکین بھی ساتھ ہو گیا اور دونوں نے اس سے کل سامان چھین لیا۔بغداد کے عوام نے بھی دیالمہ کا ساتھ دیا۔اس لیے ابن بریدی مقابلہ نہ کر سکا اور اسے بغداد چھوڑ کر واسط بھاگ جانا پڑا۔متقی میں خود کوئی دم نہ تھا۔اس لیے بریدی کی طرح اس کو کورتکین کی بھی پذیرائی کرنی پڑی اور اس کو بادل ناخواستہ امیر الامراء بنا دیا۔ اوپر گذر چکا ہے کہ دیلمی فوج کا ایک حصہ بنی حمدان کے پاس موصل چلا گیا تھا۔یہ بھی روپیہ کے طالب تھے‘لیکن بنی حمدان سے انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔اس وقت عباسی امراء میں سب سے بڑی شخصیت ابن رائق والی شام کی تھی۔اس لیے یہ لوگ موصل سے شام پہنچے اور ابن رائق کو بغداد چلنے پر آمادہ کیا۔اسی دوران میں اس کی طلبی میں متقی کا خط آ گیا۔یہ خود بھی بغداد کی امیرائی کا خواہشمند تھا۔اس لیے فوراً بغداد روانہ ہو گیا۔ابن بریدی کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے موقع پا کر واسط پر قبضہ کر لیا۔اس درمیان میں ابن رائق بغداد کے قریب پہنچ گیا۔عکبرا میں اس کا اور کورتکین کا مقابلہ ہوا اور معمولی جھڑپ کے بعد ابن رائق مغربی سمت سے بغداد میں داخل ہو گیا۔دوسری جانب سے کورتکین اپنی پوری قوت کے ساتھ مشرقی سمت سے پہنچ گیا۔اس کے داخلہ کے بعد ابن رائق مایوس ہو گیا‘لیکن اتفاق سے اہل بغداد اس کے ساتھ ہو گئے اور دونوں نے مل کر کورتکین کو شکست دے دی۔کورتکین کی شکست کے بعد متقی نے ابن رائق کو امیر الامرائی کا منصب عطا کیا۔

بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ اور ابن رائق اور متقی کا فرار: لیکن وہ مالی دشواریوں کی وجہ سے زیادہ دنوں تک اس منصب پر نہ رہ سکا۔فوجوں نے اس سے روپے کا مطالبہ شروع کیا۔ابوعبداللہ بن بریدی نے واسط پر قبضہ کر کے خراج روک دیا تھا۔اس لیے ابن رائق فوج کا مطالبہ پورا نہ کر سکا اور وہ اس

کا ساتھ چھوڑ کر ابن بریدی کے پاس چلی گئی۔ اس نے فوراً اپنے بھائی ابوالحسین کو فوج کے ساتھ بغداد روانہ کر دیا۔ ابن رائق اور اہل بغداد دونوں نے مل کر اس کا مقابلہ کیا' لیکن ابوالحسین نے دونوں کو شکست دی اور متقی کو بغداد چھوڑ کر موصل جانا پڑا۔ بغداد پر قبضہ کے بعد ابوالحسین اور اس کی فوج نے شہر کو خوب لوٹا اور اہل شہر پر بڑے مظالم ڈھائے۔ تمام عمائد سلطنت شہر چھوڑ کر نکل گئے اور ابن بریدی کی فوج نے بغداد لوٹ کر بالکل ویران کر دیا۔

ابن رائق کا قتل اور بغداد پر متقی کا دوبارہ قبضہ اور ناصر الدولہ کی امیر الامرائی: متقی بغداد سے نکلنے کے بعد موصل چلا گیا۔ حدود موصل میں پہنچنے کے بعد اپنے لڑکے ابومنصور کو ابن رائق کے ساتھ ناصر الدولہ ہمدانی والی مصر کے پاس مدد مانگنے کے لیے بھیجا۔ ناصر الدولہ نے شہزادہ شایان شان اس کا اعزاز کیا' لیکن ابن رائق کو جس کے ساتھ اسے پہلے سے دشمنی تھی' قتل کرا دیا اور خود متقی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس کو اس وقت ناصر الدولہ کی مدد کی ضرورت تھی۔ اس لیے ابن رائق کے قتل کے واقعہ پر چشم پوشی سے کام لیا اور ناصر الدولہ کو امیر الامراء بنایا اور اس کے بھائی ابوالحسین علی کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا اور ناصر الدولہ ابن بریدی کو نکالنے کے لیے متقی کے ساتھ بغداد آیا۔ ابن بریدی میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے وہ خود بغداد چھوڑ کر واسط چلا گیا اور اہل بغداد کو اس کے مظالم سے نجات ملی۔ ابن رائق کے قتل سے یہ نقصان ہوا کہ دمشق پر ابن طغج والی مصر نے قبضہ کر لیا۔ (ابوالفداء ج ۲' ص ۸۹)

ترکوں کی بغاوت اور ناصر الدولہ کی امیر الامرائی کا خاتمہ: بغداد میں ابن بریدی کے پاس ناصر الدولہ کے مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ اس لیے وہ بغداد چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا' لیکن چند دنوں میں واسط میں تیاری کر کے پھر وہ ناصر الدولہ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ نے اسے شکست دے کر واسط واپس کر دیا اور ۳۳۱ھ میں واسط پر فوج کشی کر کے یہاں سے

بھی ابن بریدی کو نکال دیا اور اس کے اصلی مرکز بصرہ پر حملہ کا قصد کر رہا تھا کہ اس کی فوج دوسر کش ترکی افسروں بجکم اور تورون نے روپیہ کے لیے علم بغاوت بلند کر دیا اور سیف الدولہ کے لشکر گاہ پر حملہ کر کے بغداد بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ناصر الدولہ اس وقت یہیں تھا۔ اس لیے وہ موصل کو بچانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی دیالمہ اور ترکوں نے اس کے بغدادی قیام گاہ کو لوٹ لیا اور چند مہینوں کے اندر ناصر الدولہ کی امیر الامرائی کا خاتمہ ہو گیا۔

بغداد پر تورون ترکی کا قبضہ اور اس کی امیر الامرائی: دوسری طرف واسط کی حکومت کے بارہ میں بجکم اور تورون میں جھگڑا ہو گیا' پھر اس پر فیصلہ ہوا کہ حکومت تورون کے ہاتھ میں رہے گی اور فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ بجکم کے پاس رہے گا۔ ابن بریدی کو اس کے اختلاف کی خبر ہوئی تو اس نے واسط پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا۔ تورون نے بجکم کو اس کے مقابلہ پر مامور کیا۔ ابن بریدی نے تورون کو دھوکا دینا چاہا اور اس سے کہا بھیجا کہ میں واسط کو ٹھیکہ پر لینا چاہتا ہوں۔ تورون اس کے فریب میں نہ آیا اور قاصد کو خوش اسلوبی کے ساتھ واپس کر دیا۔ اس کو بجکم پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے اس کے پیچھے جاسوس لگا دیا۔ جاسوس نے آ کر خبر دی کہ وہ ابن بریدی سے مل جانا چاہتا ہے۔ یہ خبر سن کر تورون نے دفعتہً بجکم کے لشکر گاہ پر پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا اور اس کی آنکھوں پر گرم سلائیاں پھیر دیں۔ اس دوران میں سیف الدولہ برابر تورون کے مقابلہ کی تیاری کرتا رہا۔ تورون کو اس کی خبر ہوئی تو وہ فوراً بغداد کی طرف بڑھا۔ ابھی سیف الدولہ پورے طور سے تیار نہ ہوا تھا۔ اس لیے اسے بغداد چھوڑ کر موصل جانا پڑا اور رمضان ۳۳۱ھ میں تورون بغداد میں داخل ہو گیا۔ متقی نے حسب معمول اسے بھی امر الامراء بنا دیا۔

متقی اور تورون میں بدگمانی: ادھر ابن بریدی نے میدان خالی پا کر واسط پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے تورون کو اسے چھڑانے کے لیے نکلنا پڑا۔ ابن بریدی کا

ایک افسر ابوجعفر بن شیرزاد توزون سے مل گیا۔ اس نے اس کے مزاج میں اتنا رسوخ پیدا کرلیا کہ عباسی امراء توزون سے بدظن ہو گئے اور ابن مقلہ اور توزون کے بغدادی نائب محمد بن بنال نے متقی کو اس کے خلاف بھڑکا دیا کہ توزون ابن بریدی سے مل گیا ہے اور دونوں نے آپس میں طے کیا ہے کہ آپ کے پاس بجکم کی جو دولت ہے اس پر قبضہ کر کے آپس میں بانٹ لیں اور ابن بریدی کا فوجی افسر ابن شیرزاد اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ وہ آپ کو پکڑ کر ابن بریدی کے حوالہ کر دے۔ یہ خطرہ سن کر متقی موصل جانے کے لیے آمادہ ہو گیا اور بنی حمدان کو لکھا کہ وہ اس کو لے جانے کے لیے فوجیں روانہ کر دیں۔

توزون کے خوف سے متقی کی موصل روانگی اور دونوں میں مصالحت:

ابھی متقی موصل جانے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ابوجعفر بن شیرزاد نے بغداد پہنچ کر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور متقی کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اس سے اس کو خطرہ کا یقین ہو گیا۔ اس دوران میں ناصر الدولہ کی فوجیں متقی کو لینے کے لیے بغداد پہنچ گئیں اور وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر موصل روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد ابن شیرزاد نے اہل بغداد پر بڑے مظالم ڈھائے اور ابن بریدی کو متقی کے موصل چلے جانے کی اطلاع دی۔ یہ اطلاع پاتے ہی توزون کو بغداد واپس آنا پڑا۔ متقی کے حدود موصل میں داخلہ کے ساتھ ہی ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں اس کی مدد کو پہنچ گئے تھے۔ اس لیے بغداد واپس آنے کے بعد توزون فوراً ان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں کو شکست فاش دے کر موصل سے بھی نکال دیا۔ متقی نے جب دیکھا کہ ناصر الدولہ اس کی مدد کرنے سے قاصر ہے تو وہ رقہ چلا گیا اور توزون سے کہلا بھیجا کہ تمہاری اور ابن بریدی کی مصالحت سے مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے میں بنی حمدان کے پاس چلا آیا تھا۔ میری دلی خواہش ہے کہ تم میں اور بنی حمدان میں صلح ہو جائے۔ اس تحریک پر توزون نے ناصر الدولہ سے صلح کر

لی۔صلح کے بعد تورون بغداد لوٹ گیا' لیکن متقی کو تورون کی جانب سے اطمینان نہ تھا۔اس لیے وہ بنی حمدان ہی کے پاس رقہ میں مقیم ہو گیا۔(یہ تمام حالات ابن خلدون ج ۴' ص ۴۱۰و ۴۱۶ سے ماخوذ ہیں) اس درمیان میں بنی حمدان کے ساتھ تورون کی مشغولیت سے فائدہ اٹھا کر معز الدولہ دیلمی نے واسط پر فوج کشی کر دی تھی۔بغداد واپس آنے کے بعد تورون نے اسے شکست دے کر واپس کیا۔

ابو عبد اللہ بن بریدی کی موت: مسلسل لڑائیوں نے ابو عبداللہ بن بریدی کی مالی حالت بہت خراب کر دی تھی۔اس کا بھائی ابو یوسف دولت مند تھا۔ابو عبداللہ ایک عرصہ تک اس سے قرض لیتا رہا' لیکن وہ کب تک اس کے بار کا متحمل ہوتا۔نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ابن بریدی کی ناداری اور ابو یوسف کے تمول کی وجہ سے ابن بریدی کی فوج بھی ابو یوسف کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ابو یوسف اس سے ابن بریدی کے اسراف اور بے تدبیری کی شکایت کیا کرتا تھا۔ابن بریدی کو اس کی خبریں برابر ملتی رہیں۔یہ بھی اس کو معلوم ہوا کہ ابو یوسف اسے ہٹا کر اس کی جگہ لینا چاہتا ہے۔اس سلسلہ میں بعض اور ایسے واقعات پیش آئے کہ ابن بریدی ابو یوسف کا جانی دشمن بن گیا اور دھوکے سے اسے قتل کرا دیا۔اس واقعہ کے آٹھ مہینے بعد شوال ۳۳۲ھ میں ابن بریدی کا بھی وقت آخر ہو گیا۔اس کے بعد اس کا بھائی ابو الحسین اس کا جانشین ہوا' لیکن اس میں کوئی اہلیت نہ تھی۔اس لیے فوج نے اسے ہٹا کر اس کے بھتیجے ابو القاسم کو حاکم بنا دیا۔

بیرونی مہمات: دولت عباسیہ کی زبوں حالی کی وجہ سے بیرونی مہمات کا سلسلہ عرصہ سے رک گیا تھا۔جس سے رومیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے' چنانچہ ۳۳۰ھ میں وہ شام کی سرحد میں گھس آئے اور نواح حلب کو تاخت و تاراج کر کے پانچ ہزار آدمی گرفتار کر کے لے گئے۔خلافت بغداد میں مقابلہ کی سکت باقی نہ تھی۔خود شام کے مسلمانوں نے اس کا انتقام لیا اور رومی حدود میں تاخت کر کے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور کئی بطریق گرفتار کیے۔اسی زمانہ میں مسیحیوں کو یہ خبر ملی کہ رہا کے کنیسہ

میں ایک رومال ہے۔ جس سے حضرت مسیح علیہ السلام نے منہ صاف کیا تھا اور اس پر آپ کے چہرہ کی شبیہ آ گئی تھی۔ اس لیے ۳۳۲ھ میں قیصر روم نے متقی کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر یہ مقدس رومال اس کے پاس بھجوا دیا جائے تو اس کے بدلہ میں ان تمام مسلمان قیدیوں کو جو اس کے یہاں اسیر ہیں، رہا کر دے گا۔

متقی نے قضاۃ اور فقہاء سے مشورہ کیا۔ بعضوں نے رائے دی کہ رومال بھیج کر قیدیوں کو چھڑا لینا چاہیے، لیکن بعض اشخاص نے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ رومال عرصہ دراز سے مسلمانوں کی ملک میں چلا آ رہا ہے۔ آج تک کسی رومی فرمانروا نے اس کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس کے دینے میں مسلمانوں کی مخالفت کا اندیشہ ہے، لیکن بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ رومال بھیج کر قیدیوں کو چھڑا لینا زیادہ بہتر ہے، چنانچہ اس کے معاوضہ میں بہت سے مسلمانوں کی جانیں بچ گئیں۔ (ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۲،۱۳۱)

۳۳۴ھ میں روسیوں نے بحر اسود کی راہ سے آذربائیجان پر حملہ کر دیا اور بڑھتے ہوئے بروعہ تک پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے مقابلہ کیا، لیکن انہیں شکست ہوئی اور روسی بروعہ میں داخل ہو گئے، مگر آبادی سے کوئی تعرض نہیں کیا، لیکن مسلمانوں نے روسیوں پر سنگباری شروع کر دی۔ روسیوں نے پہلے انہیں روکنے کی کوشش کی، مگر جب وہ باز نہ آئے تو روسیوں نے جوش غضب میں ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ اس سے مسلمانوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ انہوں نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان پر ہر طرف سے مسلمان ٹوٹ پڑے اور روسیوں کو شکست دے کر نکال دیا۔

وزارت: دولت عباسیہ میں وزارت کا عہدہ بڑا جلیل القدر تھا۔ وزیر ہی نظام حکومت کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اس لیے لائق ترین اشخاص کا انتخاب کیا جاتا تھا، لیکن خلافت پر زوال کے ساتھ ساتھ وزارت کی اہمیت بھی گھٹتی گئی، اور امیر الامراء کے عہدہ کے قیام کے بعد تو اس کی وقعت بالکل ہی جاتی رہی اور حکومت کے تمام اختیارات امیر الامراء کے ہاتھ میں

آ گئے تھے۔ وزارت کا محض نام رہ گیا تھا اور اس کے لیے کسی قابلیت کی بھی شرط نہیں رہ گئی تھی۔ امیر الامراء جسے اپنے مفید مطلب سمجھتا' اسے وزیر بناتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کس و ناکس وزیر ہونے لگا اور وزارت کا عہدہ تماشا بن کے رہ گیا۔ متقی کے زمانہ میں کوچہ و بازار میں اس کا مضحکہ اڑایا جانے لگا۔ قاضی تنوخ لکھتے ہیں کہ بنی عباس کے سیاسی نظام میں سب سے پہلے عہدۂ قضا پر زوال آیا اور بے علم قضاۃ مقرر ہونے لگے' پھر وزارت پر زوال طاری ہوا اور متقی کے عہد میں اس کی شان و شوکت کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور گلی کوچوں میں اس کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ ابوالحسین بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے شارع خلد میں دیکھا کہ ایک جگہ بندر کا تماشا ہو رہا ہے۔ مداری بندر سے پوچھتا ہے کہ تم بزاز بننا چاہتے ہو۔ وہ سر کے اشارے سے ہاں کہتا ہے' پھر پوچھتا ہے عطار بننا چاہتے ہو' اس پر بھی وہ ہاں کہتا ہے۔ اسی طریقہ سے مداری مختلف پیشوں کے متعلق پوچھتا ہے اور بندر سر ہلا کر اثبات میں جواب دیتا جاتا ہے۔ آخر میں سوال کرتا ہے کہ وزیر بننا چاہتے ہو؟ اس پر وہ سر ہلا کر انکار کرتا ہے اور اس سے سارا مجمع لطف اندوز ہوتا ہے۔ (جامع التواریخ قاضی تنوخی ص ۱۱۴) اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ متقی کے دور میں وزارت کس درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ امیر الامرائی کے قیام کے بعد وزراء کا عزل و نصب امیر الامراء کے ہاتھوں میں آ گیا تھا اور خود اس عہدہ کو بھی قرار نہ تھا۔ جو امیر غالب ہوتا تھا' وہ امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہو جاتا تھا۔ اس لیے وزارتیں بھی آئے دن بدلتی رہتی تھیں' چنانچہ متقی کے مختصر دور حکومت میں کئی وزارتیں بدلیں۔ کوئی وزیر تین چار مہینوں کے سے زیادہ اپنے عہدہ پر نہ رہنے پاتا تھا۔ اس کا پہلا وزیر سلیمان بن وہب بن مخلد تھا۔ چار مہینے کے بعد ابوالخیر احمد بن محمد بن میمون کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ یہ محض برائے نام وزیر تھا۔ چھ مہینے کے بعد یہ بھی ہٹایا گیا اور ابن بریدی اس منصب کے لیے نامزد ہوا' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد بغدادی فوج کی بغاوت کی وجہ سے اسے بھی بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد وزارت کا کام عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کے سپرد ہوا۔ اصل وزیر ابواسحاق محمد بن احمد اسکافی تھا'

لیکن یہ کوئی کام نہ کرتا تھا۔اس کی مدت وزارت کل چالیس دن تھی ۔اس کے بعد محمد بن قاسم کرخی وزیر مقرر رہا۔چند دنوں کے بعد پھر ابن بریدی وزیر ہوا' لیکن کل ایک مہینہ کے اندر اس کی دوسری وزارت بھی ختم ہوگئی اور احمد بن عبید اللہ اصفہانی کو یہ منصب سپرد ہوا۔اس میں مطلق کوئی صلاحیت نہ تھی۔اس کے بعد ابن مقلہ وزیر بنایا گیا۔اسی کے دور وزارت میں متقی کا زمانہ آخر ہوگیا۔(یہ حالات ابن اثیر عہد متقی اور الفخری ص ۲۵۹ سے ماخوذ ہیں)

متقی کی معزولی: اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امیر الامرا توزون کی وجہ سے متقی بغداد چھوڑ کر بنی حمدان کے پاس مقیم ہوگیا تھا' لیکن چند دنوں کے بعد ان کا رویہ بھی بدل گیا اور وہ اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنے لگے۔اس وقت اس کے لیے دو ہی صورتیں تھیں'یا وہ توزون کو راضی کر کے بغداد واپس چلا جاتا یا کسی دوسرے امیر کے دامن میں پناہ لیتا۔اس نے بیک وقت دونوں صورتیں اختیار کیں۔ایک طرف بغداد واپس جانے کے لیے توزون سے صفائی کی کوشش کی۔دوسری طرف محمد بن طغج اخشیدی والی مصر کو اپنی حالت زار سے آگاہ کر کے اسے مدد کے لیے بلا بھیجا۔توزون نے اس کے پیام صلح کو خوشی سے منظور کرلیا اور قضاۃ بنی ہاشم کے ارکان اور دوسرے عمائد سلطنت کے روبرو متقی کے ساتھ وفاداری کا حلف نامہ لکھ کر ان کو گواہ بنایا۔ان لوگوں نے متقی کو اطمینان دلا کر بلا بھیجا' لیکن ابھی متقی رقہ سے بغداد ہوا تھا کہ محمد بن طغج بھی اس کی مدد کے لیے پہنچ گیا اور متقی کے حضور میں اظہار اطاعت وخدمت کا کوئی دقیقہ نہیں رکھا۔اس کی اور اس کے تمام وابستگان دولت کی خدمت میں بیش قیمت ہدایا پیش کر کے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ مصر وشام تشریف لے چلیے ۔وہاں کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کرسکتا' لیکن متقی اس پر آمادہ نہ ہوا۔ابن طغج نے کہا کہ اگر میرے ساتھ نہیں چلتے تو اللہ کے لیے بغداد نہ جائیے ۔توزون کا کوئی اعتبار نہیں' لیکن متقی نے یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا اور توزون کے حلف نامے اور عمائد بغداد کی تصدیق پر اعتماد کر کے بغداد روانہ ہو گیا۔فریب کار توزون خود

سندیہ تک اس کے استقبال کے لیے آیا اور متقی کے سامنے زمین بوس ہو کر ایفائے عہد اور اطاعت کا یقین دلایا اور متقی کو اطمینان دلانے کے بعد ہی اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں۔ جب وہ درد کی تکلیف سے چیخا اور اس کے ساتھ خدم شاہی اور حرم سلطانی کی آوازوں کا شور بلند ہوا تو اس نمک حرام نے سب کو پٹوا کر خاموش کیا۔ متقی کو اندھا کرنے کے بعد اسے بغداد واپس لا کر تخت خلافت سے معزول کر دیا۔ (ابن اثیر ج ۸، ص ۱۳۶، ۱۳۷) اس کی مدت خلافت تین سال پانچ مہینے چند دن تھی۔

اوصاف: متقی میں امور جہانبانی کی کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس لیے وہ بگڑے ہوئے نظام کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں عباسی حکومت کے ظاہری ٹھاٹھ کا بھی خاتمہ ہو گیا اور خلفاء کی کوئی حیثیت نہ رہ گئی۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ متقی میں جہانبانی کا کوئی وصف نہ تھا۔ اس کے زمانہ میں نظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔ اس کے پورے دور میں جنگ وجدال اور فتنہ وفساد کا بازار گرم رہا۔ بغداد پر حملہ ہوا، دارالخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا گیا۔ توزون کا اقتدار اتنا بڑھا کہ اس نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور متقی کو بغداد چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور توزون کے ہاتھوں اس کو برے دن دیکھنے پڑے۔ (الفخری ص ۲۵۶) مسلسل سیاسی انقلابات نے عراق کو بالکل تباہ کر دیا تھا۔ بغداد میں اتنا شدید قحط پڑا جس کی مثال گذشتہ عباسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ غلہ سونے کے بھاؤ بکنے لگا۔ عوام قحط کی شدت سے مردار کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۰۴) البتہ متقی میں مذہبی اور اخلاقی خوبیاں تھیں اور اس حیثیت سے وہ اپنے پیشروؤں کے مقابلہ میں گویا زاہد تھا۔ خطیب کا بیان ہے کہ وہ اپنے پیشرو خلفاء کے بہت سے افعال واعمال سے محترز رہا۔ نبیذ کو جو خلفاء کی گھٹی میں پڑی تھی، کبھی منہ نہیں لگایا۔ رات دن اس کو روزہ نماز سے کام تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۰۴) ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے قرآن کے علاوہ اور کسی ندیم کی ضرورت نہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۰۴)

ابو القاسم عبداللہ بن مکتفی باللہ الملقب بہ مستکفی باللہ

(۳۳۳ھ تا ۳۳۴ھ مطابق ۹۴۴ء تا ۹۴۵ء)

گذشتہ خلفاء کے ساتھ بدسلوکی کی بنا پر ترک اور دیالمہ کو ان کی اولادوں پر اعتماد نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے ایک خلیفہ کی معزولی کے بعد دوسرے خلیفہ کے انتخاب کے وقت دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے متقی کی معزولی سے قبل ہی تورون نے مکتفی باللہ کے ایک لڑکے ابوالقاسم عبداللہ کو جوان کے نزدیک مقصد کے مطابق تھا' ڈھونڈ نکالا تھا اور اپنے ساتھ سندیہ لیتا گیا تھا' چنانچہ متقی کی معزولی کے بعد سندیہ ہی میں اس کے ہاتھوں پر بیعت کی اور نابینا متقی سے بھی اس کی بیعت لی اور صفر ۳۳۳ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کا اکتالیسواں سال تھا۔ نابینا متقی کو قید میں ڈال دیا گیا۔ اٹھارہ سال قید میں بسر کرنے کے بعد ۳۵۰ھ میں اس نے وفات پائی۔ ایک اور نابینا خلیفہ قاہر باللہ بغداد میں تھا۔ اس کو متقی کے اندھا کیے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے ظریفانہ مگر سبق آموز فقرہ کہا ''اب ہم دو اندھوں کے لیے ایک تیسرے رفیق کی ضرورت ہے۔ یہ ظرافت مستکفی کی معزولی کے وقت واقعہ ثابت ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۰۷)

واسط پر معزالدولہ کا قبضہ اور اس کا اخراج: تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد فریب خوردہ مستکفی نے تورون کو خلعت اور تاج پہنایا اور ابوالفرج محمد بن علی سامری کو وزیر بنایا' لیکن وہ محض نام کا وزیر تھا۔ حکومت کے جملہ کام تورون کا کاتب ابن شیرزاد انجام دیتا تھا۔ اس لیے مستکفی کے دور میں وہ بھی خلافت پر بہت حاوی ہو گیا۔ اوپر یہ معلوم ہو گیا ہے کہ معزالدولہ دیلمی عرصے سے خوزستان پر قبضہ کی کوشش کر رہا تھا' چنانچہ رجب ۳۳۳ھ میں وہ اس مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ تورون خود مستکفی کو لے کر اس کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اسے دیکھ کر معزالدولہ نے واسط چھوڑ دیا اور تورون اس کو ابوالقاسم بریدی کے ٹھیکہ میں دے کر بغداد لوٹ گیا۔

ناصرالدولہ کی بغاوت اور مصالحت: ناصرالدولہ حمدانی والی موصل

نے اس طرف پھر خراج بھیجنا بند کر دیا تھا۔اس لیے واسط کو چھڑانے کے بعد توزون مستکفی کو لے کر موصل گیا، لیکن توزون کے کاتب ابن شیرزاد نے دونوں میں صلح کرا دی۔جنگ کی نوبت نہیں آئی اور ناصر الدولہ نے خراج ادا کر دیا۔

ابو الحسین بریدی کا قتل: اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن بریدی کے بعد اس کا بھائی ابو الحسین جانشین ہوا تھا، مگر فوج نے اسے ہٹا کر اس کے بھتیجے ابو القاسم کو حاکم بنایا تھا۔ابو الحسین نے قرامطہ کی مدد سے اپنی جگہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن جب اس میں بھی اس کو کامیابی نہ ہوئی تو براہ راست بارگاہ خلافت سے کوشش کرنے کے لیے بغداد گیا اور توزون سے درخواست کی کہ اگر وہ اسے بصرہ کی حکومت دلوا دے تو اس کے معاوضے میں ایک بڑی رقم پیش کرے گا۔توزون نے اسے مستکفی سے ملا کر سفارش کر دی۔اس نے منظور کر لیا، لیکن عین وقت پر القاسم کو خبر ہو گئی۔اس نے چند باثر اشخاص کے ذریعہ ابو الحسین کی رقم سے بڑی پیشکش توزون کے پاس بھجوا دی اور ابو الحسین ناکام رہا۔اس ناکامی میں ابن شیرزاد کا بھی ہاتھ تھا۔اس لیے ابو الحسین نے اسے اس کے منصب سے گرانے کی سازش کی، لیکن یہ راز قبل از وقت فاش ہو گیا اور ابن شیرزاد نے اسے توزون کے ذریعہ گرفتار کر لیا۔اتفاق سے ایک معاملہ میں علماء اس کے قتل کا فیصلہ دے چکے تھے۔ابن شیرزاد نے اسے مستکفی کے سامنے پیش کر کے قتل کرا دیا۔(تجارت الامم ج ۶، ص ۷۹، ۸۰ ملخصا)

توزون کی موت اور ابن شیرزاد کی امیر الامرائی: ۳۵۴ھ میں امیر الامرا توزون کا انتقال ہو گیا۔اس وقت اس کا نائب شیرزاد ہیت میں تھا۔یہیں اس کو توزون کی موت کی خبر ملی۔عراق میں سب سے بڑا امیر ناصر الدولہ والی موصل تھا۔اس لیے توزون کی جگہ پر کرنے کے لیے ابن قاسم کی نگاہ ناصر الدولہ کی طرف اٹھی، لیکن فوج نے اس کی مخالفت کی اور خود ابن شیرزاد کو اپنا سپہ سالار بنا کر ترکی اور

دیلمی امراء اور مستکفی سے اس کی تصدیق کرائی۔ اس نے ابن شیرزاد کو امیر الامرائی کا منصب عطا کر دیا۔

شیرزاد نے فوج کی اس خدمت کے صلہ میں ان کی تنخواہوں اور مناصب میں اضافہ کر دیا' لیکن بغداد کا خزانہ بالکل خالی تھا۔ ابن شیرزاد نے مختلف ذریعوں سے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ ناصر الدولہ سے ایک بڑی رقم اور سامان رسد منگوایا۔ عمال حکومت' کاتبوں اور تاجروں سے روپیہ وصول کیا۔ جب ان ذرائع سے بھی کمی پوری نہ ہو سکی تو رعایا کی جیبوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ٹیکسوں میں اضافہ کر دیا۔ اس سے بغداد میں بڑی شورش اور دن دہاڑے لوٹ مار شروع ہو گئی۔ تاجروں نے بغداد چھوڑ دیا اور سارے شہر میں ایک عام بدامنی پھیل گئی۔ معز الدولہ دیلمی والی فارس کی قوت اس وقت بہت بڑھ چکی تھی۔ اس کی نگاہ عرصہ سے بغداد کی حکومت کے لیے اٹھ رہی تھی۔ بغداد کے ہنگاموں نے اس کے لیے موقع پیدا کر دیا۔ اس کی خوش قسمتی سے ابن شیرزاد ایک ممتاز عہدہ دار ینال کوشہ والی واسط اس سے مل گیا اور اس کو بغداد پر فوج کشی کی دعوت دی۔ یہ فخر الدولہ کی دیرینہ آرزو تھی۔ اس لیے وہ فوراً آمادہ ہو گیا۔ ابن شیرزاد پہلے سے بغداد کے انقلاب کو روکنے سے عاجز آ چکا تھا۔ اس پر مستزاد یہ ہوا کہ ترکی اور دیلمی فوجیں بھی ہنگامہ میں شریک تھیں اور بغداد میں معز الدولہ کی کوئی طاقت روکنے والی باقی نہ رہی۔ اس لیے اس کا معتمد علیہ امیر عبداللہ ہاشمی مع دیلمی فوجوں کے آسانی کے ساتھ بغداد میں داخل ہو گیا اور ابن شیرزاد کو مع مستکفی کے روپوش ہو جانا پڑا۔

معز الدولہ دیلمی کا بغداد میں داخلہ اور دیالمہ کا آغاز:

مستکفی بالکل بے بس اور ہر غالب امیر کی پذیرائی کے لیے مجبور تھا۔ اس لیے بنی بویہ کا بھی اس نے خیر مقدم کیا اور ابو عبداللہ ہاشمی سے اپنی روپوشی کی صفائی میں کہا۔ میں معز الدولہ کے لیے چھپا تھا تاکہ ترکی فوجیں منتشر ہو جائیں اور معز الدولہ کو بھی بغداد

کے داخلہ میں دشواری نہ پیش آئے۔اس کے بعد جمادی الاول ۳۳۴ھ میں معز الدولہ بھی بغداد پہنچ گیا اور مستکفی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی بیعت کی اور عمائد و ارکان سلطنت کے روبرو دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کا عہدو پیان کیا۔مستکفی نے ابوالحسین (معز الدولہ) اور اس کے دونوں بھائیوں ابوالحسن اور ابوعلی کو معز الدولہ' عماد الدولہ اور رکن الدولہ کے لقب سے نوازا۔(تینوں بھائیوں کو یہ خطابات خلافت بغداد کی تولیت کے بعد ملے) اور سکوں پر ان کے نقش کرنے کا حکم دیا۔معز الدولہ نے مستکفی سے ابن شیرزاد کی خطا معاف کرا کے اپنا کاتب بنایا۔

بنی بویہ شیعہ تھے۔ان کو نہ بنی عباس سے کوئی ہمدردی تھی اور نہ ان کے دلوں میں خلفاء کا احترام تھا۔ان کے پیشرو بھی اگرچہ مستبد تھے' لیکن انہوں نے کسی نہ کسی حد تک خلفاء کا احترام قائم رکھا تھا۔اس لیے دیالمہ کی تولیت خلافت کے بعد خلفاء کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہی اور معز الدولہ نے مستکفی کے حقوق و اختیارات سلب کر کے اس کے گذارہ کے لیے پانچ ہزار ماہانہ اور تھوڑی سی جاگیر مقرر کر دی اور اس کو حکومت کے نظم و نسق سے بالکل الگ کر دیا۔صرف خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا یا بعض احکام و فرامین اس کے نام سے رسماً جاری ہوتے تھے۔(ابن اثیر ج ۸' ص ۱۴۰۶)

مستکفی کی معزولی: دیالمہ کے اس اقتدار اور استبداد کے نتائج چند ہی دنوں میں نکلنے لگے اور مستکفی کو تاج و تخت سے ہاتھ دھونا پڑا۔اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حرم سلطانی کی قہرمانہ علم توروں کے زمانہ سے حکومت میں دخیل ہو گئی تھی۔اس نے ترک اور دیلمی افسروں کی دعوت کی۔معز الدولہ کو یہ شبہ ہوا کہ اس دعوت کا مقصد یہ ہے کہ ان افسروں سے مستکفی کی بیعت لے کر ان کے ذریعہ اس کو بغداد سے نکال دیا جائے گا۔اس شبہ پر وہ مستکفی سے بدگمان اور اس کی معزولی کے درپے ہو گیا اور ایک

دن جب کہ ایک قاصد مستکفی کے حضور میں باریاب ہو رہا تھا۔ دو دیلمیوں نے جنہیں معز الدولہ نے پہلے سے مقرر کر دیا تھا۔ مستکفی کے ہاتھوں کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ سمجھا کہ دست بوسی کرنا چاہتے ہیں' اس لیے ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے کھینچ کر تخت کے نیچے گرا دیا اور گھسیٹتے ہوئے معز الدولہ کے فرودگاہ پر لا کر قید کر دیا اور علم قہرمانہ کو گرفتار کر کے اس کی زبان کاٹ ڈالی اور دارالخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا۔ اس افسوسناک طریقہ سے کل ایک سال چار مہینہ کی حکومت کے بعد مستکفی کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ ان واقعات کے بعد مستکفی کے دور تنزل وانحطاط کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بنی بویہ خلافت عباسیہ کے حاکم مطلق تھے اور مستکفی کی حیثیت ایک وظیفہ خوار سے زیادہ نہ تھی۔ معز الدولہ دربار میں اس کے پہلو بہ پہلو بیٹھتا تھا۔ جس کی جرات اب تک کسی نے نہ کی تھی۔

ابوالقاسم فضل بن مقتدر الملقب بہ مطیع اللہ

(۳۳۴ھ تا ۳۶۳ھ مطابق ۹۴۵ تا ۹۷۴ء)

ابھی یہ لکھا جا چکا ہے کہ بنی بویہ شیعہ تھے۔ وہ بنی عباس کو غاصب اور اہل بیت نبوی ﷺ کو خلافت کا اصلی مستحق سمجھتے تھے۔ اس لیے مستکفی کو معزول کرنے کے بعد معز الدولہ نے علوی خلافت قائم کرنے کا ارادہ کیا اور اس بارہ میں اپنے مشیروں سے رائے لی۔ یہ سب شیعہ تھے۔ اس لیے قریب کل مشیروں نے تائید کی' لیکن بعض عاقبت اندیش اشخاص نے جن کے سامنے عقیدت سے زیادہ سیاسی مصالح تھے' مخالفت کی اور کہا کہ بنی فاطمہ کو خلیفہ بنانے کے بعد خلافت آپ کے اثر سے نکل جائے گی۔ بنی عباس کو آپ کی جماعت غاصب سمجھتی ہے اور ان کے ساتھ ان کو کسی قسم کی مذہبی عقیدت نہیں ہے۔ اس لیے آپ جب اور جس وقت چاہیں' عباسی خلفاء کو ان کی مدد سے معزول اور قتل کر سکتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں علویوں کے ساتھ ان کو مذہبی عقیدت ہے۔ اس لیے کسی علوی کا خلیفہ بنانے کے بعد پھر اس کے خلاف کسی

حالت میں کوئی کارروائی نہ ہو سکے گی۔ معز الدولہ گو شیعہ تھا، لیکن عقیدت کی بارگاہ میں حکومت اور جاہ و منصب کی نذر پیش کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس نے یہ مشورہ قبول کرلیا اور علوی حکومت قائم کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ (ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۴۹)

عباسی خاندان میں خلیفہ مقتدر کا لڑکا فضل عرصہ سے خلافت کا متمنی تھا اور متقی کے بعد مستکفی کے مقابلہ میں ایک مرتبہ اس کے حصول کی کوشش بھی کر چکا تھا، لیکن کامیاب نہ ہوا تھا۔ اس لیے مستکفی کے زمانہ بھر وہ اس کے خوف سے روپوش رہا۔ اس کی معزولی کے بعد معز الدولہ نے اسے تلاش کر کے خلیفہ بنایا اور جمادی الثانی ۳۳۴ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور مطیع اللہ لقب اختیار کیا۔ یہ ایک کنیز مشغلہ کے بطن سے تھا۔ تخت نشینی کے وقت ۳۴ سال کی عمر تھی۔ مطیع کی بیعت کے وقت مظلوم مستکفی سے با قاعدہ خلافت سے دست برداری کرا کے اس سے مطیع کی بیعت لی گئی اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر اس کو اندھا کیا گیا اور قاہر کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی کہ ہم دو اندھوں (قاہر اور متقی) کے لیے ایک تیسرے رفیق کی ضرورت ہے۔ ان حالات سے ظاہر ہے کہ مطیع صرف نام کے لیے خلیفہ تھا۔ اسے حکومت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ دیالمہ نے اس کا وظیفہ پانچ ہزار ماہوار سے گھٹا کر کل ایک سو دینار یومیہ یعنی تین ہزار کر دیا۔

جاگیروں پر فوجوں کا قبضہ اور محکمہ خراج کا تعطل:

حکومت کا خزانہ عرصہ سے خالی چلا آ رہا تھا۔ بنی بویہ کے زمانہ میں بھی یہ صورت قائم رہی۔ دوسری طرف روپے کے لیے فوجوں کا مطالبہ برابر جاری رہا۔ اس لیے معز الدولہ نے پہلے عام رعایا کے مال پر ہاتھ ڈالا۔ جب اس سے بھی فوجوں کا مطالبہ پورا نہ ہو سکا تو خالصہ شاہی اور امراء کی جاگیریں فوجی افسروں کے حوالے کر دیں اور محکمہ خراج بند ہو گیا۔ بغداد کے مسلسل انقلابات اور شورش کی وجہ سے ان جاگیروں کی حالت نہایت ابتر تھی۔ زراعت تباہ ہوگئی تھی۔ پیداوار گھٹ گئی تھی، مواضعات اجڑ گئے تھے۔ ان میں سے جن کی حالت نسبتاً کچھ بہتر تھی، انہیں افسروں نے اپنے لیے چن لیا تھا۔ ان کی توجہ سے

ان کی حالت کسی قدر سنبھل گئی اوران کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگیا' لیکن اب ان کوفوجی افسروں سے واپس لینا معزالدولہ کے بس سے باہر ہوگیا۔

اچھے اور زرخیز علاقے بڑے افسروں نے اپنے لیے چن لیے تھے اور خراب علاقے معمولی سپاہیوں کے حصے میں آئے تھے۔ جن کی حالت یوں ہی ابتر تھی۔ فوجی ان کی دیکھ بھال بھی نہ کرسکتے تھے۔ اس لیے وہ اور زیادہ ویران ہوگئے اوران کی پیداوار بہت گھٹ گئی۔ اس کے باوجود فوجی سپاہی کسانوں سے بڑی سختی سے محاصل وصول کرتے تھے۔ اس سے کسانوں کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ فوجی علیحدہ خسارہ دکھاتے تھے۔ یہ صورت دیکھ کر معزالدولہ نے نگرانی کے لیے اپنے خاص آدمی مقرر کیے' لیکن یہ لوگ خود بھی طمع میں پھنس گئے اور فوجی بھی انہیں پورا انتظام نہ کرنے دیتے تھے۔ جو شخص اس صورت حال کی اصلاح کرنا چاہتا اس کے وہ دشمن ہو جاتے۔ اس لیے کوئی اصلاح نہ ہوسکی اور محاصل کی آمدنی بالکل گھٹ گئی۔ معزالدولہ نے یہ جاگیریں زیادہ تر ترکی فوج کو دی تھیں۔ اس لیے دیلمی الگ برہم ہوگئے اور ایک عام بدنظمی پیدا ہوگئی۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۱۸۰) بنی بویہ اور آل حمدان کی لڑائیاں اور مصالحت: بنی بویہ کے تسلط کے بعد بھی گو عباسی خلافت کئی صدیوں تک قائم رہی' لیکن اس کی اصل تاریخ بنی بویہ کے زمانہ سے ختم ہو جاتی ہے اور بنی بویہ کی تاریخ کا دور شروع ہوتا ہے۔ جن کی خود عظیم الشان تمدنی اور سیاسی تاریخ ہے' لیکن اس کو براہ راست عباسی حکومت سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس کی تفصیل میں نہ پڑیں گے اور صرف انہی حالات پر اکتفا کریں گے جن کو دولت عباسیہ سے تعلق ہوگا۔

خلافت بغداد پر بنی بویہ کے تسلط کے وقت عراق میں دو بڑی طاقتیں تھیں۔ ایک موصل کا حمدانی عرب خاندان' دوسری بصرہ کی بریدی حکومت۔ معزالدولہ کے زمانہ میں دو نئی طاقتیں اور ابھریں۔ بطیحہ میں شاہینی ریاست کی بنیاد پڑی اور عمان میں یہاں کے والی یوسف بن وجیہ نے طاقت

پکڑی۔معز الدولہ کو انہی چاروں سے نمٹنا پڑا اور اس سلسلے میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے۔ان میں سے صرف وہی واقعات لیے جائیں گے جن کا تعلق خلافت بغداد سے ہوگا۔

بنی بویہ اور بنی حمدان کی کشمکش: بنی بویہ کے سب سے بڑے حریف بنی حمدان تھے۔ان دونوں میں پرانی چشمک چلی آتی تھی۔حمدانی نسلاً عرب اور مذہباً سنی تھے اور بنی بویہ عجمی اور شیعہ۔اس لیے خلافت بغداد پر ان کے قبضے کے بعد ان کے ساتھ بنی حمدان کی مخالفت اور زیادہ تیز ہوگئی اور مستکفی کے ساتھ بنی بویہ کی بدسلوکی سے ان میں بڑا جوش پیدا ہوگیا۔ناصر الدولہ نے اس کا انتقام لینے کے لیے بغداد پر فوج کشی کردی۔معز الدولہ اس کو روکنے کے لیے ایک جانب سے خود بڑھا اور دوسری سمت فوجیں روانہ کیں، لیکن ناصر الدولہ، معز الدولہ کی بھیجی ہوئی فوجوں کو پسپا کرکے بغداد پہنچ گیا اور اس کے مشرقی حصہ میں اترا۔معز الدولہ اس وقت تکریب تک پہنچا تھا۔ناصر الدولہ کے بغداد پہنچنے کی خبر سن کر فوراً واپس آیا۔مغربی حصے میں خیمہ زن ہوا۔ناصر الدولہ نے ناکہ بندی کرکے اس کا سامان رسد رکوا دیا اور مطیع کا نام خطبہ سے خارج کرکے اپنے حدود میں اس کا سکہ منسوخ کر دیا۔سامان رسد کے رک جانے کی وجہ سے معز الدولہ کی فوج میں سخت قحط پڑ گیا اور اس کو ایسی دشواری کا سامنا ہوا کہ اس کی ہمت چھوٹ گئی اور اس نے بھاگ جانا چاہا، لیکن قسمت یاور تھی۔ایک جنگی تدبیر کارگر ہوگئی، جس سے ناصر الدولہ شکست کھا گیا۔اس کا کل سامان دیالمہ نے لوٹ لیا اور محرم ۳۳۵ھ میں بغداد پر دوبارہ معز الدولہ کا قبضہ ہوگیا، پھر اسی سنہ میں دونوں میں صلح ہوگئی، لیکن یہ صلح عارضی تھی اور دونوں کے درمیان مدتوں جنگ و صلح اور فتح و شکست کا سلسلہ قائم رہا۔معز الدولہ نے کئی مرتبہ موصل پر قبضہ کر لیا۔ایک مرتبہ ۳۴۵ھ میں ناصر الدولہ بغداد پر چڑھ آیا، لیکن فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے کو زیر نہ کر سکا اور کئی سال کی مسلسل خونریز لڑائیوں کے بعد ۳۵۴ھ

دونوں میں پھر صلح ہوگئی۔(ان لڑائیوں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ہم نے صرف آخری نتیجہ لکھا ہے)

ابوالقاسم بریدی کی بغاوت اور اس کا خاتمہ: دیالمہ کا دوسرا مخالف ابوالقاسم بن بریدی والی بصرہ تھا۔۳۳۵ھ میں اس نے ان کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا۔معز الدولہ نے پہلے فوجیں بھیج کر اسے شکست دی اور اس کے بہت سے ممتاز آدمی گرفتار ہوئے،پھر اس کے کامل استیصال کے لیے مطیع کو ساتھ لے کر ۳۳۶ھ میں ابوالقاسم کے دارالحکومت بصرہ پر فوج کشی کی۔مطیع کو دیکھ کر ابوالقاسم کی فوجیں معز الدولہ سے مل گئیں اور اس نے آسانی کے ساتھ بصرہ پر قبضہ کرلیا۔بصرہ پر قبضہ سے ابن بریدی کی قوت ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گئی۔

بطیحہ میں شاہینی حکومت کا قیام: ۳۳۸ھ میں ایک شخص عمران بن شاہین نے بطیحہ میں ایک ریاست قائم کرلی۔(۳۳۸ھ میں ریاست کی بنیاد پڑی اور ۴۰۵ھ میں اس کا خاتمہ ہوا۔اس میں سات فرمانروا ہوئے۔عمران بن شاہین حسین بن عمران،ابوالفرج محمد بن عمران،ابوالمعالی بن حسن،مظفر ابن علی،ابوالحسن علی بن نصر الملقب مہذب الدولہ محمد بن نسئی) یہ جامدہ کا ایک معمولی ماہی گیر تھا،لیکن آدمی جری اور حوصلہ مند تھا۔ایک مرتبہ جامدہ کے علاقہ کے سرکاری محاصل وصول کر لیے اور گرفتاری کے خوف سے بطیحہ بھاگ گیا۔یہاں آکر اس نے ڈاکہ زنی شروع کر دی۔بہت سے ڈاکو اور لٹیرے اس کے ساتھ ہوگئے اور چند دنوں میں اس کا خاصا جتھا بن گیا،لیکن اس کے دل میں برابر حکومت کی جانب سے خطرہ لگا ہوا تھا۔اس لیے معز الدولہ کے مخالف ابوالقاسم بریدی سے مل گیا۔(یہ واقعہ ابن بریدی کے خاتمہ سے پہلے کا ہے)اور چند دنوں میں اپنی قوت بڑھا کر بطیحہ کے علاقہ پر قابض ہو گیا۔اس وقت معز الدولہ کو اس کی جانب توجہ کرنی پڑی۔اس نے کئی مہمیں اس کے مقابلے میں بھیجیں۔بعض معرکوں میں عمران کو شکست بھی ہوئی،لیکن اس پر قابو نہ

حاصل ہوسکا اور وہ برابر مقابلہ کرتا رہا۔معز الدولہ کی فوجوں کو شکست دیتا رہا۔آخر میں معز الدولہ کو مجبور ہو کر عمران سے صلح کر کے اسے بطائح کا حاکم بنا دینا پڑا' لیکن اس کے بعد بھی وہ مخالفت سے باز نہ آیا اور ایک مرتبہ اہواز کا خراج جو دارالخلافہ جا رہا تھا' چھین لیا۔اس لیے معز الدولہ نے پھر اس پر فوج کشی کی' لیکن وقت پر بیمار پڑ گیا اور یہ مہم ناتمام رہی۔اس کے بعد پھر اس کو اپنی زندگی میں موقع نہ مل سکا اور بطیحہ میں عمران بن شاہین کی باقاعدہ ریاست قائم ہوگئی۔

روزبہان دیلمی کی بغاوت اور اس کا خاتمہ: ۳۴۵ھ میں معز الدولہ کے ایک معتمد علیہ دیلمی افسر روزبہان اور اس کے بھائی بلکا نے علی الترتیب اہواز اور شیراز میں علم بغاوت بلند کر دیا۔معز الدولہ کی فوج کے اکثر دیلمی دل سے اس کے خلاف تھے۔اس لیے روزبہان کا سہارا پا کر اہواز کی دیلمی سپاہ اس سے مل گئی اور روزبہان نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔معز الدولہ نے اس کے مقابلے کے لیے بغداد سے فوجیں روانہ کیں۔اس میں بھی سب دیلمی تھے' وہ بھی روزبہان سے مل گئے۔اس لیے خود معز الدولہ کو اس کے مقابلہ کے لیے نکلنا پڑا اور اس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اس کی تشہیر کر کے غرق کر دیا۔شیراز میں بلکہ کی بغاوت کا خاتمہ بھی ناکامی پر ہوا۔یہ بغاوت بھی دیلمیوں نے کی تھی۔اس لیے ان کے فرو ہونے کے بعد معز الدولہ نے دیالمہ سے پورا انتقام لیا اور تمام بڑے بڑے دیلمی افسروں کو گرفتار کر کے ترکوں کے ذریعہ ان کا شیرازہ منتشر کر دیا اور ان کے بجائے ترکوں کو بڑھانا شروع کیا۔انہیں بڑی بڑی جاگیریں دیں اور فوج میں دیالمہ کی جگہ ترک چھا گئے' لیکن یہ بھی دیالمہ سے کچھ کم نہ نکلے۔انہوں نے عروج پانے کے بعد ظلم و جور کا بازار گرم کر دیا۔

یوسف بن وجیہہ والی عمان کی مخالفت اور اس کا خاتمہ: تیسری مخالف قوت بحرین و عمان کے قرمطی اور یہاں کے عام باشندے تھے۔یہاں کے والی یوسف بن وجیہہ نے قرامطہ کی مدد سے بصرہ پر حملہ کر دیا' لیکن معز الدولہ کی

فوجوں نے اسے شکست فاش دی۔ یوسف کے انتقال کے بعد اس کا غلام نافع جانشین ہوا۔ معز الدولہ نے ۳۵۴ھ میں فوج کشی کر کے اس کو مغلوب کر لیا اور نافع نے اس کی اطاعت قبول کر کے خطبہ اور سکہ میں معز الدولہ کا نام داخل کر دیا' لیکن عمان کی پوری آبادی معز الدولہ کے خلاف تھی اس لیے نافع کو نکال کر عمان کو ہجر کے قرامطہ کے حوالہ کر دیا۔ وہ یہاں کا انتظام نہ سنبھال سکے اور عمان کی حکومت کے لیے خود یہاں کے عمائد میں کشمکش شروع ہو گئی۔ یکے بعد دیگرے کئی اشخاص نے حکومت حاصل کی' لیکن باہمی اختلاف کی وجہ سے کسی کی حکومت قائم نہ رہ سکی۔ یہ بد نظمی دیکھ کر ۳۵۵ھ میں معز الدولہ نے حملہ کر کے عمان پر قبضہ کر لیا اور یہاں کی آبادی کو بے دریغ قتل کر کے اس کی قوت توڑ دی۔

شیعیت کا فتنہ: بنی بویہ نہایت متعصب شیعہ تھے۔ چند دنوں تک وہ خاموش رہے' پھر ان کا تعصب ظاہر ہونے لگا۔ دولت عباسیہ کے بہت سے وزراء اور متوسل عجمی اور شیعہ تھے' لیکن ان میں سے کسی نے علانیہ شیعیت کی ترویج و اشاعت کی جرات نہ کی تھی۔ معز الدولہ نے خلفاء کی قوت ختم کرنے کے ساتھ ہی بغداد میں شیعیت کی تبلیغ شروع کر دی اور ۳۵۱ھ میں بغداد میں جامع اعظم کے پھاٹک پر لکھوایا۔ "معاویہ بن ابی سفیان' غاصبین فدک امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضہ نبوی ﷺ میں دفن کرنے سے روکنے والوں' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جلاوطن کرنے والوں' عباس رضی اللہ عنہ کو شوریٰ سے خارج کرنے والوں پر لعنت ہو۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۱۷۹) خلیفہ میں اس بدعت کو روکنے کی طاقت نہ تھی۔ کسی سنی نے رات کو یہ عبارت مٹا دی۔ معز الدولہ نے پھر لکھوانے کا ارادہ کیا' لیکن اس کے وزیر مہلبی نے مشورہ دیا کہ صرف معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کی تصریح کی جائے اور ان کے نام کے بعد ﴿والظالمین لال محمد﴾ یعنی آل محمد ﷺ پر ظلم کرنے والوں کا فقرہ بڑھا دیا جائے۔ معز الدولہ نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ غالباً تبرا کی اس منافقانہ شکل کی ابتداء اسی سے ہوتی ہے۔ معز الدولہ نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ بغداد میں شیعوں کے

تھا۔معز الدولہ اس سے وصیت کرتا گیا تھا کہ اپنے چچا رکن الدولہ اور اس کے لڑکے عضدالدولہ کی ہمیشہ فرمانبرداری کرنا۔ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام انجام نہ دینا۔ابوالفضل عباس حسین اور ابوالفرج محمد بن عباس کاتب کو جو خیر خواہ دولت ہیں۔ان کے عہدوں پر قائم رکھنا' سبکتگین حاجب اور ترکی اور دیلمی امراء کا خیال رکھنا' لیکن بختیار نے ان میں سے کسی وصیت کا لحاظ نہ کیا۔صرف عباس بن حسین کو وزیر بنالیا۔اسے مملکت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ سارا وقت لہو لعب اور عورتوں' بھانڈوں اور گویوں کی صحبت میں گزرتا تھا۔اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جاگیریں دیلمی امراء کے قبضہ میں تھیں۔بختیار نے ان جاگیروں کی طمع میں امراء کو نکال دیا۔سبکتگین حاجب کے ساتھ ایسا نامناسب طریقہ اختیار کیا کہ اس نے اس کے پاس آنا ہی چھوڑ دیا۔اس کی یہ روش دیکھ کر باقی دیالمہ بھی اس کے خلاف ہو گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ جس قدر دیلمی نکالے گئے ہیں۔سب کو ان کی جگہ بحال کیا جائے۔سبکتگین ترک تھا' اس کے ساتھ بدسلوکی کے سبب سے ترک بھی بختیار سے بدگمان ہو گئے تھے اور ان کے پاس کوئی قوت نہ رہ گئی تھی۔اس لیے وہ دیالمہ کے مطالبہ پورا کرنے پر مجبور ہو گیا اور اپنی نااہلی سے معز الدولہ کی قائم کی ہوئی ساری عزت خاک میں ملا دی' جس کا نتیجہ اس کو بہت جلد بھگتنا پڑا۔(ابن اثیر ج ۸' ص ۱۹۰)

رعایا کے مال پر دست درازی اور بغداد میں ہنگامہ: معز الدولہ کے زمانہ میں بھی روپیہ کی قلت تھی' لیکن وہ کسی نہ کسی طرح کام چلاتا رہا۔بختیار کے زمانہ میں اور بھی روپیہ کی کمی پڑ گئی۔اس کے وزیر ابوالفضل عباس بن حسین نے رعایا کی دولت پر ہاتھ ڈالا اور بغداد کے تاجروں عمائد شہر' ذمیوں اور مذہبی طبقہ تک اس ظالمانہ طریقہ سے روپیہ وصول کیا۔جس سے ہر مذہب و ملت کے لوگ اس کے خلاف ہو گئے اور مسجدوں' آتش کدوں اور کنیسوں میں اس کے لیے بددعا ہونے لگی اور اس کے خلاف بغداد میں عام شورش پیدا ہو گئی۔لٹیروں اور فتنہ پرستوں نے موقع پا کر لوٹ مار شروع کر دی اور

بغداد میں عام بدامنی پھیل گئی۔شہر کی کل دکانیں بند ہو گئیں اور سارا کاروبار معطل ہو گیا۔لوگوں کے لیے گھر سے باہر قدم رکھنا دشوار ہو گیا۔ابوالفضل نے فوجی قوت کے ذریعہ اس شورش اور بدامنی کو دبانے کی کوشش کی۔بغداد کا ایک حصہ جلوادیا۔بڑی مشکلوں سے شورش رکی اور عارضی طور سے سکون ہو گیا' لیکن حکومت کا بگڑا ہوا نظام قائم نہ ہو سکا اور لوگوں کے دلوں میں سے حکومت کی ہیبت جاتی رہی۔(تجارب الامم ج ۶' ص ۳۰۸)

۳۶۲ھ میں بختیار نے ابوالعباس کو معزول کر کے اس کا مال و متاع' ضبط کر لیا اور محمد ابن بقیہ کو وزیر بنایا۔یہ ابتداء میں مطبخ شاہی میں ملازم تھا۔بختیار کی توجہ سے وزارت کے درجہ تک پہنچا۔ابن بقیہ کچھ دنوں تک ابوالعباس کی ضبط شدہ دولت سے کام چلاتا رہا' لیکن جب وہ ختم ہو گئی تو اسے بھی ابوالعباس کا طریقہ اختیار کرنا پڑا اور پھر بغداد میں ظلم و جور کا بازار گرم ہو گیا اور وہی بدامنی پیدا ہو گئی۔سبکتگین کی طرف سے بڑی مشکلوں سے حالات اصلاح پذیر ہوئے۔

ترکوں پر بختیار کی زیادتی اور اس کی مخالفت: اس کے ایک ہی سال بعد ۳۶۳ھ میں ترکی اور دیلمی فوجوں میں روپے کے لیے شورش بپا ہوئی۔بغداد کا خزانہ خالی تھا۔اس لیے یہ لوگ روپے کے حصول کے لیے ناصرالدولہ کے پاس موصل پہنچے' مگر جب یہاں بھی کچھ نہ ملا تو بختیار کو ساتھ لے کر اہواز کا رخ کیا۔یہاں کے والی امیر بختگین نے بختیار کی پوری مدارات کی اور ایک بڑی رقم مہیا کر دی۔جس سے فی الجملہ فوجوں کا مطالبہ پورا کرنے کی ایک صورت پیدا ہو گئی تھی۔اسی دوران میں ایک ترک اور ایک دیلمی غلام میں ایک معمولی سی بات پر جھگڑا ہو گیا۔دونوں جماعتیں اپنے اپنے غلام کی حمایت میں لڑ گئیں اور بہت سے ترک اور دیلمی مارے گئے۔بختیار نے ہر چند روکنے کی کوشش کی' مگر فریقین میں سے کسی نے نہ سنا اور بختیار نے دیالمہ کے مشورہ سے بہت سے ترکی سرداروں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔دیالمہ نے ان کا مال و متاع لوٹ کر ان کی بڑی تعداد تہ تیغ کر دی۔بختیار نے

سبکتگین کی جاگیر ضبط کرلی۔ اس سے ترک اور دیالمہ میں مستقل مخالفت پیدا ہوگئی۔

بغداد پر ترکوں کا قبضہ: ترکوں کا سردار اس وقت بغداد میں تھا۔ بغیر اس کی گرفتاری کے ترکوں کا شیرازہ منتشر نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لیے بختیار نے اہواز ہی سے اس کی گرفتاری کی تدبیر کی تھی، لیکن سبکتگین کو اس کی اطلاع ہوگئی۔ اس نے فوراً ترکوں کو جمع کرکے بختیار کے بھائی ابو اسحاق کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے اور آپ کے تعلقات اتنے خراب ہوگئے ہیں کہ ان کی اصلاح کی کوئی امید نہیں، لیکن میرے آقاؤں کی جانب سے میرے ساتھ خواہ کیسی ہی برائی کا ظہور ہو، میں ان کی اطاعت سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ اس لیے آپ حکومت قبول فرمائیے۔ ابو اسحاق نے اپنی ماں سے مشورہ کیا۔ اس نے روک دیا۔ اس کے انکار پر سبکتگین نے بختیار کے محل کا محاصرہ کرکے اس میں آگ لگادی اور ابو اسحاق کے بھائی ابو طاہر اور اس کی ماں کو گرفتار کرلیا انہوں نے کہا ہمیں چھوڑ دو، ہم لوگ واسط چلے جائیں گے۔ سبکتگین نے انہیں رہا کر دیا۔ ان لوگوں نے خلیفہ مطیع کو بھی ساتھ لے جانا چاہا، لیکن سبکتگین نے اسے جانے نہ دیا۔ باقی اشخاص بغداد چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد سبکتگین نے بختیار کی کل املاک پر قبضہ کرکے دیالمہ سے ترکوں کے ساتھ زیادتی کا پورا انتقام لیا۔ بغداد کے سنی عرصے سے شیعوں کی زیادتیاں سہتے چلے آرہے تھے۔ بغداد پر ان کے قبضہ کے بعد ان کو شیعوں کی زیادتیوں سے نجات ملی۔ اس لیے انہوں نے ترکوں کا پورا ساتھ دیا۔ سبکتگین نے انہیں بڑے بڑے مناصب عطا کیے۔ ترکوں کی حمایت کا سہارا پا کر سنیوں نے شیعوں سے ان کے گزشتہ مظالم کا بدلہ لینا شروع کیا اور دونوں میں بڑا کشت وخون ہوا، لیکن بغداد میں ترکوں کی حکومت تھی، اس لیے سنی غالب رہے۔

سرحدی علاقوں میں رومیوں کی عام یورش اور ان کی تباہی: رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان کم وبیش ہر زمانہ میں جنگ کا سلسلہ جاری رہا، جس میں مسلمان عموماً غالب رہے۔ اس لیے دولت عباسیہ کے زوال کے زمانہ

میں بھی جب تک خلفاء کا کچھ بھی وقار قائم رہا اور عالم اسلام میں ان کی آواز موثر رہی' رومیوں نے اسلامی ملکوں پر قبضہ کا خواب بھی نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ ترکوں کے اقتدار کے زمانے میں بھی۔ جب خلفاء بے بس ہو چکے تھے' رومیوں نے اسلامی علاقوں پر فاتحانہ یورش کی ہمت نہ کی۔ ترک گو خلفاء کے مقابلہ میں جری اور بے باک تھے' لیکن بیرونی اقوام کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ اس لیے کسی قوم کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غلبہ کا تصور بھی نہ پیدا ہو سکا' لیکن بنی بویہ نے اولاً خلفاء کی حیثیت بالکل ختم کر دی تھی۔ دوسرے خود ان میں جوش وولولہ نہ تھا اور معز الدولہ کے بعد خود ان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس لیے انہیں اپنی ہی حکومت سنبھالنے سے فرصت نہ ملتی تھی۔ اس سے رومیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور انہوں نے جزیرہ' شام' آرمینیا' آذربائیجان وغیرہ تمام سرحدی ملکوں پر عام یورش کر دی اور اس کا سلسلہ برسوں قائم رہا۔ رومیوں نے بہت سے سرحدی شہروں کو بالکل ویران کر دیا۔ بعض پر ان کا قبضہ بھی ہو گیا۔ یہ علاقے زیادہ تر سیف الدولہ والی حلب کی حکومت کی سرحد پر تھے۔ اس وقت یہی ایک فرمانروا مسلمان حکمرانوں میں بہادر اور باہمت تھا۔ اس لیے تنہا وہی رومیوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوا اور برسوں ان کا مقابلہ کرتا رہا۔ عباسی حکومت میں کوئی دم نہ تھا۔ اس لیے اس کی تفصیل قلم انداز کی جاتی ہے' لیکن اس عہد کے عالم اسلام کا ایک بڑا واقعہ ہے۔ اس لیے مختصر حالات لکھے جاتے۔ قیصر ارمانوس کا سپہ سالار تقفور (نیکوفورس) مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ اس نے بلقان کی تمام ریاستوں کو متحد کر کے شام اور جزیرے کی سرحد پر عام یورش کر دی اور ۳۳۶ھ سے لے کر ۳۶۳ھ تک مسلسل پچیس سال خونریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں لاکھوں مسلمان قتل اور گرفتار ہوئے۔ رومیوں نے سروج' عین' زربہ' آذبہ' مصیصہ' طرطوس بہت سے سرحدی شہروں' فوجی چھاؤنیوں اور قلعوں پر قبضہ کر کے ان کو بالکل ویران کر ڈالا۔ ان کی پوری مسلمان آبادی تہ تیغ کر دی۔ ہزاروں مسلمانوں کو قید کر کے لونڈی'

غلام بنا ڈالا۔ مسلمانوں کو مسمار اور بہت سے مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا ڈالا۔ ان نازک اور پر آشوب حالات میں تنہا سیف الدولہ ان کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوا اور گو وہ رومیوں کی یورش کو پوری طرح نہ روک سکا' لیکن جب تک زندہ رہا بڑی شجاعت اور بہادری سے مقابلہ کرتا رہا اور جہاں تک ہو سکا رومیوں سے ان کے ظلم و سفا کی کا انتقام بھی لیا۔ ۳۵۶ھ میں سیف الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کی موت سے بڑا نقصان پہنچا۔ اس کے غلام قرویہ نے اس کے پایہ تخت حلب پر مخالفانہ قبضہ کر لیا اور اس میں اور سیف الدولہ کے لڑکے ابو المعالی شریف میں جنگ شروع ہو گئی۔ جس سے مسلمانوں کا رہا سہا سہارا بھی جاتا رہا اور رومیوں کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا تھا کہ انہوں نے جزیرہ' طرابلس الشام اور حمص وانطا کیہ وغیرہ شام کے بہت سے ساحلی شہروں پر قبضہ کر کے انہیں بالکل ویران کر دیا۔ ہزاروں گاؤں تباہ کر ڈالے اور بیشمار مسلمان قتل و گرفتار ہوئے۔ ۳۵۹ھ میں نقفور نے سیف الدولہ کے پایہ تخت حلب پر فوج کشی کر کے قرویہ سے خراج وصول کیا اور اپنی سیادت منوا کر قرویہ کو مجبور کیا کہ وہ اسلامی ملکوں پر فوج کشی میں رومیوں کی امداد کرے گا۔

شام کو ویران کرنے کے بعد آرمینیہ اور آذربائیجان کا رخ کیا اور ملاذ کرد پر قبضہ کر لیا۔ کوئی قوت ان کو روکنے والی نہ تھی اور وہ جدھر رخ کر دیتے تھے' ان کو تباہ و برباد کر ڈالتے تھے۔ اس سے مسلمانوں میں عام خوف و ہراس پھیل گیا۔ ملاذ کرد پر قبضہ کرنے کے بعد رومی دیار بکر کے علاقہ پر حملہ کا ارادہ کر رہے تھے کہ نقفور کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نقفور کو قسطنطنیہ کے شاہی خاندان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ محض اس کے تدبر اور شجاعت نے اسے رومی حکومت کی سپہ سالاری کے منصب' پھر تخت شاہی پر پہنچا دیا تھا۔ عربی مورخین کا بیان ہے کہ اس کے اجداد مسلمان اور طرطوس کے باشندے تھے۔ اس کے باپ ابن القفاس نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا

اور نقفور رومی حکومت سے متوسل ہو گیا اور اپنی بہادری، عالی دماغی اور کارناموں کے بدولت سپہ سالار اعظم کے منصب تک پہنچ گیا۔ جس زمانہ میں وہ سیف الدولہ سے برسر پیکار تھا، اسی زمانہ میں قیصر ارمانوس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے ایک بیوہ اور دو صغیر السن بچے چھوڑے۔ اس وقت قسطنطنیہ کی حکومت کا کوئی سنبھالنے والا نہ تھا۔ اس لیے فوج نے نقفور کو مجبور کر کے حکومت کا نگران بنا دیا اور وہ نابالغ شہزادوں کی نیابت کرنے لگا۔ چند دنوں کے بعد اس نے ارمانوس کی بیوہ سے شادی کر لی۔ اس وقت اس کے دل میں خودمختاری کا خیال پیدا ہوا اور اس نے ملکہ پر زیادتی شروع کر دی۔ اس کی نیت میں فتور دیکھ کر ملکہ نے ایک افسر کو بلا کر اس کو قتل کرا دیا۔ (ابن اثیر ج ۸، ص ۲۳۳)

لیکن انگریز مورخین کا بیان اس سے کسی قدر مختلف ہے۔ ان کے بیان کے مطابق نقفور ایشیائے کوچک کا ایک بڑا امتیاز رئیس تھا۔ ارمانوس کے زمانہ میں اس نے بڑا شہرہ حاصل کیا۔ اس کی موت کے بعد جیسا کہ عرب مورخین کا بیان ہے۔ اس نے ارمانوس کی بیوہ سے شادی کر لی۔ چند دنوں کے بعد اس میں اور نقفور کے بھتیجے میں ناجائز تعلقات ہو گئے اور دونوں نے اس کو راستہ سے ہٹانے کے لیے قتل کر دیا۔ (ہسٹری آف دی نیشنز جلد ۳۰، ص ۲۲۹، ۲۳۰)

لیکن نقفور کے قتل کے بعد بھی رومیوں کا سیلاب نہ رکا اور ۳۶۱ھ میں انہوں نے دیار بکر پر حملہ کر کے اسے برباد کر دیا۔ اس کے فرمانروا ابوتغلب بن حمدان والی موصل میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لیے روپیہ دے کر صلح کر لی۔ یہاں کے باشندوں نے جب دیکھا کہ انہیں رومیوں کے ظلم و ستم سے کوئی بچانے والا نہیں تو وہ بغداد پہنچے اور یہاں کی مساجد اور عام مجمعوں میں جا کر رومیوں کے مظالم اور اپنے مصائب بیان کر کے فریاد کی۔ اس کا اہل بغداد پر بڑا اثر پڑا۔ انہوں نے اس کے تدارک کے لیے قصر خلافت پر ہجوم کیا، مگر اس کے پھاٹک بند کر لیے گئے اور انہیں

اندر نہیں جانے دیا گیا' لیکن اہل بغداد میں بڑا جوش تھا۔ وہ جہاد کے لیے جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ بغداد کے شورش پسند عوام نے' جو ہنگامہ کے منتظر رہا کرتے تھے' اس میں شریک ہو کر لوٹ مار اور قتل و غارت شروع کر دی۔ مکانوں میں آگ لگا دی۔ کرخ کا پورا بازار جلا ڈالا۔ اس بدامنی اور شورش کی وجہ سے وزیر دولت اور نقیب بغداد میں اختلاف ہو گیا' لیکن سنجیدہ طبقہ نے اپنی کوشش جاری رکھی۔

اس وقت بختیار سیر و شکار میں مشغول تھا۔ عمائد بغداد نے اس کے پاس جا کر کہا کہ یہ وقت سیر و شکار کا نہیں ہے۔ رومیوں نے مسلمانوں پر قیامت ڈھا رکھی ہے۔ اس کا کوئی تدارک ہونا چاہیے۔ ان کا جوش دیکھ کر بختیار کو آمادہ ہونا پڑا اور اس نے سبکتگین حاجب کو فوج کی تیاری کا حکم دیا اور مسلمانوں کو اس میں شرکت کی ترغیب دی۔ اس کی آمادگی اور توجہ سے ہزاروں مسلمان جہاد کے لیے جمع ہو گئے اور بختیار نے ابوتغلب کو لکھ بھیجا کہ میں تیاری کر رہا ہوں۔ تم سامان رسد اور مویشیوں کے چارہ کا انتظام کرو اور مطیع سے فوجی مصارف کے لیے روپیہ طلب کیا۔ اس نے جواب دیا کہ ''جہاد اور اس کے قبیل کے دوسرے فرائض اور اس کے مصارف کی ذمہ داری اس وقت مجھ پر تھی جب حکومت کی آمدنی میرے پاس آتی تھی' لیکن اس بے بسی اور مجبوری کی حالت میں یہ فرض مجھ پر عائد نہیں ہوتا۔ اس کی ذمہ داری حکومت کے مختار کل پر ہے۔ اس کا یہ جواب بالکل صحیح تھا' لیکن بختیار نے دھمکی دے کر اس سے بجبر روپیہ حاصل کیا۔ مطیع کے پاس نقد ایک حبہ نہ تھا۔ بختیار کی دھمکی سے ڈر کر گھر کا سارا اثاثہ اور توشہ خانہ کے کپڑے بیچ کر چار لاکھ بختیار کے حوالے کیے۔ روپیہ ملنے کے بعد اس نے بالکل رخ بدل دیا اور جہاد کے بجائے اس کو اپنی ذات پر اڑا دیا اور جہاد کا خواب پریشان ہو گیا۔

دیار بکر پر رومیوں کی یورش برابر قائم تھی۔ آخر میں ہمدانی ہی خاندان پھر مقابلہ میں آیا اور ناصر الدولہ کے لڑکے ہبۃ اللہ نے رومیوں کو شکست دے کر ان کے سپہ

سالارِ اعظم کو زندہ گرفتار کرلیا۔اس کی گرفتاری کے بعد رومیوں کی یورش کا زور گھٹ گیا۔(ان لڑائیوں کی تفصیلات بہت طویل ہیں اور ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ میں مفصل مذکور ہیں۔ہم نے صرف خلاصہ نقل کیا ہے)

مطیع کی دست برداری: ترک اور دیالمہ کے اختلاف سے پہلے مطیع پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔جس نے اس کو بالکل بیکار کردیا تھا' لیکن وہ عرصہ تک اپنی حالت کو چھپائے رہا۔آخر میں سبکتگین کو اس کا علم ہوگیا۔اس نے اس پر زور ڈال کر ۳۶۳ھ میں اس کے لڑکے عبدالکریم طائع کے حق میں خلافت سے دست بردار کرادیا۔دست برداری کے بعد وہ بغداد چھوڑ کر واسط چلا گیا اور یہیں انتقال کیا' مدت خلافت ۲۹ سال تھی۔

عام حالات: مدت کے اعتبار سے مطیع کا عہد خاصہ طویل ہے' لیکن اس پوری مدت میں سیاسی انقلابات اور شوروفتن کے سوا کوئی بھی قابل ذکر واقعہ نہیں ہے اور ان ہنگاموں کو بھی مطیع اور خلافت بغداد سے کوئی علاقہ نہیں۔مطیع سو دینار روزانہ وظیفہ پاتا تھا۔اس کو انتظام حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا اور خلافت کا وقار پستی کے انتہائی حدود کو پہنچ گیا تھا۔ملک کی حالت خلیفہ سے بھی زیادہ ابتر ہوگئی تھی۔بغداد میں آئے دن ہنگامے اور انقلابات برپا ہوتے رہتے تھے۔عراق و ایران میں امراء کی خانہ جنگی علی حالہ قائم تھی۔شیعہ سنی جنگ علیحدہ چھڑ گئی تھی۔(دول الاسلام ذہبی ج ا' ص ۱۶۳) ان ہنگاموں نے امن وامان مفقود اور ملک کی معاشی حالت نہایت ابتر کردی تھی۔غلہ کا اتنا سخت قحط ہوگیا تھا کہ لوگ مردار کھانے پر مجبور اور ہزاروں آدمی بھوک کا شکار ہوگئے تھے۔گلی کوچوں میں فاقہ زدہ مردے پڑے رہتے تھے اور کوئی اٹھانے والا تک نہ تھا۔بڑی بڑی جائیدادیں دو دو روٹیوں کے بدلہ میں بک گئیں۔ایک مرتبہ مطیع کے لیے ایک کرتہ بیس ہزار درہم میں خریدا گیا۔غرض بختیار کے زمانہ میں بغداد بالکل تباہ ہوگیا۔(تاریخ الخلفاء ص ۴۰۸)

ابوالفضل عبدالکریم بن مطیع الملقب بہ طائع للہ

(۳۶۳ھ تا ۳۸۱ھ مطابق ۹۷۴ء تا ۹۹۱ء)

مطیع کی دست برداری کے بعد ابوالفضل عبدالکریم ذیقعد ۳۶۳ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا اور طائع للہ لقب اختیار کیا۔ مطیع کی طرح طائع بھی بالکل بے دست و پا اور بنی بویہ کا دست نگر تھا۔ اس کے دور میں بھی خاص عباسی حکومت کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ بغداد کے حالات بھی تمام تر بنی بویہ سے متعلق ہیں۔ اس عہد میں ایک اہم تغیر البتہ یہ ہوا کہ عزالدولہ بختیار کے چچیرے بھائی عضدالدولہ بن رکن الدولہ نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ گو اس سے خلیفہ کی بے بسی میں کوئی فرق نہیں آیا' لیکن عضدالدولہ بڑا جامع اوصاف اور بڑے دبدبہ وشکوہ کا فرمانروا تھا۔ اس نے بغداد کی ابتری کو دور کر کے مختلف حیثیتوں سے اس کو ترقی دی۔

بغداد پر عضدالدولہ کا قبضہ: بنی بویہ کی فوجی قوت کا مدار ترک اور دیالمہ دونوں پر تھا۔ اس لیے ترکوں کے ساتھ دیالمہ کی عام مخالفت کے باوجود بعض ناعاقبت اندیش دیلمی افسروں نے بختیار کو ان کے ساتھ بدسلوکی پر ملامت کی اور اس کو اپنا رویہ بدلنا پڑا اور اس نے آزادرویہ ترکی کو فوج کا افسر مقرر کر کے جس قدر ترک قید تھے' سب کو رہا کر دیا اور سبکتگین کو بغداد سے نکالنے کے لیے اپنے چچا رکن الدولہ' چچیرے بھائی عضدالدولہ' ابوتغلب ہمدانی والی موصل اور عمران بن شاہین والی بطیحہ سے مدد مانگ بھیجی۔ آخرالذکر دونوں سے خراج کی باقی رقم معاف کر دینے کا وعدہ کیا اور عمران بن شاہین کو رشتہ قائم کرنے کی طمع دلائی' لیکن اس نے اس اعزاز کو مسترد اور مدد دینے سے انکار کر دیا۔ ابوتغلب کے دل میں عرصہ سے بغداد پر قبضہ کرنے کا خیال تھا۔ وہ اس کو غنیمت سمجھ کر آمادہ ہو گیا۔ رکن الدولہ نے اپنے وزیر ابوالفتح بن عمید کو فوجیں دے کر بھیجا اور عضدالدولہ کو اس سے مل جانے کا حکم دیا۔ عضدالدولہ کے دل میں بھی بغداد کی حکومت کی خواہش تھی۔ اس لیے وہ بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے

کے لیے تیار ہو گیا اور اپنے بھائی ابوعبداللہ حسین کو فوجیں دے کر روانہ کر دیا' لیکن یہ دونوں بغداد نہیں گئے۔ ابوعبداللہ تکریت پہنچ کر ٹھہر گیا اور عضدالدولہ نے ابوالفتح کو اہواز میں روکے رکھا۔ یہ دونوں اس انتظار میں تھے کہ جیسے ہی سبکتگین بختیار کے مقابلے کے لیے بغداد سے نکلے یہ پہنچ کر قبضہ کر لیں۔ سبکتگین کو ان تیاریوں کی خبر ہوئی تو وہ طائع کو لے کر بختیار کے مقابلے کے لیے نکلا۔ ابوعبداللہ قریب ہی تکریت میں موقع کا منتظر تھا' فوراً پہنچ گیا۔ اس وقت بغداد بالکل خالی تھا۔ اس لیے ابوعبداللہ آسانی کے ساتھ قابض ہو گیا اور یہاں کی شورش اور بدامنی کو فرو کر کے امن و سکون قائم کیا۔

مطیع عرصہ سے فالج میں مبتلا تھا۔ واسط پہنچ کر انتقال کر گیا۔ اس کے بعد ہی سبکتگین کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت بختیار کو کسی قدر اطمینان ہوا اور اس کو امید بندھی کہ اب ترکوں کا شیرازہ بکھر جائے گا' لیکن سبکتگین کی موت کے بعد انہوں نے امیر الپتگین کو اپنا سردار بنا لیا اور بختیار کو شکست دے کر واسط میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ عضدالدولہ ابھی تک اہواز میں ٹھہرا ہوا تھا۔ بختیار نے اس کو لکھ کر بھیجا' اگر تمہارے پہنچنے میں اب ذرا بھی تاخیر ہوئی تو میرا خاتمہ ہے۔ وہ اس نازک وقت کا منتظر ہی تھا۔ ابوالفتح کو لے کر فوراً واسط روانہ ہو گیا۔ اس کی آمد کی خبر سن کر ترکوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور آگے بڑھ کر دیالی میں مورچہ قائم کیا۔ اس درمیان میں عضدالدولہ واسط پہنچ گیا اور بختیار کو لے کر بغداد روانہ ہو گیا۔ اس وقت ابوتغلب یہاں موجود تھا' لیکن اس کی فوج میں خود باہم مخالفت ہو گئی تھی' اس لیے وہ عضدالدولہ کا رخ بغداد کی طرف دیکھ کر موصل چلا گیا۔ اس کے بغداد چھوڑنے کے بعد ترک پہنچ گئے۔ عضدالدولہ نے پہلے سے ان کے سامان رسد کی بندش کا انتظام کر دیا تھا۔ ابوتغلب نے علیحدہ ناکامی کے غصے میں ناکہ بندی کر دی۔ اس لیے باہر سے کوئی چیز بغداد نہ پہنچ سکی تھی اور یہاں سخت گرانی پیدا ہو گئی۔ حسب معمول بغداد کے شورش پسندوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور ایک

سامان ہدیہ میں پیش کیا۔قصر خلافت کو ازسرنو آراستہ کیا۔شاہی جاگیر کی حفاظت کا انتظام کیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خلافت کا کھویا ہوا وقار پھر قائم ہو جائے گا۔(ابن اثیر میں یہ حالات بہت طویل ہیں۔ہم نے صرف خلاصہ نقل کیا ہے۔ج ۸' ص ۲۱۲ تا ۲۱۵)

رکن الدولہ کی برہمی: بختیار کے لڑکے مرزبان نے جو بصرہ میں تھا' عضد الدولہ کے باپ رکن الدولہ کو یہ حالات لکھ بھیجے۔اس کو اپنے بھائی بھتیجوں سے بڑی محبت تھی۔بختیار کے ساتھ عضد الدولہ کے فریب کا حال سن کر شدت غم میں تخت شاہی سے نیچے گر پڑا اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔

بختیار میں خود کوئی صلاحیت نہ تھی۔اس کا وزیر ابن بقیہ' عمران بن شاہین والی بطیحہ اور سہل بن بشر والی اہواز کو ملا کر عضد الدولہ کے مقابلہ کے لیے اٹھا۔اس نے بھی مقابلہ کے لیے فوج بھیج دی۔ابن بقیہ نے اسے شکست دے کر رکن الدولہ کو تمام حالات لکھ بھیجے۔اس کو پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی۔وہ عضد الدولہ سے اتنا برہم تھا کہ ابن بقیہ کو لکھ بھیجا کہ تم لوگ عضد الدولہ کے مقابلہ میں استقلال سے کام لو'میں خود اس کو بغداد سے نکالنے کے لیے آتا ہوں۔رکن الدولہ کے ارادہ کا شہرہ ہوا تو عضد الدولہ کی ہوا بالکل اکھڑ گئی۔بہتوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کی عام مخالفت شروع ہو گئی۔والی فارس نے خراج روک دیا اور عضد الدولہ کے پاس صرف بغداد رہ گیا۔یہ صورت حال دیکھ کر وہ بہت گھبرایا اور باپ کو راضی کرنے کے لیے وزیر ابوالفتح ابن العمید کے ہمراہ ایک قاصد کی زبانی یہ پیام کہلا بھیجا کہ میں نے بختیار کی نااہلی کی وجہ سے بغداد پر قبضہ کیا ہے۔اس میں ملک کی حفاظت کی مطلق صلاحیت نہیں ہے' اگر اس کو عراق کی حکومت پر بحال کیا گیا تو حکومت اور خلافت کی تولیت ہمارے خاندان سے نکل جائے گی۔میں اس کے لیے کافی دولت صرف کر چکا ہوں۔اس لیے بختیار کی مدد کا خیال ترک فرما دیجیے' اگر یہ منظور نہیں تو میں عراق کی حکومت کے

معاوضہ میں تین کروڑ سالانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہوں اور بختیار اور اس کے بھائی کو آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا' اگر وہ آپ کے پاس قیام کرنا پسند کریں گے تو آپ کے پاس رہیں گے اور اگر ان کو حکومت کی خواہش ہو گی تو فارس کا کوئی حصہ ان کو دے دیا جائے گا۔ آپ پسند فرمائیں تو خود تشریف لا کر بغداد کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیجئے۔ بختیار کو رے بھیج دیجئے' میں فارس لوٹ جاؤں گا۔ اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو آپ میرے والد ہیں' آپ کے تمام احکام میرے سر آنکھوں پر' لیکن بختیار اور اس کے بھائیوں کی دشمنی مول لینے کے بعد انہیں چھوڑ دینا میرے امکان میں نہیں ہے' ورنہ پوری قوت کے ساتھ میرے مقابلہ میں آ جائیں گے اور خاندان کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ میں نے جو صورتیں پیش کی ہیں' ان میں سے جو صورت آپ پسند فرمائیں' میں تابع فرمان رہوں گا اور اگر کوئی صورت بھی پسند خاطر نہیں ہے اور میری واپسی پر ہی اصرار ہے تو میں بختیار اس کے بھائیوں اور اس کے حامیوں کو قتل کر کے عراق چھوڑ کر کسی طرف نکل جاؤں گا۔ جس کا دل چاہے گا یہاں کی حکومت سنبھالے گا۔ جب قاصد نے رکن الدولہ کو یہ مطالبات سنائے تو وہ جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور قاصد کو قتل کرنے کے لیے جھپٹا' وہ بھاگ گیا۔ غصہ فرو ہونے کے بعد قاصد کو بلا کر اس سے کہا کہ جا کر اس ناشدنی سے کہہ دو کہ تو میرے بھتیجے کی مدد کے لیے نکلا بھی تو اس کے ملک پر قبضہ کرنے کے لیے تجھ کو معلوم نہیں کہ میں نے اپنی جان اور حکومت کو خطرہ میں ڈال کر ایک اجنبی شخص حسن بن فیرزان کی بار بار مدد کی اور کامیابی کے بعد اس کی حکومت اس کے معاوضہ میں ہبہ کر دی اور اس کے معاوضہ میں درہم کی چیز بھی قبول نہ کی۔ اپنی فوجیں اور اپنا وزیر بھیج کر ابراہیم بن مرزبان والی آذربائیجان کا ملک اسے واپس کر دیا۔ اس سے بھی ایک حبہ نہیں لیا۔ میں نے اپنی شرافت' نیک نامی اور شجاعت کی بقاء و شہرت کے لیے یہ کیا اور تو ایسا ننگ خاندان نکلا کہ مجھ پر اور میرے بھتیجے پر دو درہم کا احسان رکھتا ہے اور ان غریبوں کی حکومت غصب کرنا چاہتا ہے اور

مجھے ان کے قتل کی دھمکی دیتا ہے۔افسوس تیرے باپ نے تو غیروں کے ساتھ احسان کیے اور تو اپنوں کا حق غصب کرتا ہے۔

عضدالدولہ کی بغداد سے واپسی اور بختیار کی بحالی:

قاصد کو واپس کرنے کے بعد رکن الدولہ نے وزیر ابن العمید سے کہا کہ تم دونوں (ابن العمید اور بختیار) آزاد ہو۔تمہارے بس میں جو کچھ ہو کر گزرو۔میں بھی پوری قوت کے ساتھ تمہارا مقابلہ کروں گا۔میں ہر رات معز الدولہ کو خواب میں دیکھتا ہوں' وہ دانتوں میں انگلی دبا کر مجھ سے کہتے ہیں کہ "بھائی آپ نے ذمہ داری لی تھی کہ میرے لڑکوں کے معاملات میں میری نیابت کریں گے۔

رکن الدولہ عرصہ تک اس جرم میں ابن العمید سے برہم رہا کہ اس نے بھی عضدالدولہ کی سفارت کا فرض انجام دیا تھا۔آخر میں اس نے رکن الدولہ سے معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ وہ عضدالدولہ کو فارس لے آئے گا اور بختیار کو عراق واپس دلا دے گا' چنانچہ بغداد واپس جا کر عضدالدولہ سے پوری سرگزشت سنا کر حالات کی نزاکت واضح کردی۔اس وقت عضدالدولہ کو چارو ناچار عراق چھوڑنا پڑا اور اس نے بختیار کو رہا کر کے اس شرط پر بغداد کی حکومت پر بحال کردیا کہ اس کی حیثیت عضدالدولہ کے نائب کی رہے گی اور خطبہ میں اس کا نام لیا جائے گا اور فوج کی سپہ سالاری بختیار کے بھائی ابو اسحاق کے متعلق کر کے فارس لوٹ گیا۔بختیار میں خود کوئی اہلیت نہ تھی' اس لیے حکومت پر اس کا وزیر ابن بقیہ حاوی ہوگیا۔یہ بڑا خود غرض اور جاہ پسند تھا' اپنی بد دماغی اور ناپسندیدہ روش سے پھر بغداد میں شورش پیدا کردی اور عضدالدولہ کی واپسی کے بعد ہی اس کا قائم کیا ہوا نظام درہم برہم ہوگیا۔ابن بقیہ کو بختیار پر غصہ بھی تھا' اس نے اس کو قابو میں رکھنے کے لیے اپنی لڑکی شاہناز اس کے ساتھ بیاہ دی تھی اور فوج کو ملا کر حکومت کے محاصل اپنے قبضہ میں کر لیے تھے اور جب فوج اس سے روپیہ کا مطالبہ کرتی تو وہ بختیار کو ملزم بنا کر فوج کو اس کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتا' لیکن یہ تدبیر کامیاب نہ ہوسکی اور چند دنوں میں

فوج اس کے خلاف ہوگئی اس سلسلہ میں اس کے اور بختیار کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ (یہ حالات ملخصا تجارب الامم سے ماخوذ ہیں)

رکن الدولہ کی وفات: ۳۶۵ھ میں رکن الدولہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ عضدالدولہ اس وقت فارس میں تھا۔ اس کو خبر ہوئی تو وزیر ابن العمید کے ذریعہ اپنی خطا معاف کرائی اور رکن الدولہ نے جمادی الاول ۳۶۵ھ میں اس کو ولی عہد نامزد کر کے اس کے بھائیوں ابوالحسن فخر الدولہ اور موید الدولہ کو ہمدان اور اصفہان کی حکومت عطا کی اور ان کو آپس میں متحد و متفق رہنے کی وصیت کر کے محرم ۳۶۶ھ میں انتقال کر گیا' اس وقت ستر سال کی عمر تھی۔ رکن الدولہ بڑا جامع اوصاف فرمانروا تھا۔ اس میں تدبیر و سیاست اور محاسن اخلاق کی تمام خوبیاں جمع تھیں۔ عدل وانصاف میں بڑا اہتمام تھا۔ اس کے دور میں کسی فرد پر ظلم نہ ہونے پاتا تھا۔ اس لیے رعایا میں بہت مقبول و محبوب تھا۔ حتی الامکان خونریزی سے بچتا تھا۔ صرف مجبوری کی حالت میں تلوار اٹھاتا تھا۔ بڑا مخیر و فیاض اور فقراء و مساکین کا ملجاء و ماوی تھا۔ مزاج میں نرمی اور حلم غالب تھا۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی کا برتاؤ کرتا تھا۔ اس کی غیر معتدل نرمی پر اس کے ہوا خواہوں نے توجہ دلائی اور مرداویج کی سخت گیری کی مثال پیش کی۔ اس نے جواب دیا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ اس کی درشتی کی وجہ سے اس کے خاص آدمی تک اس کے خلاف ہو گئے اور میرے حلم و نرمی کی وجہ سے مجھ کو کتنی مقبولیت حاصل ہے اور کیسا پھلا پھولا۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۲۲۱' ۲۲۲)

بغداد پر عضدالدولہ کا دوبارہ قبضہ: عضدالدولہ نے محض باپ کے خوف سے بغداد چھوڑا تھا۔ اس کی موت کے بعد پھر اس میں اور بختیار میں مخالفت شروع ہوگئی اور بختیار حسنویہ کردی' امیر ابوتغلب حرانی اور عمران بن شاہین وغیرہ امراء کی مدد کے وعدہ پر عضدالدولہ کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس سے عضدالدولہ کو ایک بہانہ ہاتھ آ گیا' چنانچہ وہ بھی بختیار کے مقابلہ میں آ گیا۔ حسنویہ کردی اور

ابوتغاب نے بختیار کی مدد کا وعدہ پورا نہیں کیا۔اس لیے اس کی قوت کمزور تھی‘ چنانچہ ایک ہی معرکہ کے بعد وہ شکست کھا گیا اور اس کا کل سامان عضدالدولہ کے قبضہ میں آیا اور اس نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔بختیار واسط چلا گیا۔اس کے اور ابن بقیہ کے اندرونی تعلقات سخت کشیدہ تھے۔عضدالدولہ بھی ابن بقیہ کو ناپسند کرتا تھا۔اس لیے واسط جانے کے بعد بختیار نے عضدالدولہ کو خوش کرنے کے لیے ابن بقیہ کو گرفتار اور اس کے مال ضبط کر کے عضدالدولہ کو صلح کا پیغام دیا۔وہ بھی صلح کے لیے آمادہ ہو گیا‘ لیکن ابھی دونوں میں صلح کی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حسنویہ کردی کے لڑکے تھوڑی سی فوج لے کر بختیار کی مدد کو پہنچ گئے۔اتنا سہارا پا کر اس نے صلح کی گفتگو ختم کر دی اور پھر جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا۔عضدالدولہ کو اس کی اطلاع ہو گئی اور بختیار واسط سے بغداد چلا گیا۔(ابن اثیر ج ۸‘ ص ۲۲۲‘ ۲۲۳)

اس کے بغداد جانے کے بعد عضدالدولہ نے بغداد پر فوج کشی کر دی اور بختیار کو لکھ بھیجا کہ تمہارے حق میں بہتر یہ ہے کہ میری اطاعت قبول کر لو اور ابوتغاب کی حکومت کے علاوہ اور جس مقام پر قیام پسند کرو‘ عراق چھوڑ کر چلے جاؤ۔میں تمہاری جملہ ضروریات کی کفالت کروں گا۔بختیار اس کی مخالفت پر آمادہ تو ہو گیا تھا‘ لیکن اس میں اس کے مقابلے کی طاقت نہ تھی۔اس لیے چاروناچار اسے ماننا پڑا اور اس نے اپنے قیام کے لیے شام کو پسند کیا۔عضدالدولہ نے اس صلہ میں اسے خلعت عطا کیا اور ابن بقیہ کو جو اب تک بختیار کے پاس تھا‘ مانگ بھیجا۔بختیار نے اس کی آنکھیں نکلوا کر عضدالدولہ کے پاس بھجوا دیا اور عراق چھوڑ کر شام روانہ ہو گیا۔عضدالدولہ نے ابن بقیہ کو قتل کر کے اس کی لاش سولی پر آویزاں کرائی۔

بختیار کا قتل اور بغداد پر عضدالدولہ کا قبضہ: ابوتغاب والی موصل اور اس کے بھائی حمدان میں مخالفت تھی۔حمدان ان کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتا۔بختیار جب بغداد سے شام روانہ ہوا تو حمدان کے پاس پہنچا اور موصل کی زرخیزی

اور ثروت کی طمع دلا کر اسے شام کے بجائے موصل چلنے کا مشورہ دیا' وہ پھر طمع میں آ گیا اور معاہدہ کے خلاف موصل جانے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ ابو تغلب کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے حمدان کے توڑ میں بختیار کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ حمدان کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیں تو میں آپ کو بغداد کی حکومت واپس دلا دوں گا۔ یہ رشوت حمدان کی رشوت سے زیادہ قیمتی تھی' اس لیے بختیار نے حمدان کو گرفتار کر کے اس کو ابو تغلب کے آدمیوں کے حوالہ کر دیا۔ ابو تغلب نے وعدہ پورا کیا اور بیس ہزار فوج کے ساتھ بغداد پر فوج کشی کی' لیکن عضد الدولہ نے آگے بڑھ کر تکریت کے قریب ابو تغلب کو فاش شکست دی۔ بختیار زندہ گرفتار ہوا۔ عضد الدولہ نے اسے قتل کرا دیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۳ سال کی تھی۔ بختیار کے قتل کے بعد عضد الدولہ خلافت بغداد کا متولی ہو گیا اور یہاں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ بغداد کے اندر خلیفہ کے علاوہ کسی دوسرے خطبے کی یہ پہلی مثال تھی۔ (ابن اثیر ج ۸' ص ۳۳۹)

ابو تغلب حمدانی والی موصل کا قتل اور حمدانی حکومت کا خاتمہ: عراق کے اطراف میں متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ جن سے ہر وقت مخالفت کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس لیے بغداد پر قبضہ کے بعد عضد الدولہ ان کی طرف متوجہ ہوا' لیکن ان واقعات کو خلافت بغداد سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے ان کے صرف مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔ ان ریاستوں میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ دیالمہ کی مخالف موصل کی حمدانی حکومت تھی۔ اس لیے عضد الدولہ نے سب سے اول موصل پر فوج کشی کی۔ کردستان کا علاقہ پہاڑی اور پرپیچ ہے' اس لیے حمدانی اپنے دشمنوں کو کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کے بجائے ان کو چکر دے کر تھکا ڈالتے تھے۔ یہی تدبیر ابو تغلب نے عضد الدولہ کے مقابلہ میں بھی اختیار کی' لیکن اس نے پہلے سے اس کا انتظام کر لیا تھا۔ اس لیے ابو تغلب کو اس میں کامیابی نہ ہوئی اور عضد الدولہ نے موصل پر قبضہ کر لیا اور ابو تغلب کی تلاش میں ہر طرف فوجیں پھیلا

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

تھے۔اس لیے وہ ہمیشہ سے عجمیوں کی نگاہ میں کھٹکتی تھی اور بالکل آخر میں دیالمہ کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔

دولت حسینیہ کردستان کی اطاعت: آل حمدان کے خاتمہ کے بعد عضدالدولہ کردستان کی حسینی حکومت کی طرف متوجہ ہوا۔یہ حکومت ۳۵۰ھ میں قائم ہوئی تھی۔اس میں اور بنی بویہ میں پہلے سے کشمکش تھی۔اس کا فرمانروا بدر بن حسنویہ کئی بھائی تھے جو مختلف قلعوں پر قابض تھے۔ان چاروں میں باہم پھوٹ پڑ گئی۔عضدالدولہ نے اس سے فائدہ اٹھا کر ۳۹۶ھ میں سب کے قلعوں پر قبضہ کرلیا اور بدر کو جو سب سے زیادہ عاقل تھا' اپنی جانب سے قلعوں کا حاکم بنا دیا۔اس وقت سے یہ حکومت عضدالدولہ کے ماتحت ہوگئی' لیکن چند ہی دنوں کے بعد بدر کے بھائیوں نے اس کے خلاف بغاوت کردی۔عضدالدولہ نے انہیں شکست دے کر بدر کے سوا حسنویہ کی کل اولادوں کو قتل کرادیا۔

حمدان اور رے پر قبضہ: عضدالدولہ کے بھائی فخرالدولہ والی حمدان کا رویہ اس کے ساتھ مخالفانہ تھا اور بختیار کی جنگ میں فخرالدولہ کی ہمدردی بختیار کے ساتھ تھی۔اس لیے آل حمدان اور حسینیہ کردستان کی جانب سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد عضدالدولہ نے پہلے فخرالدولہ کو ایک تادیبی خط لکھا۔اس نے اس کا نامناسب جواب دیا۔اس لیے عضدالدولہ نے اس پر فوج کشی کردی۔فخرالدولہ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔وہ شمس المعالی قابوس ابن وشمگیر والی جرجان کے پاس بھاگ گیا اور عضدالدولہ نے حمدان پر قبضہ کرلیا۔شمس المعالی نے فخرالدولہ کی بڑی پذیرائی کی اور اپنی حکومت کا ایک حصہ اس کو دے دیا۔عضدالدولہ نے رے وغیرہ پر قبضہ کر کے اپنے تیسرے بھائی معز الدولہ کو ہمدان اور رے پر اپنا نائب مقرر کیا۔اس کے انتظام سے فراغت کے بعد شمس المعالی کو لکھ بھیجا کہ وہ فخرالدولہ کو اس کے حوالہ کردے اور اس کے صلہ میں بعض علاقے اور نقد دینے کا وعدہ کیا۔شمس المعالی نے انکار

کیا۔اس لیے ۳۷۱ھ میں عضدالدولہ نے اپنے بھائی مویدالدولہ کو اس کے مقابلہ میں بھیجا۔اس نے شمس المعالی کو شکست دی اور وہ اپنا مال و متاع لے کر جرجان نیشا پور چلا گیا۔مویدالدولہ بھی اس کے تعاقب میں پہنچا۔نیشا پور کے سامانی حاکم حسام الدولہ نے امیر نوح ابن منصور سامانی کو اطلاع دی کہ وہ فخرالدولہ اور شمس المعالی عضدالدولہ سے شکست کھا کر حصول امداد کے لیے آئے ہیں۔اس نے اعزاز و اکرام کے ساتھ دونوں کی میزبانی اور ان کی امداد کا حکم دیا اور اپنے وزیر ابوالحسین عتبی کو بھی ان کی مدد پر مامور کیا۔حسام الدولہ نے جرجان پر فوج کشی کر کے مویدالدولہ کا محاصرہ کر لیا۔کامل دو مہینے جنگ جاری رہی۔محاصرہ کی شدت سے جرجان میں سخت قحط پڑ گیا اور مویدالدولہ کی فوج بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئی' مگر اس نے باہر نکل کر بڑی پامردی اور شجاعت سے مقابلہ کیا۔اس درمیان میں مویدالدولہ نے سامانی فوج کے بعض امیروں کو ملا لیا۔انہوں نے عین موقع پر دھوکہ دیا۔اس لیے حسام الدولہ اور فخرالدولہ کو شکست ہوئی اور وہ نیشا پور لوٹ گئے۔امیر نوح سامانی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے دوبارہ فوج کشی کے لیے اپنی تمام فوجوں کو نیشا پور میں جمع ہونے کا حکم دیا۔اس پر ہر طرف سے فوجوں کا سیلاب امنڈ آیا' لیکن فخرالدولہ کی بدقسمتی سے عین اس موقع پر امیر نوح کے وزیر ابوالحسین کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور خود بخارا میں بدنظمی پھیل گئی۔اس لیے امیر نوح نے حسام الدولہ کو وہاں کا نظام قائم کرنے کے لیے واپس بلا لیا اور یہ مہم ناتمام رہ گئی۔(ابن اثیر ج ۸' ص ۲۳۳ تا ۲۳۵)

عضدالدولہ کا انتقال: عضدالدولہ عرصہ سے صرع کے مرض میں مبتلا تھا۔شوال ۳۷۲ھ میں انتقال کر گیا۔لاش بغداد سے نجف لے جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوار میں سپرد خاک کی گئی۔وفات کے وقت کل ۴۷ سال کی عمر تھی۔

اوصاف و کارنامے: عضدالدولہ دیلمی خاندان کا گل سرسبد اور بڑا جامع اوصاف فرمانروا تھا۔عقل و دانش' تدبیر و سیاست' شجاعت و شہامت' فضل و کمال' علم

نوازی اور علماء پروری جملہ اوصاف جہانبانی میں یگانہ تھا۔ اس نے اپنے دور میں دیلمی حکومت اور خلافت بغداد دونوں کو علمی وتمدنی حیثیت سے بڑی ترقی دی۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ عاقل، فاضل، مدبر، باہیبت، عالی ہمت، صائب الرائے، فضائل دوست، فضلاء نواز، بخشش کے موقع پر فیاض اور احتیاط کے موقع پر محتاط اور عاقبت اندیش فرمانروا تھا۔ (ابن اثیر ج ۹، ص ۷) ابن خلکان کا بیان ہے کہ ملک کی وسعت، سلاطین اور حکومتوں پر غلبہ اور جاہ وجلال اور عظمت وشان میں وہ پورے دیلمی خاندان میں ممتاز تھا۔ اس نے بہت سے ملک زیر نگین اور بہت سے فرمانروا مغلوب کیے۔ تاریخ اسلام میں وہ پہلا فرمانروا ہے جو شہنشاہ کے لقب سے ملقب ہوا اور بغداد کے منبروں پر اس کے نام خطبہ پڑھا گیا۔ وہ فاضل اور علماء نواز تھا۔ بہت سے علوم میں اس کو دستگاہ حاصل تھی۔ علماء نے اس کے لیے کتابیں اور شعراء نے اس کی شان میں مدحیہ قصائد لکھے۔ وہ ایک ماہر ادیب اور خوشگو شاعر تھا۔ ثعالبی نے یتیمۃ الدہر میں اس کے اشعار نقل کیے ہیں۔ (ابن خلکان ج ا، ص ۴۱۶)

اپنے باپ اور چچا اور دوسرے حکمرانوں کی متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو ملا کر ایک متحدہ حکومت قائم کردی۔ خلافت پر زوال کے ساتھ بغداد اجڑ گیا تھا، اس کی علمی مجلس برہم ہوگئی تھی۔ عضدالدولہ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس کی علمی نوازی کی بدولت مختلف ملکوں کے علماء کھنچ کر بغداد میں جمع ہوگئے اور اس کے نام پر کتابیں لکھیں، چنانچہ نحو میں کتاب الایضاح والتکملۃ، قراءت سبعہ میں حجۃ، طب اور تاریخ میں تاجی لکھی گئیں۔ (ابن اثیر ج ۹، ص ۸)

رفاہِ عام کے بہت سے کام انجام دیئے۔ بغداد مسلسل شورشوں اور سیاسی انقلابات سے اجڑ گیا تھا۔ اس کو دوبارہ آباد کیا۔ مدینہ طیبہ کے گرد شہر پناہ تعمیر کرائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کا پتہ چلا کر اس پر عمارت بنوائی۔ ممالک محروسہ میں شفاخانے، پل اور دوسری رفاہ عام کی عمارتیں بنوائیں۔ (ابن اثیر ج ۹، ص ۹)

بغداد کا شفاخانہ جو بیمارستان عضدی کے نام سے موسوم تھا' بڑا عظیم الشان تھا۔اس کے اخراجات کے لیے ایک خطیر رقم وقف کی۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اس سروسامان اور حسن انتظام کا کوئی دوسرا شفاخانہ دنیا میں نہ تھا۔اس کے لیے جو آلات اور سازوسامان فراہم کیے گئے تھے' ان کے اوصاف کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ (ابن خلکان ج ا'ص ۴۱۴)

ہر سال کے آغاز میں صدقہ کے لیے ایک خطیر رقم نکالتا تھا اور اس کو معتبر علماء اور قضاۃ کے ذریعہ سارے ممالک محروسہ کے مستحقین میں تقسیم کراتا تھا۔(ابن اثیر ج ۸'ص ۸)

ان خوبیوں کے ساتھ اس میں بعض عیوب بھی تھے۔خونریزی میں بڑا بے باک تھا اور حصول دولت کے لیے متعدد نئے ٹیکس قائم کیے۔ (دول الاسلام ذہبی ج ا' ص ۱۷۹)

بارگاہ خلافت سے تعلقات: اگرچہ طائع عملاً عضدالدولہ کے ماتحت تھا اور خلافت کا سارا نظام اس کے ہاتھوں میں تھا' لیکن عضدالدولہ نے اس کا ظاہری احترام پوری طرح قائم رکھا تھا' مگر طائع اس قدر کمزور اور نااہل تھا کہ اس نے خود تمام اختیارات عضدالدولہ کے حوالے کر دیئے تھے اور اس کو اتنا اعزاز بخشا کہ اس سے پہلے کسی متولی خلافت کو نصیب نہ ہوا تھا۔ ۳۶۷ھ میں بغداد کے ممبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔(ابن اثیر ج ۸'ص ۲۴۹) اور طائع نے اس کو خلعت فاخرہ' جواہر نگار تاج' طلائی طوق اور کنگن اور شمشیر سے سرفراز کیا اور نشان امامت کے عام نقرئی علم کے علاوہ جو ہر امیر کو ملتا تھا' خاص طلائی علم جو ولی عہد کے لیے مخصوص تھا' مرحمت کیا۔دستور تھا کہ حکومت کا جو عہدنامہ خلیفہ کی جانب سے امراء کو ملتا تھا' اس کو خود امراء خلیفہ کے روبرو پڑھ کر اس کی پابندی کا اقرار کرتے تھے' لیکن عضدالدولہ کا عہدنامہ طائع نے اس کی بجائے دوسرے سے پڑھوایا۔اس کے پھاٹک پر نوبت نوازی کا

امتیاز بخشا جو ولی عہد کو بھی حاصل نہ تھا۔ ۳۶۹ھ میں ملک العزیز والی مصر کی سفارت کی باریابی کے موقع پر عضد الدولہ کو اپنے سامنے کرسی پر بٹھایا۔ ۳۷۰ھ میں جب وہ ہمدان سے بغداد آیا تو خلفاء کے دستور کے خلاف طائع خود اس سے ملنے کے لیے گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۱۸، ۴۱۹)

عضد الدولہ نے خلفاء میں اپنی نسل کو شامل کرنے کے لیے اپنی لڑکی بھی طائع کو بیاہ دی تھی۔

صمصام الدولہ: عضد الدولہ کی وفات کے بعد دیلمی امراء نے اس کے لڑکے ابو کالیجار مرزبان کو اس کا جانشین بنایا اور صمصام الدولہ کا لقب دیا۔ طائع نے بھی اس کی تصدیق کر دی اور اپنی جانب سے شمس الدولہ کا لقب، سات پارچے کا خلعت اور دو علوم عطا کیے۔ صمصام الدولہ کے کئی بھائی تھے۔ ابو الحسین احمد، ابو طاہر احمد شاہ، شرف الدولہ، بہاؤ الدولہ وغیرہ۔ اول الذکر دونوں صمصام الدولہ کے حامی تھے۔ البتہ شرف الدولہ کی جانب سے ان کو سخت مخالفت کا خطرہ تھا۔ اس لیے تخت نشینی کے بعد صمصام الدولہ نے ابو الحسین احمد اور ابو طاہر کو فارس کا حاکم بنایا، لیکن ان کے پہنچنے کے پیشتر شرف الدولہ نے اس پر قبضہ کر لیا اور صمصام الدولہ کا خطبہ بند کر کے اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور تاج الملتہ کا لقب اختیار کیا۔ صمصام الدولہ نے ابو الحسن حاجب کو فوجیں دے کر اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ شرف الدولہ نے امیر دبیس کو اس مہم پر مامور کیا۔ اس نے ابو الحسن کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔

موصل پر باز کرد کا قبضہ: ۳۷۳ھ میں ایک حوصلہ مند بہادر کرد ابو عبداللہ حسین المعروف بہ باز نے جو بنی حمدان کے ننہالی رشتہ داروں میں تھا۔ ایک جمعیت فراہم کر کے دیار بکر پر قبضہ کر لیا اور پورے موصل پر اس کے قابض ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ صمصام الدولہ نے اس کے مقابلہ میں کئی فوجیں بھیجیں، مگر باز نے انہیں شکست دی۔ ایک جنگ میں باز زخمی ہو گیا، مگر اس کی قوت مضبوط تھی، اس لیے

صمصام الدولہ کو اسے دیار بکر کا علاقہ دے کر اس سے صلح کرنی پڑی' اس وقت موصل چھوڑا۔

اسفار کی بغاوت: ۳۷۵ھ میں ایک دیلمی سردار اسفار بن کردویہ صمصام الدولہ کے خلاف شرف الدولہ سے مل گیا اور صمصام الدولہ کی فوج کے ایک حصے کو ساتھ ملا کر اس کی جگہ شرف الدولہ کی جانب سے بہاؤ الدولہ کو بغداد میں نائب بنانے کی کوشش کی۔ صمصام الدولہ نے ایک دیلمی سردار فولاد زماندار کو ملا کر اسفار کو شکست دی اور بہاؤ الدولہ گرفتار ہوا' لیکن خود اس کا کوئی قصور نہ تھا' اس لیے صمصام الدولہ نے احترام کے ساتھ اس کو نظر بند کر دیا۔

صمصام الدولہ کی قید: ۳۷۵ھ میں شرف الدولہ اہواز اور ۳۷۶ھ میں واسط پر قبضہ کر کے عراق کی سرحد تک پہنچ گیا۔ اسی دوران میں صمصام الدولہ کی فوج میں بھی بغاوت ہو گئی۔ اس لیے وہ شرف الدولہ کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہو گیا۔ شرف الدولہ نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا اور رمضان ۳۷۶ھ میں خلافت بغداد کی تولیت شرف الدولہ کے ہاتھوں میں آ گئی۔ عضد الدولہ نے حکومت کی جو عظمت و شان قائم کر دی۔ اس کو صمصام الدولہ نہ سنبھال سکا' گو خلافت بغداد کے ساتھ بھی اس کے دستوری تعلقات قائم رہے' لیکن کوئی نمایاں امتیاز حاصل نہ کر سکا۔

شرف الدولہ: صمصام الدولہ کی گرفتاری کے بعد طائع نے شرف الدولہ کی حکومت اور بغداد کی تصدیق کر دی اور معمول کے مطابق خلعت اور تاج سے سرفراز کیا۔

ترک اور دیالمہ کی جنگ: شرف الدولہ کی تولیت کے بعد ہی ترکوں اور دیالمہ میں جنگ ہو گئی' مگر آخر میں ترکوں نے دیلمیوں کو مغلوب کر لیا۔ اس دوران میں شرف الدولہ بغداد آ گیا۔ طائع نے خود نکل کر اس کا استقبال کیا اور بغداد کے داخلہ پر مبارک باد دی اور اس کے جواب میں شرف الدولہ طائع کے سامنے زمین بوس ہوا۔

بغداد میں داخلہ کے بعد شرف الدولہ نے ترک اور دیلم میں صلح کرا دی اور بغداد کی حکومت کا بگڑا ہوا نظام از سر نو درست کیا۔ جن جن لوگوں کی جائیدادیں ضبط ہوئی تھیں۔ ان کو واگزار کیا۔ حکومت کے عہدیداروں کا از سر نو عزل و نصب کیا اور ابو منصور کو خلافت بغداد کی وزارت تفویض کی۔ ابھی شرف الدولہ کی حکومت کو صرف دو سال چند مہینے گزرے تھے کہ جمادی الاول ۳۷۹ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی لاش نجف لے جا کر دفن کی گئی۔ اس کی عمر کل ۲۸ سال اور مدت امارت ۲ سال آٹھ مہینے تھی۔ عضد الدولہ کی اولاد میں گو کوئی باپ کے درجہ کو نہ پہنچ سکا' لیکن شرف الدولہ میں دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں کسی نہ کسی حد تک حکومت کی اہلیت اور اوصاف جہانبانی تھے۔ اس نے اپنے زمانہ میں بعض مفید کام انجام دیئے۔ بغداد میں مظالم کا انسداد کیا۔ بعض مغصوبہ جائیدادیں واپس کیں' علمی ذوق بھی رکھتا تھا۔ بغداد میں ایک عظیم الشان رصدگاہ تعمیر کرائی۔ (دول الاسلام ذہبی ج ا ص ۱۸)

بہاؤ الدولہ: شرف الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابو نصر الملقب بہ بہاؤ الدولہ اس کا جانشین ہوا۔ طائع نے اس کو سات پارچے خلعت' سیاہ عمامہ اور کنگن عطا کیے اور بہاؤ الدولہ اور ضیاء الدولہ کے القاب سے ملقب کیا۔ اس کے زمانہ میں اس کے بھائی بھتیجوں علی بن شرف الدولہ فخر الدولہ اور صمصام الدولہ وغیرہ میں خانہ جنگیاں ہوئیں' مگر ان کو خلافت بغداد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے اس کی تفصیل قلم انداز کی جاتی ہے۔ ۳۸۹ھ میں بہاؤ الدولہ اور صمصام الدولہ میں بھی جنگ ہوئی' مگر اس شرط پر صلح ہو گئی کہ عراق و خوزستان' بہاؤ الدولہ کے قبضہ میں رہیں گے اور فارس اور ارجان صمصام الدولہ کے قبضہ میں۔

موصل پر آل حمدان کا دوبارہ قبضہ: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عضد الدولہ نے موصل کی حمدانی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ناصر الدولہ حمدانی کے لڑکے ابو طاہر ابراہیم اور ابو عبداللہ حسین شرف الدولہ کے پاس بغداد میں رہتے

تھے۔ بہاؤالدولہ کے زمانے میں اس سے اجازت لے کر دونوں موصل چلے گئے۔ ان کی واپسی کے بعد فوجی افسروں کو اس غلطی کا احساس ہوا' چنانچہ بہاؤالدولہ نے خواشاذہ والی موصل کو لکھ بھیجا کہ ان دونوں کو موصل میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ خواشاذہ نے ان کو روکنے کی کوشش کی' مگر اہل موصل ان کے ساتھ ہو گئے تھے۔ انہوں نے موصل کے ترک اور دیلم کو شکست دی اور خواشاذہ کو موصل چھوڑ کر بغداد چلا آنا پڑا اور موصل پر دوبارہ آل حمدان کا قبضہ ہو گیا۔

موصل پر باز کی فوج کشی اور اس کا قتل: ان کے قبضہ کے بعد باز کردی والی دیار بکر کو پھر اس کی طمع دامنگیر ہوئی۔ اس نے موصل کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ ملا کر فوج کشی کر دی۔ آل حمدان نے اس کا مقابلہ کیا۔ باز نے میدان جنگ میں گھوڑا بدلنا چاہا۔ اتفاق سے گر پڑا اور ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کا بھانجا ابوعلی ساتھ تھا۔ اس نے گھوڑے پر چڑھانے کی کوشش کی' لیکن باز اتنا زخمی تھا کہ نہ چڑھ سکا اور اس کی فوج اس کو مقتولوں کے انبار میں چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں چلی گئی۔ اتفاق سے ایک عرب کی نظر باز پر پڑ گئی۔ اس نے اسے قتل کر دیا۔ باز کے قتل کے بعد اس کے بھانجے ابوعلی بن مروان نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت سے دیار بکر میں مروانی حکومت کا آغاز ہوا۔

آل حمدان کی شکست اور موصل میں عقیلی حکومت کا قیام: باز کے قتل کے بعد ابو طاہر اور ابو عبداللہ حمدانی نے دیار بکر پر فوج کشی کر دی۔ ابوعلی نے ان کو شکست دے کر گرفتار کر لیا' پھر والی مصر کی فرمائش پر چھوڑ دیا اور ابو عبداللہ مصر چلا گیا۔ اس کو والی مصر نے حلب کا حاکم بنایا۔ جہاں وہ آخر عمر تک رہا۔ دوسرا بھائی ابو طاہر شکست کھانے کے بعد نصیبین میں چلا گیا۔ یہاں کے والی محمد بن مسیّب عقیلی نے اس کو اور اس کے لڑکے علی کو پکڑ کر قتل کر دیا اور بہاؤالدولہ نے اس کی درخواست پر موصل کے انتظام کے لیے اپنا آدمی بھیج دیا' لیکن یہ برائے نام حاکم

تھا۔اصل حکومت محمد بن مسیّب کے ہاتھوں میں تھی جو اس کے بعد موروثی بن گئی اور موصل میں عقیلی حکومت قائم ہوگئی' یہ حکومت بھی عرب تھی۔

دولت غزنویہ افغانستان کا قیام: طائع کے عہد کا اہم واقعہ افغانستان کی غزنوی حکومت کا قیام ہے۔یہ حکومت ماوراءالنہر کی سامانی حکومت سے پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ وسط ایشیا سے لے کر ہندوستان تک پھیل گئی۔اس کا بانی امیر سبکتگین ماوراء النہر کی سامانی حکومت کے خراسانی صوبہ دار الپتگین کا غلام تھا۔کہا جاتا ہے کہ وہ ساسانیوں کی نسل سے تھا۔سبکتگین جوہر قابل تھا' بچپن ہی سے اس میں اقبال مندی کے آثار نمایاں تھے۔اس لیے آقا کی نظر توجہ کا مرکز بن گیا اور اس کے مزاج میں اتنا رسوخ و اعتماد پیدا کر لیا کہ اس نے اس کو غزنین کی افواج کا سپہ سالار بنا دیا۔ عبدالملک سامانی کی وفات کے بعد جب اس کی جانشینی کا مسئلہ پیش ہوا تو امیر الپتگین نے اس کے لڑکے منصور کی نوعمری کی وجہ سے اس کی مخالفت کی' لیکن ارکان دولت نے اسی کو تخت نشین کیا۔تخت نشینی کے بعد امیر منصور نے الپتگین کو طلب کیا' چونکہ وہ اس کی مخالفت کر چکا تھا۔اس لیے خوف سے اس حکم کی تعمیل نہیں کی اور ۳۵۱ھ میں علم بغاوت بلند کر کے غزنین میں اپنی حکومت قائم کر لی۔اس کے خراسان چھوڑنے کے بعد امیر منصور نے ابوالحسن محمد بن ابراہیم کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔اس نے دو مرتبہ الپتگین پر فوج کشی کی' لیکن دونوں مرتبہ ناکام رہا۔

۳۶۵ھ میں امیر الپتگین کا انتقال ہوگیا۔امیر منصور نے اس کی جگہ اس کے لڑکے ابواسحاق کو غزنین کا حاکم بنایا اور وہ سبکتگین کی صلاح و مشورہ سے حکومت کرتا رہا' لیکن چند ہی دنوں کے بعد ابواسحاق کا انتقال ہوگیا۔اہل غزنین کو سبکتگین کے اوصاف جہانبانی کا تجربہ ہو چکا تھا۔اس لیے ابواسحاق کے بعد ۳۶۶ھ میں انہوں نے اس کو غزنین کے تخت پر بٹھایا۔اس وقت سے غزنوی حکومت کی بنیاد پڑی۔محمود غزنوی اسی باپ کا نامور فرزند تھا۔اس حکومت کی تاریخ ہمارے موضوع سے بالکل

خارج ہے۔ دولت عباسیہ کے ساتھ اس کے جو واقعات و حالات پیش آئے وہ اپنے موقع پر آتے رہیں گے۔ (یہ فارسی مورخین کے بیان کا خلاصہ ہے۔ ابن اثیر کی تصریحات اس سے کسی قدر مختلف ہیں۔ یہ حکومت ۳۶۶ھ میں قائم ہوئی اور ۵۷۹ھ میں شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔ اس مدت میں پندرہ فرمانروا ہوئے۔ امیر سبکتگین، اسماعیل بن سبکتگین، محمود بن سبکتگین، محمد بن محمود، مسعود بن محمود، مودود بن مسعود، علی بن مسعود، عبدالرشید بن محمود، فرخزاد بن مسعود، ابراہیم بن مسعود، مسعود بن ابراہیم، ارسلان شاہ بن مسعود، بہرام شاہ ابن مسعود شاہ، خسرو شاہ بن بہرام، ملک شاہ بن خسرو شاہ)

طائع کی گرفتاری: بہاؤالدولہ کے زمانہ میں دیلمی حکومت کا خزانہ خالی ہو گیا تھا۔ فوج کی تنخواہ وقت سے نہیں ملتی تھی۔ اس لیے ۳۸۱ھ میں فوج میں روپے کے لیے شورش پیدا ہو گئی۔ امیر ابوالحسن بن معلم نے جس کا بہاؤالدولہ پر بڑا اثر تھا۔ اس کو مشورہ دیا کہ طائع کے پاس کافی دولت ہے، اگر اس کو گرفتار کر لیا جائے تو کل دولت ہاتھ آ جائے گی۔ بہاؤالدولہ اس پر آمادہ ہو گیا اور تجدید عہد کے بہانہ طائع سے باریابی کی اجازت لے کر چند دیلمیوں کے ساتھ دربار خلافت پہنچا اور طائع کے سامنے زمین بوس ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دیلمی بھی دست بوسی کے بہانے آگے بڑھے اور طائع کو تخت کے نیچے اتار لیا۔ وہ ہر چند فریاد کرتا رہا، لیکن کسی نے نہ سنی۔ دارالخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا اور طائع کو بہاؤالدولہ کے محل میں لا کر اور خلافت سے معزول کر کے قاہر باللہ کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ نظر بندی کے بعد اس کی راحت و آرام کا پورا لحاظ رکھا۔ کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دی گئی۔ یہیں ۳۹۳ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی مدت خلافت سترہ سال آٹھ مہینے اور عمر ۶۴ سال تھی۔ طائع جسمانی حیثیت سے بڑا قوی اور بہادر تھا، لیکن جہانبانی کی اہلیت نہ تھی۔ اس کی قوت اور بہادری کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ اس کے قصر بستان میں ایک پہاڑی مینڈھا

مست ہو گیا۔ کوئی شخص اس کے پاس جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ وہ خود اس کو پکڑنے کے لیے گیا۔ مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا۔ طائع نے بڑھ کر اس کی دونوں سینگیں پکڑ لیں اور بڑھئی بلا کر آری سے کٹوا دیں۔ (الفخری ص ۲۵۹، ۲۶۰) لیکن دماغی قوت اور اوصاف جہانبانی سے محروم تھا۔ اس کا جو نتیجہ نکلا وہ اس کی معزولی کی نوعیت سے ظاہر ہی ہے۔ اس کے زمانہ میں دیالمہ کا اقتدار و استبداد بہت بڑھ گیا اور خلافت کی قوت محض برائے نام رہ گئی۔ فاطمیہ مصر گو خلافت کے مدعی تھے، لیکن حرمین میں خلفائے عباسیہ ہی کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ طائع کی کمزوری، ضعف سلطنت اور دیالمہ کی شیعیت سے فائدہ اٹھا کر معز الدین اللہ فاطمی نے اپنے نام خطب پڑھوایا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۱۶)

ابو العباس احمد بن مقتدر الملقب بہ قادر باللہ

(۳۸۱ھ تا ۴۲۲ھ مطابق ۹۹۱ تا ۱۰۳۱ء)

طائع کے بعد مقتدر باللہ کا لڑکا احمد خلیفہ ہوا۔ یہ ایک لونڈی ومنہ کے بطن سے تھا۔ طائع کی وفات سے کچھ دنوں پیشتر اس کے خوف سے احمد مہذب الدولہ کے پاس بطیحہ بھاگ گیا تھا اور اس وقت وہیں مقیم تھا۔ طائع کی معزولی کے بعد بہاؤ الدولہ اور دوسرے ارکان سلطنت نے احمد کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ واپس لا کر خلیفہ بنایا اور رمضان ۳۸۱ھ میں وہ تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کا چالیسواں سال تھا۔ قادر بڑا مدبر اور بڑے جاہ و جلال کا خلیفہ تھا۔ اس نے اپنے زمانہ میں عباسی خلافت کا کھویا ہوا اقتدار دوبارہ قائم کر دیا۔ اس کے دور حکومت میں بھی دیالمہ کی خانہ جنگی، دوسری حکومتوں کے ساتھ ان کی لڑائیوں اور غزنوی حکومت کے عروج و ترقی کے واقعات کے سوا خاص عباسی حکومت کے واقعات بہت کم ہیں۔

صمصام الدولہ کا قتل اور فارس پر بہائو الدولہ کا قبضہ: ۳۸۸ھ میں صمصام الدولہ قتل کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس نے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کے اصلی مرکز فارس کا انتظام قائم نہیں رہتا تھا۔ اس لیے خلافت بغداد کے انتظامات کے لیے ۳۸۹ھ میں بہاؤ الدولہ نے عمید العراق کا عہدہ قائم کیا اور اس پر امیر ابو جعفر حجاج کو مقرر کر کے خوزستان کو اپنا مستقر بنایا۔

ابو طاہر کا قتل: ۳۹۰ھ میں پھر ابو طاہر نے بہاؤ الدولہ کے مقابلہ میں فوج کشی کی۔ اس مرتبہ بھی وہ ناکام رہا۔ موفق نے اسے شکست دی اور ابو طاہر کے آدمیوں نے اس کا سر قلم کر کے موفق کے سامنے پیش کیا۔ بہاؤ الدولہ نے موفق کی اس کارگزاری کے صلہ میں اس کی بڑی عزت افزائی کی۔

بنی عقیل اور دیالمہ کے معرکے: موصل میں دوبارہ عقیلی خاندان کی عرب حکومت کے قیام کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ یہ برائے نام دیالمہ کے مطیع تھے اور ان کا اختلاف برابر ان کے ساتھ قائم رہا۔ محمد بن میسب عقیلی والی موصل کے انتقال کے بعد ۳۸۶ھ میں اس کی جانشینی کے مسئلہ میں اس کے بھائیوں مقلد اور عقیل میں مخالفت ہوگئی۔ اس سلسلہ میں ان میں اور بہاؤ الدولہ میں لڑائیاں بھی ہوئیں۔ مقلد زیادہ طاقتور تھا' اس لیے آخر میں بہاؤ الدولہ نے دس ہزار سالانہ پر اس کی حکومت تسلیم کر لی اور حسام الدولہ کا لقب دیا۔ ۳۹۱ھ میں مقلد کے ترک غلاموں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا لڑکا قرواش جانشین ہوا۔ ۳۹۲ھ میں اس نے مدائن پر حملہ کر دیا۔ عمید عراق' ابو جعفر حجاج نے اس کو یہاں سے ہٹا دیا' لیکن بنی عقیل' بنی مزید اور بنی اسد نے مل کر ترک و دیالمہ کو شکست دی اور ان کو بے دریغ قتل و گرفتار کیا۔ ابو جعفر حجاج نے بڑی مشکلوں سے ان کو شکست دے کر منتشر کیا۔ ۴۰۱ھ میں بنی عقیل نے دیالمہ کی مخالفت میں قادر باللہ کا خطبہ بند کر کے قائم بامر اللہ فاطمی کا خطبہ جاری کر دیا۔ بہاؤ الدولہ نے عمید الجیوش کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا' لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی اور قرواش نے معذرت کر کے خطبہ جاری کر دیا۔

ابو العباس کی مخالفت اور قتل: ۳۹۴ھ میں ابو العباس بن واصل کا

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

ابوالفوارس کو سلطان الدولہ کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا اور اس نے شیراز پر قبضہ کرلیا' لیکن سلطان الدولہ نے بہت جلد اس کو نکال دیا اور ابوالفوارس کرمان چلا گیا۔ سلطان الدولہ نے یہاں بھی اسے ٹکنے نہ دیا اور ابوالفوارس نے بست جا کر سلطان محمود غزنوی کے دامن میں پناہ لی۔ اس نے عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور امیر ابوسعید طائی کو فوجیں دے کر اس کی امداد کے لیے بھیجا۔ اس وقت سلطان الدولہ کرمان سے واپس جا چکا تھا۔ اس لیے ابوالفوارس نے کرمان اور اس کے بعد شیراز پر قبضہ کرلیا۔ سلطان الدولہ کرمان واپس آیا اور ابوالفوارس کو شکست دے کر دوبارہ شیراز سے نکالا اور ۴۰۸ھ میں وہ بحال تباہ کرمان لوٹ گیا۔ سلطان الدولہ نے کرمان پر قبضہ کرلیا۔ ابوالفوارس کا رویہ ابوسعید غزنوی کے ساتھ نامناسب رہا تھا' اس لیے دوبارہ اس کو محمود غزنوی کے پاس جانے کی جرات نہ ہوئی اور مہذب الدولہ کے پاس بطیحہ چلا گیا۔ اس نے عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا۔ چند دنوں کے بعد سلطان الدولہ نے اس کی خطا معاف کر کے کرمان کا حاکم بنا دیا۔

عراق پر مشرف الدولہ کا قبضہ: ۴۱۱ھ میں بغدادی فوج سلطان الدولہ کے خلاف ہوگئی۔ وہ درپردہ اس کے بھائی مشرف الدولہ کی حامی تھی۔ اسی زمانہ میں سلطان الدولہ نے واسط جانے کا ارادہ کیا۔ فوج نے اس شرط پر جانے کی اجازت دی کہ وہ اپنے بھائی یا لڑکے کو بغداد میں چھوڑ جائے۔ اس لیے مجبوراً اسے مشرف الدولہ کو چھوڑنا پڑا' لیکن بغداد سے نکلتے ہی اس نے ابومحمد حسن بن سہلان کو مشرف الدولہ کے نکالنے کے لیے بھیجا۔ مشرف الدولہ نے اس کو شکست دے کر واسط پر قبضہ کرلیا۔ یہاں کے دیلمی بھی اس سے مل گئے۔ اس سے اس کی عظمت و شان بڑھ گئی۔ سلطان الدولہ اس وقت اہواز میں تھا۔ اس میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے وہ اہواز چھوڑ کر ارجان چلا گیا اور عراق و خوزستان میں مشرف الدولہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ ۴۱۳ھ میں دونوں میں مصالحت ہوگئی۔ اس کی رو سے عراق کا علاقہ اور بغداد کی تولیت مشرف

الدولہ کے ہاتھوں میں آئی اور فارس و کرمان کی موروثی حکومت سلطان الدولہ کے حصہ میں رہی۔شوال ۴۱۵ھ میں سلطان الدولہ کا ربیع الاول ۴۱۶ھ میں مشرف الدولہ کا انتقال ہو گیا۔عراق میں مشرف الدولہ کی مدت حکومت کل ۵ سال تھی۔وہ بڑا نیک سیرت' عادل اور خوبیوں کا مالک فرمانروا تھا۔

جلال الدولہ: سلطان الدولہ کی وفات کے بعد فارس میں اس کا لڑکا ابو کالیجار تخت نشین ہوا' اور عراق میں مشرف الدولہ کے بعد اس کے دوسرے بھائی جلال الدولہ نے اس کی جگہ لے لی۔۴۱۹ھ میں ترکوں نے جلال الدولہ کے خلاف سخت بغاوت کی۔اس کا اور اس کے تمام وابستگان دولت کے گھر اور ٹکسال لوٹ لی اور جلال الدولہ کا محاصرہ کر کے اس کا دانہ پانی بند کر دیا۔اس نے بغداد چھوڑ کر نکل جانا چاہا۔ترک اس میں بھی حائل ہوئے' لیکن پھر عوام کی دست اندازی سے رک گئے اور قادر نے دونوں میں صلح کرا دی' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر ترکوں نے تنخواہ کے لیے شورش کر دی۔جلال الدولہ کے پاس روپیہ نہ تھا۔اس نے گھر کا اثاثہ اور سازو سامان بیچ کر مطالبہ پورا کیا۔اسی سنہ میں بصرہ کے ترک اور دیالمہ میں تصادم ہو گیا۔جلال الدولہ کے لڑکے ابو منصور عزیز والی بصرہ نے دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کی۔اس پر ترک اور بگڑ گئے۔ابو کالیجار کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ابو کالیجار نے ان کی مدد سے ابو منصور کو بصرہ سے نکال دیا' اس پر قبضہ کر لیا' ابو منصور واسط چلا گیا۔جلال الدولہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اہواز پر فوج کشی کر دی۔اس وقت ابو کالیجار واسط میں تھا۔اس لیے جلال الدولہ نے اہواز کو لوٹ کر ابو کالیجار کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔یہ خبر سن کر وہ اہواز پہنچا۔جلال الدولہ نے اسے بھی شکست دی اور واسط پر قبضہ کرتا ہوا بغداد لوٹ گیا۔واسط پر قبضہ کے بعد جلال الدولہ نے اپنے وزیر ابو علی کو بطیحہ اور بصرہ روانہ کیا۔اس نے بطیحہ پر آسانی کے ساتھ قبضہ کر لیا' لیکن بصرہ کی مہم میں شکست کھائی اور گرفتار کر کے ابو کالیجار کے سامنے لے جایا گیا۔اس نے معاف کر دیا' لیکن خود ابو علی کے غلام نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ابو علی کے قتل کے بعد جلال

الدولہ نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ قادری دور کے واقعات میں ماوراء النہر کی سامانی حکومت کا خاتمہ اور افغانستان کی غزنوی حکومت کا عروج دو اہم اور قابل ذکر واقعے ہیں۔ ان کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے' اجمالی حالات یہ ہیں۔

امیر سبکتگین غزنوی کی فتوحات: غزنوی حکومت کے قیام کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ امیر سبکتگین کی شجاعت اور ناموری کا شہرہ اتنا پھیل چکا تھا کہ آس پاس کے چھوٹے چھوٹے حکمران اپنی مشکلات میں اس کی جانب رجوع کرنے لگے تھے۔ اسی زمانہ میں بست کے حکمران طغان کی حکومت پر ایک شخص ابوثور نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے امیر سبکتگین سے مدد کی درخواست کی۔ سبکتگین نے ابوثور کو نکال کر بست' طغان کو واپس دلا دیا اور طغان اس کی ماتحتی میں آ گئی۔ غزنین کے قریب قصدار کا قلعہ نہایت سنگین اور یہاں کا قلعہ دار نہایت سرکش تھا۔ امیر سبکتگین نے اسے مغلوب کر کے خراج وصول کیا اور اس سے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔

ہندوستان پر سبکتگین کا حملہ: اس وقت تک مسلمانوں کے قدم سندھ کے آگے نہ بڑھے تھے۔ ۳۶۷ھ میں امیر سبکتگین نے خیبر کی سمت سے ہندوستان پر حملہ کیا اور چند قلعے فتح کر کے غزنین لوٹ گیا۔ پنجاب اور کشمیر کے راجہ جیپال نے مقابلہ کی تیاری کی۔ اس کی تیاری کی خبر سن کر امیر سبکتگین دوبارہ ہندوستان پہنچا اور کابل و پشاور کے درمیان لمغان کے میدان میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ یہ سردی کا موسم تھا۔ بڑی شدت سے برفباری ہوئی۔ ہندوستانی اس کے عادی نہ تھے۔ ہزاروں آدمی اور جانور لقمہ اجل ہو گئے۔ اس لیے جیپال کو مجبور ہو کر صلح کی درخواست کرنی پڑی اور خراج و ہدایا و تحائف کے وعدہ پر مصالحت ہو گئی' لیکن لاہور واپس جانے کے بعد جیپال میں تنہا اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس نے اس جنگ کو ہندوستان کی حفاظت کا سوال بنا کر کالنجر' اجمیر اور قنوج کے راجاؤں سے مدد مانگی۔ ان سب نے اپنی اپنی فوجیں بھیجیں اور جے پال نے متحدہ طاقت سے سبکتگین کا مقابلہ کیا' لیکن کثرت

تعداد کے باوجود شکست کھائی اور سبکتگین نے دریائے اٹک تک اس کی مملکت پر قبضہ کر لیا اور پشاور میں فوجی چھاؤنی قائم کر کے غزنین لوٹ گیا۔ (تاریخ فرشتہ ص ۱۹ ملخصا)

سامانیہ ماوراء النہر کے دور زوال میں اس کے امراء میں خودسری پیدا ہو گئی تھی اور حصول اقتدار کے لیے ان میں باہم رشک و رقابت کا بازار گرم رہتا تھا' چنانچہ امیر نوح سامان کے زمانہ میں اس کے ایک عہدہ دار عماد الدولہ ابوعلی نے جیحون کے اس پار کے تمام سامانی مقبوضات پر قبضہ کر کے خالصہ شاہی پر بھی دست درازی شروع کر دی۔ ایک دوسرا امیر فائق الخاصہ بھی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر سامانیوں کے پرانے حریف ایلک خان فرمانروائے ترکستان نے سامانیہ کے پایہ تخت بخارا پر قبضہ کر لیا اور نوح کو یہاں سے بھاگنا پڑا' لیکن اس کی خوش قسمتی سے چند ہی دنوں کے بعد ایلک خان بیمار ہو کر لوٹ گیا اور امیر نوح پھر بخارا واپس آ گیا۔ ابوعلی برابر مخالفت پر قائم رہا۔ امیر نوح نے ہر چند اسے سمجھانے کی کوشش کی' مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر میں امیر نوح نے اپنے قدیم نمک خوار امیر سبکتگین والی غزنہ کی جانب رجوع کیا۔ اس نے ۳۸۴ھ میں ابوعلی پر فوج کشی کر کے اسے فاش شکست دی۔ امیر نوح نے اس کارگزاری کے صلہ میں سبکتگین کو ناصر الدولہ اور اس کے لڑکے محمود کو سیف الدولہ کا لقب عطا کیا۔ ابوعلی کو شکست دینے کے بعد سبکتگین اپنے لڑکے محمود کو خراسان کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود غزنہ لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد ابوعلی نے امیر فائق کو ساتھ لے کر خراسان پر فوج کشی کر دی' لیکن محمود نے اسے شکست دی اور وہ مختلف مقاموں پر پھرتا پھراتا ہوا آخر میں گرفتار ہوا اور ۳۸۷ھ میں سبکتگین نے اسے قتل کرا دیا۔ (یہ حالات ملخصا زین الاخبار گردیزی ص ۵۳ تا ۵۸ سے ماخوذ ہیں)

امیر نوح سامانی اور امیر سبکتگین کا انتقال: اسی سنہ میں امیر نوح اور امیر سبکتگین دونوں کا تھوڑے وقفہ سے انتقال ہو گیا۔ نوح کی جگہ اس کا لڑکا منصور تخت نشین ہوا۔ محمود باپ کی وفات کے وقت نیشاپور میں تھا۔ اس لیے

غزنین کا تخت اس کے چھوٹے بھائی اسماعیل نے حاصل کر لیا۔ یہ عمر اور تجربہ دونوں میں محمود سے کم تھا۔ اس لیے حکومت نہ سنبھال سکا اور فوج اس کے قابو سے باہر ہو گئی۔ محمود نے اس کو لکھ بھیجا کہ والد مرحوم کے بعد تم مجھ کو سب سے زیادہ عزیز ہو۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا' لیکن سلطنت کی بقا و تحفظ کے لیے عمر' تجربہ اور امور مملکت سے واقفیت ضروری ہے۔ اگر یہ اوصاف تم میں موجود ہوتے تو میں سب سے پہلے تمہاری حکومت تسلیم کر لیتا۔ والد نے میری عدم موجودگی میں تم کو محض اس لیے نامزد کر دیا تھا کہ میں ان کی وفات کے وقت غزنین سے دور تھا اور اس کی حفاظت کے لیے کسی کا نامزد کرنا ضروری تھا۔ اب حق و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم والد کی میراث کو شرع شریف کے مطابق تقسیم کر دو۔ غزنین کو جو ہمارا مولد و منشا ہے' میرے حوالے کر دو۔ میں بلخ کی ولایت خرخشوں سے پاک کر کے تم کو دے دوں گا۔ اسماعیل نے اس کو نہ مانا۔ اس لیے محمود نے ۳۸۸ھ میں فوج کشی کر کے اسماعیل کو شکست دی اور اس کو جرجان کے قلعہ میں نظر بند کر کے اس کی راحت و آسائش کے جملہ سامان فراہم کر دیئے' جہاں وہ آخر عمر تک نظر بند رہا۔ (تاریخ فرشتہ ج ا' ص ۲۳)

سامانیہ کا خاتمہ: ادھر خراسان میں محمود کی عدم موجودگی میں امیر بکتو زون نے نیشاپور پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس لیے اسماعیل سے فراغت کے بعد محمود پھر نیشاپور واپس گیا۔ بکتو زون میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے نیشاپور چھوڑ دیا۔ امیر منصور محمود کی طرف مائل تھا' اس لیے بکتو زون اور فائق خاصہ نے اسے ۳۸۹ھ میں اندھا کر کے معزول کر دیا اور اس کے بھائی عبدالملک کو تخت نشین کیا۔ محمود کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان دونوں سے انتقام کے لیے تیار ہو گیا' لیکن انہوں نے ہرات اور بلخ کا علاقہ دے کر صلح کر لی' لیکن چند ہی دنوں کے بعد بعض اختلافات کی بنا پر محمود کے بھائی نصر نے بکتو زون پر حملہ کر دیا' وہ شکست کھا کر باحال تباہ بخارا چلا گیا اور فائق کا ۳۸۹ھ میں انتقال ہو گیا۔ ایلک خان تاک میں لگا ہوا تھا۔ وہ عبدالملک کی مدد کے بہانہ

سے بخارا پہنچا اور عبدالملک اور اس کے بھائیوں کو گرفتار کر کے بخارا پر قبضہ کر لیا۔(زین الاخبار گردیزی ص ۵۸ تا ۶۰) عبدالملک کا ایک بھائی اسماعیل کسی طرح قید سے نکل گیا۔وہ سامانی امراء اور فوجیں جو عبدالملک کی گرفتاری کے بعد منتشر ہو گئی تھیں۔اسماعیل کے پاس جمع ہو گئیں۔اس نے ان کی مدد سے ایک مرتبہ ترکمانوں کو بخارا سے نکال دیا' لیکن اب سامانی حکومت کی قوت ختم ہو چکی تھی۔یہ قبضہ محض چراغ سحری کا آخری سنبھالا تھا۔ایلک خان نے بہت جلد دوبارہ بخارا پر قبضہ کر لیا اور اسماعیل کئی سال تک مختلف قوتوں سے جنگ کرتا رہا۔ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا۔کہیں اس کو پناہ نہ ملتی تھی۔جس کے حدود میں قدم رکھتا تھا' کوئی اس کو ٹکنے نہ دیتا تھا۔آخر میں مایوس ہو کر ۳۹۴ھ میں ماوراء النہر کا رخ کیا۔اس کی سرگردانی اور پریشانی دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی اور ایک عرب قبیلے نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا۔اس کے قتل کے بعد سامانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔(ابن اثیر جلد ۹' ص ۵۵)

غزنویوں کا عروج: سامانیوں کے زوال کے ساتھ ہی غزنویوں کی نئی حکومت برابر ترقی کرتی رہی۔خراسان پر محمود کا قبضہ اور اس کے بھائیوں کی شکست کے بعد ہی ۳۸۹ھ میں قادر باللہ نے محمود کی حکومت تسلیم کر لی تھی اور اس کو خراسان کی حکومت کا پروانہ لواء خلعت اور یمین الدولہ امین الملت والی امیر المومنین کے القاب عطا کیے تھے۔(زین الاخبار گردیزی ص ۶۴) اس نے کامل پینتیس سال تک بڑے جاہ و جلال کی حکمرانی کی۔فتح و ظفر اس کے ہم رکاب تھی۔کبھی کسی مہم میں ناکام نہ ہوا اور ترکستان سے لے کر شمالی مغربی ہند تک نہایت طاقتور حکومت قائم کر دی۔اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

تاریخ میں محمود کا نام زیادہ تر ہندوستان کی فتوحات کی وجہ سے روشن ہے۔اس نے ہندوستان پر سولہ یا سترہ حملے کیے اور راجہ نندپال والی پنجاب اور قنوج' میرٹھ' کالنجر' متھرا' مالوہ' اجمیر' گوالیار اور گجرات کے راجاؤں کی متحدہ فوجوں کو شکست دے کر

پنجاب پر قبضہ کرلیا اور اپنے نامور غلام ایاز کو یہاں کا حاکم بنایا' پھر چند برسوں میں کشمیر' قنوج' کالنجر' کوہ بالاناتھ' گوالیار اور گجرات کے راجاؤں کو مطیع بنایا۔ سندھ و پشاور سے لے کر پنجاب تک زیر نگیں کر لیا۔ ان فتوحات میں سب سے زیادہ اہم فتح سومنات کی شمار کی جاتی ہے جو ۴۱۶ھ میں ہوئی۔ محمود ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ اس نے باطنیوں کا جنہوں نے مسلمانوں پر بڑی آفت ڈھا رکھی تھی' زور توڑنے کی کوشش کی' چنانچہ رے اور نواح رے کے بہت سے باطنیوں کو قتل کیا اور پکڑ کر خراسان بھجوا دیا۔ سندھ اور ملتان میں بھی باطنیوں کا استیصال کیا۔

محمود اور خلافت بغداد کے تعلقات: خلافت بغداد کی دینی مرکزیت ہر دور میں قائم رہی اور عباسی خلفاء کی تصدیق و اجازت نامہ کے بغیر کوئی نئی حکومت باقاعدہ حکومت تسلیم نہ کی جاتی تھی۔ اس لیے مشرق کی نومولود حکومتوں کے حکمران خواہ بطیب خاطر' خواہ سیاسی مصلحت کی بنا پر خلافت بغداد کی سیاست ماننے اور اس سے تعلق قائم رکھنے پر مجبور تھے۔ اس لیے خراسان پر قبضہ اور اسماعیل کو شکست دینے کے بعد ۳۸۹ھ میں محمود نے بھی قادر باللہ سے خراسان اور دوسرے مقبوضات کے صداقت نامہ اور فرمان حکومت کی درخواست کی۔ اس کی درخواست پر جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے' قادر باللہ نے اسے الواء خلعت اور یمین الدولہ اور امین الملت والی امیر المومنین کا لقب عطا کیا۔ (زین الاخبار گردیزی ص ۶۲)

فرشتہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمود اور قادر باللہ میں کچھ ناگواری بھی پیش آئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ محمود نے قادر باللہ کو لکھا کہ خراسان کا بڑا حصہ میرے قبضہ میں آ چکا ہے۔ کچھ تھوڑا سا علاقہ آپ کے غلاموں کے پاس ہے جو مجھے مرحمت فرمایا جائے۔ قادر نے اس کی درخواست منظور کر لی اور مطلوبہ حصہ محمود کو دلا دیا۔ چند دنوں کے بعد پھر اس نے سمرقند کی خواہش کی۔ قادر نے اس سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ اگر میری اجازت کے بغیر تم نے سمرقند کی طرف قدم بڑھایا تو ساری دنیائے اسلام کو

تمہارے خلاف کر دوں گا۔ محمود اس جواب پر بگڑ گیا اور بغدادی قاصد سے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ ایک ہزار ہاتھیوں سے بغداد پر حملہ کر کے اسے برباد کر دوں اور اس کی خاک ہاتھیوں پر لاد کر غزنیں لے آؤں۔ قاصد نے واپس جا کر قادر کو یہ جواب سنایا۔ اس کے جواب میں قادر نے لکھ دیا' ﴿بسم الله الرحمن الرحیم﴾ ﴿ا لم﴾ ﴿الحمدلله رب العلمین والصلوة علیٰ رسوله واله اجمعین﴾ محمود کے درباریوں میں سے کوئی اس تحریک کا مطلب نہ سمجھ سکا' خواجہ ابوبکر قہستانی اس تلمیح کو سمجھ گئے' انہوں نے کہا حضور نے ہاتھیوں سے بغداد پر حملہ کرنے کی دھمکی دی تھی' اس لیے اس کے جواب میں ﴿ا لم﴾ سے ﴿الم ترکیف فعل ربک باصحب الفیل﴾ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ سن کر محمود گھبرا گیا اور بہت رویا اور قاصد سے اپنی گستاخی کی معذرت کر کے ہدایا وتحائف دے کر اس کو بغداد واپس کیا۔ (فرشتہ ج ا' ص ۸) لیکن فرشتہ کا یہ بیان محل نظر ہے' وہ بہت بعد کا مورخ ہے۔ قدیم تاریخوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ محمود کا تعلق خلافت بغداد سے خادمانہ رہا اور خلفائے بغداد اس کی قدر افزائی کرتے رہے۔ خود قادر نے مختلف اوقات میں اس کو خراسان' ہندوستان' نیمروز اور خوارزم کا لوائے حکومت عطا کیا اور اس کو کہف الدولہ والاسلام' اس کے بھائی امیر یوسف کو عضد الدولہ اور اس کے بیٹوں مسعود و محمد کو شہاب الدولہ و شہاب الملتہ اور جمال الدولہ و جمال الملتہ کے القاب سے سرفراز کیا۔ (گردیزی ص ۸۷)

محمود کا انتقال: ربیع الثانی ۴۲۱ھ میں اس جلیل القدر فرمانروا کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت ۶۴ سال کی عمر تھی' پینتیس سال مدت حکومت۔ ہندوستانی مورخین کو عموماً محمود کی زندگی میں کشت وخون' فتوحات اور حرص دولت کے سوا اس کے کارنامے بہت کم نظر آتے ہیں۔ حالانکہ وہ جس درجہ کا جہانگیر و کشورکشا تھا' اسی درجہ کا جہاندار بھی تھا۔ اس نے علم وتمدن کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ وہ جامع کمالات فرمانروا تھا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ محمود عاقل' دیندار' نیک سیرت اور صاحب علم

فرمانروا تھا۔اس کے لیے مختلف علوم وفنون پر کتابیں لکھی گئیں۔وہ علماء کا قدردان تھا۔ان کا اعزازواکرام اوران کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا۔دوردور کے علماء اس کے دربار میں جمع ہو گئے تھے۔وہ عدل پرور اور رعایا کے ساتھ شفیق تھا۔(ابن اثیر ج ۹' ص ۱۳۹) وہ خود بھی بڑا صاحب علم تھا' صاحب جواہر مضیہ شیخ محی الدین عبدالقادر حنفی نے اس کو حنفی فقہاء میں شمار کیا ہے۔اس کے حالات میں لکھتے ہیں کہ محمود ممتاز فقہاء میں تھا' فصاحت وبلاغت میں یگانہ تھا۔فقہ' حدیث' خطبات ورسائل میں اس کی تصانیف ہیں' فقہ حنفی میں اس کی تصنیف ''کتاب التفرد'' جودت اور کثرت مسائل میں امتیازی درجہ رکھتی ہے۔(جواہر المضیہ ج ۲' ص ۱۵۷)

جہاں جہاں اصحاب کمال کا پتہ چلتا تھا ان کو غزنین بلا بھیجتا تھا۔اس کے بہنوئی ابوالعباس' مامون فرمانروائے خوارزم کے دربار میں مختلف علوم کے ارباب کمال جمع تھے۔اطباء میں ابن سینا اور ابوالحسن الخمار' علمائے ریاضی میں' البیرونی اور ابونصر عراق' فلاسفہ میں ابوسہل مسیحی دربار خوارزم کی زینت تھے۔محمود نے مامون کو لکھ بھیجا کہ تمہارے دربار میں جو فلاں فلاں علماء ہیں' میں استفادہ کے لیے اپنے یہاں بلانا چاہتا ہوں' انہیں بھیج دو۔مامون ایسے ارباب کمال کو جدا کرنا نہیں چاہتا تھا' لیکن محمود کی خواہش کو رد کرنا بھی اس کے بس میں نہ تھا۔اس لیے اس نے ان علماء کو محمود کا خط سنا کر اپنی مجبوری ظاہر کر دی۔خط سن کر البیرونی' ابوالحسن الخمار اور ابونصر عراق غزنین چلے گئے' لیکن ابن سینا اور ابوسہل مسیحی نے جانا پسند نہ کیا اور محمود کے خوف سے خوارزم چھوڑ دیا۔(تاریخ ادبیات ایران براؤن ج ۲' ص ۶۹)

محمود خود نکتہ سنج شاعر تھا اور شعروسخن کا بڑا مذاق رکھتا تھا' چنانچہ اس نے شاعری کا ایک خاص محکمہ قائم کیا تھا اور عنصری کو ملک الشعراء کا خطاب دے کر شعبہ شاعری کا افسر مقرر کیا تھا۔تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ چار سو شعراء اس کے دربار سے وابستہ تھے۔ان میں ابوالقاسم حسن بن احمد' عنصری' ابوالحسن علی بن قلوع خرخی' حسن بن

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

چاہتے دے دیتے تھے' جسے چاہتے تھے معزول کر دیتے تھے۔ ۳۹۵ھ میں شرف الدولہ نے قاضی القضاۃ' حج کی امارت' مظالم اور طالبین کی نقابت وغیرہ کے بڑے بڑے مذہبی عہدوں پر شریف ابو احمد الحسین کے تقرر کا فرمان جاری کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۲۴) یہ تقرر قادر کے خلاف مزاج تھا' اس نے مسترد کر دیا۔ دیالمہ کی شیعیت نوازی سے بغداد میں شیعوں کا زور اتنا بڑھ گیا تھا کہ وہ علانیہ سنیوں پر زیادتی کرتے تھے۔ صحابہ ﷺ پر تبرا کرتے تھے' لیکن کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ قادر نے ان کی شیعیت نوازی ختم کر دی۔ سنیوں پر ان کی زیادتیوں کا سدباب کیا اور دیالمہ کے اثر سے سنیوں میں جو غیر اسلامی خیالات پھیل گئے تھے' ان کا پورا انسداد کیا۔ قیام عدل میں اتنا اہتمام تھا کہ بڑے بڑے ارکان دولت بھی کسی پر زیادتی نہ کر سکتے تھے۔ قاضی بغداد حسین بن ہارون کا بیان ہے کہ کرخ میں ایک یتیم کی قیمتی جائیداد محکمہ قضاء کی تولیت میں تھی۔ قادر کے حاجب کے بعض احباب اس کو خریدنا چاہتے تھے۔ حاجب نے مجھ سے کہلا بھیجا کہ میں جائیداد کو قضاء کی تولیت سے آزاد کر دوں تا کہ وہ من مانی قیمت پر خرید لیں۔ میں نے اس کی تعمیل نہیں کی۔ حاجب نے مجھ کو بلا بھیجا۔ مجھے بڑا خوف پیدا ہوا اور جانے کا وعدہ کر کے حاجب کے شر سے بچنے کے لیے معروف کرخی کے مزار پر دعا کے لیے چلا گیا۔ یہاں ایک درویش بیٹھا تھا۔ اس نے پوچھا کس کے لیے بددعا کرتے ہو۔ میں نے واقعہ بیان کیا۔ یہاں سے واپس ہو کر حاجب کے گھر پہنچا وہ دیکھتے ہی برس پڑا۔ بڑے نازیبا الفاظ استعمال کیے اور میرا کوئی عذر نہ سنا۔ اتنے میں ایک نوجوان نے ایک رقعہ لا کر حاجب کو دیا' اسے پڑھ کر اس کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے مجھ سے معذرت چاہی اور پوچھا' کیا آپ نے خلیفہ کو اس واقعہ کی خبر کر دی تھی' میں نے انکار کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جو درویش معروف کرخی کے مزار پر تھا' وہ خود قادر باللہ تھا۔ (ابن اثیر ج ۹' ص ۱۴۴)

علمی اعتبار سے اس کا شمار اس عہد کے علماء میں تھا۔ اس زمانہ کے مشہور عالم ابو بشر ہروی شافعی سے فقہ حاصل کی تھی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۲۲) تقی الدین سبکی نے

طبقات الشافعیہ میں شافعی علماء کے زمرہ میں اس کے حالات لکھے ہیں۔اس نے اصول میں ایک کتاب بھی لکھی تھی۔(طبقات الشافعیہ ج ۳' ص ۱)علم کے ساتھ وہ باعمل بھی تھا' بلکہ اس کا عمل اس کے علم سے زیادہ تھا۔خطیب کا بیان ہے کہ اس کی سیادت' دینداری' تہجد گزاری' نیکیاں اور صداقت وخیرات کی کثرت اتنی مشہور باتیں ہیں' جن سے ہر شخص واقف ہے۔(خطیب ج ۳' ص ۱۴۷)

ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ حلیم الطبع' کریم النفس تھا۔نیکی اور بھلائی اور نیکوں کو محبوب رکھتا تھا۔نیکی کا حکم دیتا تھا۔شر سے روکتا تھا اور اہل شر سے بغض رکھتا تھا۔(ابن اثیر ج ۹' ص ۴۴)مختلف مذاہب واقوام کے اثر سے بغداد ہر قسم کے عقائد وخیالات کا مرکز بن گیا تھا۔جس سے مسلمان بھی متاثر ہو رہے تھے۔قادر نے اس کی اصلاح وتصحیح عقائد میں سعی بلیغ کی اور ۴۰۸ھ میں محمود غزنوی کو احیائے سنت کا حکم دیا۔اس نے نہایت سختی سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔تصحیح عقائد کے لیے خود ایک کتاب لکھی۔جس میں محدثین کے مسلک کے مطابق صحابہ کرام ؓ کے فضائل ترتیب کے ساتھ تھے۔اس میں اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بھی ان کے رتبہ کی بناء پر شامل کر لیا تھا اور معتزلہ اور خلق القرآن کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی تھی۔یہ کتاب ہر جمعہ کو جامع رصافہ اور جامعہ بغداد میں محدثین کے حلقہ میں پڑھی جاتی تھی۔(دول الاسلام ذہبی ج ۱' ص ۱۸۹)صدقات وخیرات میں اتنا اہتمام تھا کہ اپنے افطار تک کے تین حصے کرتا تھا۔ایک حصہ اپنے لیے رکھتا تھا اور دو حصے جامعہ رصافہ اور جامع بغداد میں رہنے والے مسکینوں کے لیے بھیجتا تھا۔ایک مرتبہ ایک نوجوان نے کھانا لینے سے انکار کیا اور تھوڑی دیر کے بعد مسجد کے دروازے پر دوسروں سے مانگ کر چند ٹکڑے حاصل کیے۔یہ دیکھ کر شاہی فراش نے اس سے کہا کہ تجھ کو شرم نہیں آتی کہ اللہ کا خلیفہ تیرے لیے رزق حلال بھیجتا ہے۔اس کے لینے سے تو نے انکار کیا اور در در مانگ کر کھاتا ہے۔اس نے جواب دیا کہ میں نے اس لیے واپس کیا تھا کہ تم نے مغرب سے پہلے کھانا پیش کیا

تھا۔ جس وقت مجھ کو اس کی ضرورت نہ تھی۔ جب اس کی حاجت ہوئی تو مانگ کر کھایا۔ فراش نے واپس جا کر یہ واقعہ قادر سے بیان کیا۔ وہ سن کر رو یا اور کہا ایسے لوگوں کا لحاظ رکھا کرو اور ان کا کھانا قبول کر لینے کو غنیمت سمجھو اور افطار کے وقت تک ٹھہرے رہا کرو۔ (ابن اثیر ج ۹ ص ۱۴۴)

ابو جعفر عبداللہ بن قادر الملقب بہ قائم بامر اللہ

(۴۲۲ھ تا ۴۶۷ھ مطابق ۱۰۳۱ تا ۱۰۷۴ء)

قادر اپنی زندگی میں اپنے لڑکے ابو جعفر کو ولی عہد بنا کر اس کی بیعت لے چکا تھا۔ اس لیے قادر کی وفات کے بعد ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور قائم بامر اللہ لقب اختیار کیا۔ یہ ایک ارمنی لونڈی بدر الدجی کے بطن سے تھا۔ تخت نشینی کے وقت ۳۱ سال کی عمر تھی۔

قائم کی تخت نشینی کے وقت نظام خلافت جلال الدولہ کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ ایک غافل فرمانروا تھا۔ حکومت کی آمدنی پر افسران فوج قابض ہو گئے تھے اور تمام سپاہیوں کو خصوصاً ترکوں اور دوسرے عہدیداروں کو تنخواہیں نہ ملتی تھیں۔ اس لیے ترکوں کی فوج کی بغاوت کا ایسا سلسلہ شروع ہو گیا کہ جلال الدولہ کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔

جلال الدولہ کے خلاف فوج کی بغاوت: اس سلسلہ میں سب سے پہلی بار قادر کے عہد ۴۱۹ھ میں بغاوت ہوئی تھی۔ جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ اس کے بعد ۴۲۲ھ میں بغداد کے شیعہ سنیوں میں تصادم ہوا اور ایک بڑی شورش پیدا ہو گئی۔ ترکی فوج کو موقعہ مل گیا۔ وہ پھر جلال الدولہ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی اور قائم سے اس کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ جلال الدولہ نے روپیہ دے کر اس کو خاموش کر دیا۔ فوج خاموش ہوئی تھی کہ غلمان جن کی تنخواہیں رکی ہوئی تھی۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور جلال الدولہ کا گھر لوٹ لیا اور اسے سارا خدم وحشم الگ کر کے خانہ نشین ہو جانا پڑا۔

۴۲۳ھ میں پھر فوج میں بغاوت رونما ہوئی اور اس نے جلال الدولہ کے گھر پر حملہ آور ہو کر اس کے وزیر ابو اسحاق سہیلی کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا۔جلال الدولہ کو بغداد چھوڑ کر علکبرا میں پناہ لینی پڑی۔اس کے فرار کے بعد ترکوں نے اس کے بھتیجے ابو کالیجار کو بلا بھیجا' لیکن اس کے مشیروں نے روک لیا۔اس لیے ترک پھر جلال الدولہ کو جا کر واپس لائے اور عارضی طور پر سکون ہو گیا' لیکن جلال الدولہ کا رعب و دبدبہ اٹھ چکا تھا۔اس کا خزانہ خالی تھا۔اس لیے حالات کی اصلاح نہ ہو سکی اور تھوڑے وقفہ سے بغاوت کا سلسلہ قائم رہا۔اس سلسلہ میں بڑے بڑے واقعات پیش آئے۔جلال الدولہ کو کئی مرتبہ بغداد چھوڑنا پڑا۔اس شورش و ہنگامہ سے بغداد کا امن و امان رخصت ہو گیا۔

۴۲۶ھ میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ کچھ فوجی بغداد کے قریب ایک گاؤں میں گئے تھے۔کردوں نے ان کی سواریاں چھین لیں۔قریب ہی شاہی باغ تھا۔فوجیوں نے اس کے محافظوں پر یہ الزام لگا کر کہ ان کو کردوں کا علم تھا اور انہیں نہیں بتایا شاہی باغ لوٹ لیا۔قائم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو ان کی یہ جسارت سخت گراں گزری۔جلال الدولہ اتنا بے بس تھا کہ اس کا کوئی تدارک نہ کر سکا۔قائم نے حکومت کا تعطل دیکھ کر قضا اور افتاء کے محکمے توڑ دیئے۔اس وقت جلال الدولہ نے فوج بارگاہ خلافت تک پہنچانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا اور فوج نے شورش پسند عوام کے ساتھ مل کر حکومت کے عہدہ داروں کو باہر نکلنے سے روک دیا۔اس سے اور ابتری پیدا ہو گئی۔دن دہاڑے لوٹ مار ہونے لگی۔عرب قبائل نواح بغداد لوٹ کر خاص بغداد میں گھس آئے۔باقی فوج جلال الدولہ کے نئے وزیر ابو القاسم کو ننگے پاؤں باہر گھسیٹ لے گئی اور ۴۲۷ھ میں جلال الدولہ کو معزول کرنے کا عزم کر لیا اور اسے زخمی کر کے اس کا گھر لوٹ لیا۔وہ بغداد چھوڑ کر تکریت بھاگ گیا۔قائم نے درمیان میں پڑ کر بڑی مشکلوں سے دونوں میں صلح کرائی اور جلال الدولہ پھر بغداد واپس آ گیا۔

لیکن ایک ہی سال کے بعد ۴۲۸ھ میں دولت عباسیہ کے امیر کبیر اور حاجب الحجاب بارسطغان اور جلال الدولہ میں چلی گئی۔ ابو کالیجار نے بارسطغان کے اشارہ سے جلال الدولہ کے لڑکے ابو منصور ملک عزیز کو واسط سے اور بغداد کے غلمان نے جلال الدولہ کو بغداد سے نکال دیا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد جلال الدولہ نے واپس ہو کر بارسطغان کو قتل کر دیا اور قاضی ابوالحسن ماوردی قاضی القضاۃ بغداد نے جلال الدولہ اور ابو کالیجار میں صلح کرا دی اور جلال الدولہ نے اپنی لڑکی ابو کالیجار کے لڑکے سے بیاہ دی۔

اسی زمانہ میں جلال الدولہ نے اپنی کمزوری کو بڑے بڑے القاب کے پردے میں چھپانے کے لیے قائم سے شہنشاہ کا لقب اختیار کرنے کی درخواست کی۔ اس نے علماء سے فتویٰ طلب کیا۔ اکثر جاہ پسند علماء نے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ قاضی ابوالحسن ماوردی نے، جن کے جلال الدولہ سے ذاتی تعلقات بھی تھے، مخالفت کی اور جلال الدولہ کے پاس آنا جانا بند کر دیا۔ اس سے جلال الدولہ کے دل میں ان کی وقعت اور عظمت اور بڑھ گئی اور اس نے ان سے مل کر ان کی صداقت و حق گوئی کا اعتراف کیا، لیکن علماء کی اکثرت جواز کا فتویٰ دے چکی تھی، اس لیے قائم نے اجازت دے دی۔

جلال الدولہ میں کوئی دم باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے یہ لقب اس کا سہارا نہ بن سکا اور ۴۳۲ھ میں پھر فوجوں میں بغاوت رونما اور بغداد میں شورش اور بدامنی بپا ہو گئی۔ ان بغاوتوں کا بڑا سبب روپیہ کی قلت تھی۔ جلال الدولہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ۴۳۴ھ میں جوالی کے محاصل پر، جو عباسی خلفاء کا خالصہ تھا، ہاتھ بڑھایا۔ قائم پر یہ جسارت سخت گراں گزری۔ اس نے قاضی ابوالحسن ماوردی کے ذریعہ جلال الدولہ کو اس سے روکنے کی کوشش کی، لیکن وہ باز نہ آیا اور قائم نے بغداد چھوڑ دینے کا عزم کر لیا، لیکن اس پر عمل نہ کر سکا اور اس میں اور جلال الدولہ میں کشمکش پیدا ہو گئی۔

شعبان ۴۳۵ھ میں جلال الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ ۵۲ سال کی عمر تھی، مدت حکومت سترہ سال، گو مدت کے لحاظ سے اتنا زمانہ کچھ کم نہیں، لیکن اس مدت میں

جلال الدولہ کو ایک دن کے لیے بھی سکون میسر نہ ہوا اور ایسے مخالف حالات میں اتنے دنوں تک اس کی حکومت کا قائم رہ جانا ہی تعجب انگیز ہے۔

ابو کالیجار: جلال الدولہ کی وفات کے وقت اس کا لڑکا ابو منصور ملک عزیز واسط میں تھا۔ بغدادی فوجوں نے اس کے پاس تحریری اطاعت نامہ بھیج دیا اور ساتھ ہی اس سے بیعت کا بھی مطالبہ کیا۔ ملک عزیز کے پاس روپیہ نہ تھا۔ اس لیے وہ اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکا۔ ابو کالیجار عرصہ سے عراق کی حکومت کا متمنی تھا۔ اس کے پاس دولت بھی تھی۔ اس کو فوج کے مطالبہ اور ملک عزیز کی معذوری کی خبر ہوئی تو فوج کو روپیہ کا لالچ دے کر اپنی طرف مائل کر لیا اور ایک بڑی رقم فوج کے لیے اور دس ہزار دینار کی نذر اور بہت سے ہدایا و تحائف قائم کی خدمت میں بھیجے اور صفر ۴۳۶ھ میں قائم نے بغداد میں اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا اور محی الدین کا لقب عطا کیا۔ اس کے بعد رمضان ۴۳۶ھ میں خود ابو کالیجار بغداد گیا۔ اسی زمانہ میں ملک عزیز نے بھی بغداد کا قصد کیا' لیکن ابو کالیجار اس سے پہلے پہنچ چکا تھا۔ اس لیے ملک عزیز کی فوج نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ناکام لوٹ گیا۔ چند دنوں کے بعد اس نے پھر ابو کالیجار کے مقابلہ کی کوشش کی' مگر اس مرتبہ بھی ناکام رہا اور الٹے اس کے مستقر واسط پر ابو کالیجار کا قبضہ ہو گیا اور ملک عزیز کو میافارقین جا کر نصر الدولہ کے دامن میں پناہ لینی پڑی اور ۴۴۱ھ میں ناکام و نامراد مر گیا۔

سلجوقیوں کا ظہور: سلجوقیوں کی نئی طاقت کا ظہور قادر ہی کے زمانہ میں ہو چکا تھا' لیکن اس وقت ان کی حیثیت خانہ بدوش قبائل سے زیادہ نہ تھی۔ قائم کے زمانہ میں انہوں نے ایک منظم طاقت کی حیثیت حاصل کر لی اور ایک عظیم الشان حکومت کی بنیاد رکھی۔ جس نے آگے چل کر بغداد میں دیالمہ کی جگہ لے لی۔ ان کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ سلجوقی نسلاً ترک تھے۔ ان کا آبائی وطن ترکستان اور چین کا درمیانی علاقہ تھا۔ سلجوقی قبائل کی تعداد ہزاروں نفوس پر مشتمل تھی۔ ترکستان کی غیر مسلم حکومت میں ان کے سردار

دقاق یا تقاق کو بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ بیغو' فرمانروائے ترک اسے بہت مانتا تھا۔ دقاق کے ایک لڑکا پیدا ہوا' جس کا نام اس نے سلجوق رکھا۔ یہ بڑا ہونہار اور جوہر قابل تھا۔ سن شعور کو پہنچ کر اس کے جوہر چمکنے لگے اور اس نے اپنی صلاحیتوں اور کارناموں سے بیغو کے دل میں بڑا اعتماد حاصل کر لیا۔ اس نے اس کو اپنا مقرب خاص بنا کر سیاشی یعنی سپہ سالاری کا منصب عطا کیا۔ چند دنوں میں اس نے اتنا اثر پیدا کر لیا کہ سارے ترک اس کے مطیع ہو گئے۔ اس کے اثر و اقتدار کو دیکھ کر بیغو کی ملکہ کو خطرہ پیدا ہوا۔ اس نے اپنے شوہر کو اس کے قتل پر آمادہ کرنا شروع کیا۔ اس زمانے میں ترکستان کی حکومت کی حالت بگڑ چکی تھی۔ آبادی کی کثرت سے ذرائع معاش بھی تنگ ہو گئے تھے۔ ملکہ کی مخالفت کو دیکھ کر سلجوق اپنے زیر اثر ترکمان قبائل کو لے کر ترکستان سے ترک وطن کر کے اسلامی قلمرو میں چلا آیا اور ماوراء النہر کے علاقہ جند میں قیام پذیر ہوا۔ راوندی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلجوق نے ترک وطن سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا اور ابن اثیر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دارالاسلام میں وطن کے بعد اس شرف سے مشرف ہوا۔ (راحت الصدور ص ۸۶' و ابن اثیر ج ۹' ص ۱۶۳) قبول اسلام کے بعد سلجوقی ایک منظم قوت بن گئے اور ماوراء النہر کے ان سرحدی مقاموں پر جو بیغو کے قبضہ میں تھے۔ جہاں کے مسلمانوں سے وہ خراج وصول کرتا تھا' قبضہ کر لیا۔ (ابن اثیر ج ۱' ص ۱۶۳) سلجوق نے اپنی اولاد کو پھلتا پھولتا ہوا چھوڑ کر ۱۰۷ برس کی عمر میں انتقال کیا اور چار نامور لڑکے یادگار چھوڑ گیا۔ ارسلان یا اسرائیل' میکائیکل' یونس اور موسیٰ۔ ان سب سے نسل چلی' مگر میکائیکل کی اولاد بہت پھولی پھلی اور بڑی عظمت و ناموری حاصل کی۔ ان میں بڑے بڑے نامور سلاطین اور فرمانروا پیدا ہوئے۔ ایران و عراق کے سلجوقی فرمانروا اسی کی نسل سے تھے۔ میکائیل کی اولاد کے بعد ارسلان کی اولاد نے ترقی کی۔ انہوں نے ایشیائے کوچک میں اپنی حکومت قائم کی۔ ترکان عثمانی ان ہی کی یادگار تھے۔ البتہ یونس اور موسیٰ کی اولاد نے تاریخ میں اپنی کوئی یادگار نہیں چھوڑی۔

سلجوق کی موت کے بعد اس کے چاروں لڑکے ماوراء النہر کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ ارسلان اپنے قبیلہ کے ساتھ بخارا کے قریب مقیم ہوا اور ایلک خانی اور غزنوی حکومت کی سرحدوں پر تاخت شروع کی۔ (ابن اثیر ج ۹ ص ۱۶۳) ایلک خان کا ملک زیادہ قریب تھا۔ اس لیے وہ بہت گھبرایا' لیکن سلجوقیوں کا روکنا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس لیے خاموش رہا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان محمود اپنی اور ایلک خان کی سرحدوں کی تعین کے سلسلہ میں ماوراء النہر گیا۔ غزنوی حدود سے سلجوقیوں کی قربت محمود کے لیے بھی خطرے سے خالی نہ تھی۔ اس لیے ایلک خان نے اس کو بھڑکایا کہ ترکستان کے جو قبائل ان حدود میں آ کر آباد ہوئے ہیں۔ انہوں نے نور بخارا' سغد اور سمرقند کے مرغزاروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ سلجوق کے چاروں لڑکوں نے بڑی شہرت اور ناموری حاصل کر لی ہے۔ ان کی قوت بہت زیادہ ہے اور وہ حکومت کی داغ بیل ڈالنا چاہتے ہیں۔ آپ کو اکثر ہندوستان کی مہموں کے سلسلے میں باہر رہنا پڑتا ہے اس لیے ان کا تدارک ضروری ہے۔ (راحت الصدور ص ۸۷'۸۸) محمود ان نو وارد قبائل کے خطرہ سے بے خبر نہ تھا۔ اس سفر میں ان کی قوت و کثرت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے ان کی جانب سے بدگمان ہو گیا اور سلجوقیوں کے پاس دوستانہ پیغام بھیج کر عہد مواخاۃ کے بہانہ سے بلا بھیجا۔ (راحت الصدور ص ۸۷'۸۸)

اس کی دعوت پر ارسلان بن سلجوق جو سب بھائیوں میں بڑا تھا' محمود سے ملنے گیا۔ اس نے اس کا بڑا احترام کیا۔ اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھایا اور باتوں باتوں میں سلجوقیوں کی فوجی قوت کا حال معلوم کر کے ارسلان کو قید کر کے ہندوستان بھیج دیا اور وہ کالنجر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا اور اس کے قبیلہ کو قتل و قید کر کے مختلف سمتوں میں منتشر کر دیا اور ارسلان سات برس تک محمود کی قید میں رہا۔ حمد اللہ مستوفی کا بیان ہے کہ قید ہی میں مر گیا تھا۔ (تاریخ گزیدہ ص ۴۳۵)

لیکن راوندی لکھتا ہے کہ دو ترکمان کالنجر پہنچے اور کسی طرح ارسلان کو قید سے

نکالنے میں کامیاب ہو گئے' لیکن راستہ بھول گئے اور قلعہ کا محافظ جو ان کی تلاش میں نکلا تھا' پہنچ گیا۔ ارسلان نے جب دیکھا کہ اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس نے دونوں ترکمانوں سے کہا کہ مجھے تم میرے حال پر چھوڑ دو اور میرے بھائیوں کو جا کر یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ **ملک** گیری کے لیے پوری کوشش کرتے رہیں' ناکامی سے مایوس نہ ہوں۔ کوشش جاری رکھیں۔ محمود غلام زادہ ہے اس کا کوئی نسب نہیں ہے۔ وہ غدار ہے' اس کے پاس **ملک** نہیں رہ سکتا' ایک نہ ایک دن ضرور اس کے قبضہ میں آئے گا۔ (راحت الصدور ص ۹۳) ارسلان کی موت کے بعد محمود نے سلجوقیوں کو خراسان کے حدود میں قیام کی اجازت دے دی۔ اس لیے اس کی زندگی بھر وہ خاموش رہے اور غزنوی حکومت کے ساتھ ان کی کوئی آویزش نہیں ہوئی۔ میکائیل نے غیر مسلم ترکوں کے مقابلے میں شہادت پائی اور تین نامور لڑکے یادگار چھوڑے۔ طغرل بک محمد' جعفری داؤد اور بیغو۔ باپ کی موت کے بعد یہ تینوں بھائی جند سے نور بخارا میں منتقل ہو گئے۔ امیر بخارا علی تگین ان کی قربت پسند نہ کرتا تھا۔ وہ ان کے درپے ہو گیا۔ اس لیے سلجوقی نور بخارا سے بغرا خان کی حدود سلطنت میں چلے گئے۔ اس نے بھی انہیں نہ ٹکنے دیا اور طغرل بک کو گرفتار کر کے داؤد کو بھی پکڑنے کی کوشش کی' لیکن سلجوقیوں نے شکست دے کر طغرل بک کو چھڑا لیا اور اپنے پہلے مستقر جند لوٹ گئے۔ جند بھی بخارا کے قریب تھا۔ علی تگین پہلے سے سلجوقیوں کے خلاف تھا۔ اس مرتبہ اس نے ان سے لڑنے کے بجائے طغرل بک کے چچا زاد بھائی یوسف بن موسیٰ کو توڑنے کی کوشش کی اور اس کو بخارا بلا کر بخاری ترکوں کا سردار بنا لیا اور ینانخ بیغو کا لقب اور جاگیر عطا کی' لیکن یوسف اس کے پھندے میں نہ آیا۔ اس لیے علی تگین نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے انتقام میں سلجوقیوں نے حملہ کر کے ایک ہزار بخاری فوج تہ تیغ کر دی۔ علی تگین نے بھی ان پر فوج کشی کر کے ان کی بڑی تعداد قتل و گرفتار کر لی اور سلجوقیوں کو جند بخارا سے منتشر کر دیا۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

طلاع دے کر خراسان کی حفاظت کی جانب توجہ دلاتے رہے' لیکن وہ ہندوستان کی مہم میں ایسا مشغول تھا کہ ادھر توجہ نہ کر سکا۔ آخر میں عمائد بخارا نے متفقہ درخواست بھیجی کہ اگر سلجوقیوں کی یورش کا تدارک نہ کیا گیا تو خراسان پر قبضہ کر کے غزنہ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اس وقت ان کا معاملہ قابو سے باہر ہو جائے گا۔ اس درخواست پر مسعود نے سباشی حاجب کو تیس ہزار فوج کے ساتھ خراسان روانہ کیا۔ سلجوقی اس وقت مرو میں تھے۔ سباشی فطرتاً بزدل تھا۔ اس لیے مقابلہ کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ چند دنوں تک ہراۃ اور نیشاپور میں ٹھہرا رہا اور ایک دن دفعتہً مرو پہنچ گیا۔ سلجوقی تیار نہ تھے' اس لیے شکست کھا گئے۔ اسی دوران میں والی جوزجان نے اس پر حملہ کر دیا۔ داؤد نے ان کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ اس سے سباشی کے دل میں بڑا ہراس پیدا ہو گیا اور اس کی ہمت پست ہو گئی اور داؤد نے رجب ۴۲۸ھ میں اپنا خطبہ جاری کر دیا۔

سلجوقی حکومت کا قیام: سباشی کی ہمت اتنی پست ہو چکی تھی اور وہ سلجوقیوں سے اتنا خائف تھا کہ پھر اس نے ان کے مقابلہ کی جرات نہ کی اور جنگ کو برابر ٹالتا رہا۔ تا آنکہ اس کا سامان رسد ختم ہو گیا اور شعبان ۴۲۸ھ میں داؤد نے اس کو شکست دے کر خراسان پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے تمام سابق انتظامات بدستور قائم رکھے۔ غزنوی فوج کی شکست اور خراسان پر داؤد کے قبضہ کی خبر مسعود کو ہوئی تو وہ پوری قوت کے ساتھ سلجوقیوں کے مقابلے کے لیے خراسان پہنچا۔ سلجوقیوں نے کھل کر مقابلہ کرنے کے بعد اسے چکر دے کر تھکا دینے کا طریقہ اختیار کیا۔ جب مسعود ان کی طرف بڑھتا تو وہ کترا کر دوسری طرف نکل جاتے۔ اس طرح ایک عرصہ تک تھکا دینے کے بعد جب غزنوی فوج گھبرا گئی تو سلجوقی ایک بے آب و گیاہ میدان کی طرف نکل گئے۔ غزنوی فوج نے ان کا تعاقب کیا اور ایک چشمہ یا تالاب پر منزل کی۔ پانی کم تھا' غزنویوں میں اس کے لیے آپس ہی میں جنگ ہو گئی۔ اس وقت سلجوقی جو برابر ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ دفعتہً پہنچ گئے اور غزنوی فوج کو پسپا کر دیا۔ مسعود نے استقلال

دکھلایا، لیکن اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی تھی۔ اس لیے اسے بھی مجبور ہو کر غزنہ لوٹ جانا پڑا۔ اس معرکہ نے غزنوی اور سلجوقی کشمکش کا فیصلہ کر دیا اور خراسان پر مستقل سلجوقیوں کا قبضہ ہو گیا۔ (یہ سب واقعات ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں)

خراسان پر قبضہ کے بعد سلجوقی ملک گیری کے لیے مختلف ملکوں پر پھیل گئے اور چند دنوں میں بیغو نے ہرا ۃ داؤد نے بلخ اور طغرل بک نے جرجان طبرستان اور خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ طغرل بک کے ماں جائے بھائی ابراہیم نیال نے رے کو زیر نگیں کیا اور طغرل بک اہل قزوین بادشاہ دیلم، سالار طرم، علاء الدولہ دیلمی کے لڑکے فرامرز والی اصفہان اور دوسرے لڑکے گرتا تاشف نے والی ہمدان کو مطیع بنایا اور جا بجا اپنے عمال مقرر کیے۔ ۴۳۶ھ میں گرتاشف نے طغرل بک کے حاکم کو ہمدان سے نکال دیا۔ اس لیے ابراہیم نیال نے اس پر فوج کشی کر کے ہمدان دینور، کرمان شاہ وغیرہ پورے عراق عجم اور کردستان کو زیر نگیں کر لیا اور حلوان تک بڑھتا چلا گیا۔ یہاں سے عراق کی سرحد شروع ہو جاتی تھی۔ ابو کالیجار دیلمی کو اس کی خبر ہوئی تو وہ اس کے تدارک کے لیے خوزستان سے فارس پہنچا۔ اس میں سلجوقیوں کے روکنے کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے طغرل بک سے صلح کر لی۔ اس نے ابراہیم کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور دیلمی خاندان سے رشتہ قائم کرنے کے لیے ابو کالیجار کی لڑکی سے خود عقد کر لیا اور اپنی بھتیجی اس کے لڑکے ابو فلاستون کو بیاہ دی۔ اس کے ایک سال بعد ۴۴۰ھ میں ابو کالیجار والی کرمان کی بغاوت فرو کرنے کے لیے نکلا۔ راستہ میں بیمار پڑا اور جناب پہنچ کر انتقال کر گیا۔ عراق میں اس کی مدت حکومت چار سال سے کچھ اوپر تھی۔

الملک الرحیم: ابو کالیجار کے کئی لڑکے تھے۔ ایک لڑکا ابو منصور فلاستون۔ اس کی موت کے وقت جناب میں ساتھ تھا۔ دوسرا ابو نصر خرہ فیروز بغداد میں تھا۔ ابو کالیجار کی وفات کے بعد ابو نصر نے قائم سے بغداد کی تولیت اور عراق کی حکومت حاصل کر لی اور الملک الرحیم لقب اختیار کیا۔ دوسرے بھائی ابو منصور نے فارس جا کر شیراز پر قبضہ کر

لیا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد ملک الرحیم نے اپنے بھائی ابو سعد کو بھیج کر ابو منصور کو گرفتار کرا کے شیراز لے گیا، پھر کچھ دنوں کے بعد ابو منصور قید سے چھوٹ گیا۔ شیراز کی فوج اس کے ساتھ تھی۔ اس لیے پھر اس نے قبضہ کر لیا اور ابو کالیجار کے خاص علاقے اہواز پر بھی قابض ہو گیا اور کئی سال تک دونوں بھائیوں میں فارس اور خوزستان کے لیے جنگ ہوتی رہی۔ کبھی ایک بھائی قابض ہو جاتا، کبھی دوسرا۔ آخر میں ابو منصور نے شیراز پر مستقل قبضہ کر لیا اور اہواز الملک الرحیم کے پاس رہا۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ فرامرز بن علاء الدین والی اصفہان نے طغرل بک کی اطاعت قبول کر لی تھی، لیکن بار بار باغی ہو جاتا تھا۔ اس لیے ۴۴۳ھ میں طغرل بک نے فوج کشی کر کے اصفہان اور رے پر مستقل قبضہ کر لیا اور فرامرز کے گزارہ کے لیے جاگیر دے دی۔ اس طرح دیلمی خاندان کی ایک شاخ کا خاتمہ ہو گیا۔

خلافت بغداد سے سلجوقی حکومت کی تصدیق: اب سلجوقی حکومت کا رقبہ خراسان سے لے کر ایران و عراق تک پھیل چکا تھا، لیکن ابھی تک خلافت بغداد نے اس کی تصدیق نہیں کی تھی۔ ۴۴۳ھ میں طغرل بک نے قائم سے فرمان حکومت کی استدعا کی۔ قائم نے اس کو فرمان عطا کر دیا۔ اسی کے ساتھ خلعت اور رکن الدولہ کے لقب سے بھی نوازا اور طغرل کو بغداد آنے کی دعوت دی۔ طغرل بک نے اس کے جواب میں دس ہزار نقد، جواہرات کے قیمتی ہار، بیش قیمت ملبوسات قائم کی نذر کیے۔ دو ہزار امیر الامراء اور پانچ ہزار دوسرے ارکان دولت کے شکرانہ میں بھیجے۔ قائم نے سلجوقی سفارت کی پذیرائی کے لیے خاص دربار منعقد کیا۔ اس طرح خلافت بغداد کے ساتھ سلجوقیوں کے تعلقات کی بنیاد پڑی۔ (راحت الصدور ص ۱۰۵، و ابن خلدون ج ۳، ص ۴۵۵)

سلجوقی حکومت کی تعمیر و توسیع میں میکائیل کی تمام اولادیں شریک تھیں۔ اس لیے قیام حکومت اور خلافت بغداد کی تصدیق کے بعد طغرل بک نے اپنے بڑے

بھائی داؤد کے ذریعہ مفتوحہ ممالک کو اپنے تمام بھائیوں اور بھتیجوں میں تقسیم کرا دیا۔ خراسان کا بڑا حصہ داؤد نے خود لیا اور بست' ہرات اور سیستان بیغو کو ملے' طبس و کرمان داؤد کے لڑکے قاروت کے حصہ میں آیا اور عراق عجم طغرل بک کے حصہ میں پڑا۔ اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً بقدر حصہ رسدی تقسیم کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ بعد میں طغرل بک کے دوسرے بھائی ابراہیم نیال کو ہمدان' امیر یاقوتی بن جغری بک کو ابہر' زنگان اور نواح آذربائیجان اور قتلمش بن ارسلان کو گرگان اور دامغان ملے۔ (ملک کی تقسیم راوندی اور حمد اللہ مستوفی کے بیان سے ماخوذ ہے۔ دونوں میں جزوی اختلاف ہے۔ ہم نے ان کا قدر مشترک لکھا ہے)

۴۴۶ھ میں تبریز کے حاکم نے طغرل بک کی اطاعت قبول کر کے خراج ادا کیا اور اپنے ملک میں اس کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اس اطاعت کے بعد اس نواح کے تمام امراء نے طغرل بک کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا اور اس نے امنستان پر فوج کشی کر کے بلاد کرد کا محاصرہ کر لیا' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور طغرل بک ارض روم تک جا کر لوٹ آیا۔ واپسی میں قریش بن بدران والی موصل نے جو دیالمہ کے خلاف تھا طغرل بک کی اطاعت قبول کر کے اس کا خطبہ پڑھایا۔

بغداد میں جنگ اور بدامنی: ایک طرف سلجوقیوں کی یہ روز افزوں ترقی تھی۔ دوسری طرف دیالمہ کی حالت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ ان میں خانہ جنگی بپا تھی۔ وہ نہ صرف خلافت بغداد بلکہ اپنی اصل حکومت فارس کا نظام سنبھالنے سے بھی عاجز تھے۔ عین ان حالات میں ۴۴۱ھ میں بغداد کے شیعہ سنیوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ ملک الرحیم میں ان کے روکنے کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس کا سلسلہ وقتاً فوقتاً پانچ سال تک قائم رہا۔ فریقین کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ قتل و خونریزی اور آتش زنی سے بغداد کے محلے کے محلے ویران ہو گئے اور پانچ سال بغداد میں شورش و بدامنی قائم رہی۔ بڑی مشکلوں سے ۴۴۵ھ میں اس کا خاتمہ ہوا۔ (ابن اثیر میں اس کی بڑی

لمبی تفصیل ہے' ہم نے صرف خلاصہ اور نتیجہ لکھا ہے)

فوج کی بغاوت اور نظام حکومت کی برہمی: شیعہ سنی جنگ ختم ہوئی تھی کہ بغدادی فوج میں بغاوت پھیل گئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ **ملک** الرحیم کے وزیر نے فوج کی تنخواہ روک لی۔ اس سے وہ بگڑ گئی اور وزیر مذکور کو خوف سے روپوش ہونا پڑا۔ باغی فوجوں نے گھروں کی تلاشی کے سلسلہ میں لوٹ مار شروع کر دی اور بغداد میں پھر بدامنی پھیل گئی۔ قائم نے ہر چند روکنے کی کوشش کی لیکن باغی فوج باز نہ آئی اور قائم نے مجبور ہو کر بغداد چھوڑنے کا عزم کر لیا۔ اس وقت وزیر مذکور کو مجبور ہو کر فوج کا مطالبہ پورا کرنا پڑا' لیکن اب اس کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ مطالبہ پورا ہونے کے بعد بھی وہ شورش سے باز نہ آئی۔ بغداد کی بدنظمی دیکھ کر اطراف کے کردوں اور عربوں نے الگ لوٹ مار شروع کر دی۔ اہل بغداد اور قرب و جوار کے لوگ گھر بار چھوڑ کر نکل گئے اور بغداد کی حکومت کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ (ابن اثیر ج ۹' ص ۲۱۱)

بساسیری کا عروج اور اس کا رئیس الرئوسا کا اختلاف:

اسی زمانہ میں بغداد میں ایک اور واقعہ پیش آ گیا۔ جس نے ایک بڑے انقلاب کا سامان فراہم کر دیا۔ دیالمہ کے ایک ترکی غلام ارسلان المعروف بہ بساسیری نے **ملک** الرحیم کے زمانہ میں اتنا عروج و اقتدار حاصل کر لیا کہ دولت عباسیہ کا مختار کل بن گیا تھا۔ سارے امراء اس سے ڈرتے تھے۔ عراق و خوزستان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ دولت عباسیہ کے سارے سیر حاصل علاقے اس کے تصرف میں تھے۔ ان کو لوٹ کر دیہاتوں کو ویران کر دیا تھا' قائم اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام انجام نہ دے سکتا تھا۔ (تاریخ خطیب ج ۹' ص ۴۰۰) بساسیری مذہباً باطنی شیعہ تھا اور بغداد کا رئیس الرؤسا سنی تھا۔ اس لیے دونوں میں مخالفت تھی۔ بساسیری کو سلجوقیوں کا عروج جو سنی تھے' سخت گراں تھا اور رئیس الرؤسا ان کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا۔ بساسیری اور موصل کی حکومت میں بھی مخالفت تھی۔ خصوصاً جب سے قریش بن بدران نے

طغرل بک کی اطاعت قبول کر لی تھی۔اس وقت سے بساسیری اس کے سخت خلاف ہو گیا تھا۔اتفاق سے اسی زمانہ میں قریش بن بدران کے دو خاص آدمی ابوالقاسم اور ابوسعد خفیہ بغداد آئے۔بساسیری نے ان کو گرفتار کرنا چاہا' لیکن یہ دونوں نکل گئے۔بساسیری نے اس کا الزام رئیس الروسا کے سر رکھا کہ وہ دیالمہ کے دشمنوں سے سازباز رکھتا ہے اور سلجوقیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس غصہ میں قائم' رئیس الروسا اور تمام خدام شاہی کے وظائف بند کر دیے اور ابنار پر فوج کشی کر کے اس کو قریش کے قبضہ سے چھڑایا اور ابوالغنائم کو گرفتا کر کے سولی پر آویزاں کیا۔اس سے بساسیری کے تعلقات قائم اور رئیس الروسا دونوں سے اور زیادہ کشیدہ ہو گئے۔(ابن اثیر ج ۹' ص ۲۰۸' ۲۰۹) اس کے بعد ہی ۴۴۷ھ میں پھر بغداد میں شورش پھیل گئی۔حکومت قیام امن سے عاجز ہو چکی تھی۔اس لیے اس کی اجازت سے سنیوں کی ایک جماعت نے قیام امن کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض اپنے ذمہ لے لیا۔اتفاق سے بساسیری کا ایک عیسائی مصاحب اس کے لیے شراب کے چھ سوخم لیے جا رہا تھا۔وہ پکڑے گئے اور عمائد بغداد نے ان کو توڑ کر شراب بہا دی۔بساسیری کو معلوم ہوا تو اس پر سخت گراں گزرا۔اس کا الزام بھی اس نے رئیس الروسا کے سر رکھا۔رئیس الروسا نے ترکی فوج کو اس کے خلاف بھڑکا دیا۔اس نے بساسیری کو ہر طرح کے الزاموں کا نشانہ بنایا۔(ابن اثیر ج ۹'ص ۲۰۸'۲۰۹)

بساسیری اور قائم میں اختلاف اور بغداد میں علوی حکومت کے قیام کی کوشش: بساسیری نے اس کا بدلہ قائم سے لینا چاہا اور قصر خلافت کو لوٹنے اور قائم کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔(تاریخ خطیب ج ۹' ص ۴۰۰' و دول الاسلام ذہبی ج ۱'ص ۳۲۰) ترک اس سے برہم ہی تھے' انہوں نے قائم کی اجازت سے خود بساسیری کا گھر لوٹ لیا۔بساسیری شیعہ تھا' اس لیے دل سے فاطمیہ مصر کا طرفدار تھا' چنانچہ اس نے مستنصر علوی سے سازباز شروع کر دیا۔(دول

الاسلام ذہبی ج ا ص ۳۲۰)

قائم عرصہ سے دیالمہ کے استبداد سے عاجز تھا اور طغرل بک کو فرمان حکومت عطا کرتے وقت بغداد آنے کی دعوت دے چکا تھا۔ طغرل بک کو بھی بغداد میں دیالمہ کا اقتدار ناپسند تھا' لیکن اس وقت وہ اپنی مہموں میں مشغول تھا۔ اس لیے بغداد نہ جا سکا تھا۔ ان سے فراغت کے بعد ۴۴۷ھ میں وہ حج اور فاطمیہ مصر پر حملہ کے بہانے سے بغداد روانہ ہو گیا۔ یہاں اس کی آمد کی خبر سے بڑی بے چینی پیدا ہو گئی۔ **ملک** الرحیم اس وقت واسط میں تھا' اس کو خبر ملی تو وہ فوراً بغداد کے لیے روانہ ہو گیا۔ بساسیری بھی اس کے ساتھ تھا۔ راستہ میں **ملک** الرحیم کو قائم کا خط ملا کہ بساسیری نے میرے خلاف میرے دشمن مستنصر فاطمی سے خط و کتابت کی ہے اور میرے مقابلے میں بساسیری کے تعلقات کو ترجیح دی' تو گویا مجھ سے تعلق منقطع کر لیا اور اگر اس کو علیحدہ کر کے بغداد آؤ گے تو حکومت کا سارا نظام تمہارے ہاتھوں میں رہے گا۔ اس لیے **ملک** الرحیم نے بساسیری کو الگ کر دیا۔

طغرل بک کی آمد اور ترکوں کی جانب سے اس کی مخالفت: اس درمیان میں طغرل بک بغداد کے قریب پہنچ گیا اور قائم کے پاس اظہار اطاعت و خدمت گزاری کے لیے قاصد بھیجا اور بغدادی ترکوں کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر ملانے کی کوشش کی' گو ترک رئیس الرؤسا کے مقابلہ میں بساسیری کے خلاف تھے' لیکن بساسیری ان کا ہم قوم اور طغرل بک ایک غیر شخص تھا۔ اس لیے وہ طمع میں نہ آئے اور قائم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم نے بساسیری کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہو' لیکن وہ ہمارا محترم ہے اور امیر المومنین کا بنایا ہوا سردار ہے۔ امیر المومنین نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہمارے دشمن (طغرل بک) کو آنے نہ دیا جائے' لیکن وہ بغداد کے قریب پہنچ گیا ہے اور اس کے روکنے کی اب تک کوئی تدبیر نہیں کی گئی۔ اسی کے ساتھ بساسیری کو واپس بلانے کی درخواست کی۔

طغرل بک کا دورہ بغداد اور ملک الرحیم سے مصالحت:

اس دوران میں طغرل بک بغداد پہنچ گیا۔ ملک الرحیم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے قائم کو مختار بنا دیا کہ وہ جس طرح مناسب سمجھے اس کے اور طغرل کے درمیان مفاہمت و معاملت کرا دے۔ قائم نے رائے دی کہ وہ طغرل بک کی اطاعت اور اس کا خطبہ قبول کر لے۔ ملک الرحیم نے مان لیا۔ اس کے صلہ میں طغرل بک نے ملک الرحیم کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا اور رمضان ۴۴۷ھ میں بغداد میں طغرل بک کا خطبہ جاری ہو گیا۔

طغرل اس وقت تک بغداد کے باہر مقیم تھا۔ خطبہ جاری ہونے کے بعد اس نے قائم سے بغداد میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ اس نے اجازت دے دی۔ بغداد کے عمائد اور ارکان سلطنت نے طغرل بک کے قیام گاہ پر اس سے مل کر خلیفہ کی جانب سے ملک الرحیم کے ساتھ حسن سلوک کا دوبارہ عہد لیا اور آخر رمضان ۴۴۷ھ میں طغرل بک بغداد میں داخل ہو گیا۔

اہل بغداد اور سلجوقیوں میں جنگ اور ملک الرحیم کی گرفتاری:

اس کا داخلہ بہت پرامن ہوا۔ کسی قسم کا کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ سلجوقی فوجوں نے کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا' لیکن اس کے دوسرے دن چند سپاہیوں نے کسی کام سے ایک بغدادی کو پکڑا۔ وہ ان کی زبان نہ سمجھتا تھا۔ اس نے غلط فہمی میں شور مچا دیا۔ چند بغدادی اس کی حمایت میں سلجوقیوں پر حملہ آور ہو گئے۔ یہ دیکھ کر عوام سمجھے کہ طغرل بک اور ملک الرحیم میں جنگ چھڑ گئی۔ وہ سلجوقیوں پر حملہ آور ہو گئے۔ ایک جماعت طغرل بک پر حملہ کے لیے اس کی فرودگاہ کی طرف بڑھی۔ اہل کرخ اس ہنگامہ سے الگ رہے' بلکہ ان سے جہاں تک ہو سکا' سلجوقیوں کو بچایا۔ یہ حالت دیکھ کر ملک الرحیم الزام سے بچنے کے لیے اپنے امراء کو ساتھ لے کر قصر خلافت میں چلا گیا۔ اہل شہر کے ناگہانی حملے سے بہت سے سلجوقی مارے گئے' لیکن پھر انہوں

نے سنبھل کر پورا مقابلہ کیا۔ فریقین میں بڑا کشت وخون ہوا۔ سلجوقیوں نے بغداد کے کئی محلے لوٹ لیے اور شہر میں سخت بدامنی پھیل گئی۔ اس کے دوسرے دن طغرل بک نے قائم کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ ہنگامہ **ملک** الرحیم اور اس کی فوج کے اشارے سے ہوا ہے' اگر اس کا دامن پاک ہے تو اس کو میرے پاس آ کر اس کی صفائی دینی چاہیے' ورنہ اس کی ساری ذمہ داری اس کے سر ہے۔ طغرل بک کے اس پیام پر قائم نے **ملک** الرحیم کو اپنے قاصدوں کے ہمراہ طغرل کے پاس صفائی دینے کے لیے بھیجا اور خود بھی اس کی صفائی دی۔ جب یہ لوگ سلطانی قیام گاہ کے پاس پہنچے تو طغرل کی فوج نے ان کو لوٹ لیا اور طغرل نے **ملک** الرحیم اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے شیروان بھیج دیا۔ قائم کو **ملک** الرحیم کی گرفتاری سخت ناگوار ہوئی۔ اس نے طغرل کے پاس کہلا بھیجا کہ **ملک** الرحیم کو میں نے اپنی امان اور اپنی ذمہ داری پر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس کو رہا کر دو' ورنہ میں بغداد چھوڑ دوں گا۔ میں نے اس یقین واعتماد پر تم کو بغداد آنے کی دعوت دی تھی کہ تمہارے ذریعہ شرعی احکام کی عظمت ظاہر ہوگی اور محرمات کی حرمت بڑھے گی' لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا۔ قائم کا پیام سن کر طغرل بک نے کچھ آدمیوں کو رہا کر دیا' لیکن **ملک** الرحیم بدستور قید رہا۔ اس کے بعد **ملک** الرحیم کی فوج کی جاگیریں اور بغدادی ترکوں کا کل مال ومتاع ضبط کر لیا اور دارالمملکتہ کی عمارت تعمیر کر کے اس میں مقیم ہوا اور خلافت عباسیہ سے تعلقات استوار کرنے کے لیے ۴۴۸ھ میں قائم کے ساتھ اپنی بھتیجی خدیجہ بنت داؤد کا عقد کر دیا۔

بغداد سے طغرل کی واپسی: طغرل بک بغداد میں تیرہ مہینے مقیم رہا۔ اس مدت میں سلجوقی سپاہیوں نے اہل بغداد پر بڑی زیادتیاں کیں اور ان کے ہاتھوں ان کو بڑی تکلیفیں پہنچیں۔ قائم نے طغرل کے وزیر عمید الملک کندری سے اس کی شکایت کی۔ طغرل نے اپنی مجبوری ظاہر کر کے اظہار معذرت کیا اور فوجوں کو بغداد سے کوچ کا حکم دے دیا۔

عرب فرمانروائوں کی مخالفت اور اطاعت: بساسیری ملک الرحیم سے الگ ہونے کے بعد نورالدولہ بیس بن مزید والی حلہ کے پاس جو طغرل کے مخالفین میں تھا، حلہ چلا گیا۔ ۴۴۸ھ میں ان دونوں نے مل کر موصل پر حملہ کر کے قریش بن بدران کو شکست دی اور وہ زخمی ہو کر نورالدولہ کے پاس لایا گیا۔ اس نے اس کے سامنے مستنصر علوی کا بھیجا ہوا خلعت پیش کیا۔ شکست خوردہ قریش نے اسے قبول کیا اور موصل میں مستنصر کا خطبہ جاری کر دیا۔ بغداد سے روانگی کے وقت طغرل کو اس کی اطلاع ملی۔ اس لیے وہ بغداد سے سیدھا موصل روانہ ہو گیا۔ راستہ میں امیر ہزار سب کو اعراب موصل کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے ان کو شکست دے کر ان کی بڑی تعداد قتل و گرفتار کی اور طغرل نے ان سے پورا انتقام لیا۔

اعراب کی شکست کی خبر موصل پہنچی تو قریش اور نورالدولہ کی ہمت چھوٹ گئی۔ انہوں نے طغرل بک سے صفائی کر کے اطاعت قبول کر لی، لیکن بساسیری کا معاملہ اس نے قائم پر منحصر رکھا۔ اس لیے وہ موصل چھوڑ کر رحبہ چلا گیا اور طغرل نے نورالدولہ اور قریش کو ان کی حکومت کے بعض حصے واپس کر دیئے۔ اس کے بعد دیار بکر اور جزیرہ ابن عمر کی طرف بڑھا۔ یہاں کے حاکم ابن مروان نے ہدایا و تحائف پیش کر کے رضامند کر لیا۔ اس مہم میں طغرل کا چچیرا بھائی قتلمش ہمراہ تھا۔ اس نے اہل سنجار کی شکایت کی، اس لیے طغرل نے فوج کشی کر کے سنجار کو بزور شمشیر فتح کیا اور اس کے والی کو قتل کر دیا۔ طغرل بک کی بغداد واپسی اور خلافت بغداد کی جانب سے حکومت کے جلیل القدر منصب پر تقرر اور عزت

افزائی: ان مہمات سے فراغت کے بعد طغرل ۴۴۹ھ میں دوبارہ بغداد گیا۔ رئیس الرؤسا نے شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قائم کی جانب سے سلام کے بعد ایک مرصع جام اور خلعت پیش کیا۔ طغرل بک اس عزت افزائی کے شکرانہ میں زمین بوس ہوا۔ بغداد کی پہلی آمد میں قائم سے طغرل کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس مرتبہ اس

نے حضوری کی درخواست کی۔ قائم نے اجازت دی اور خاصہ کا گھوڑا اس کی سواری کے لیے بھیجا۔ طغرل اس پر سوار ہو کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا۔ قائم نے اس کے اعزاز میں خاص دربار منعقد کر کے باریابی کا شرف بخشا۔ قائم ایک بلند تخت پر تھا۔ دوش پر ردائے نبوی ﷺ اور ہاتھ میں عصائے خلافت تھا۔ چپ و راست ارکان دولت تھے۔ طغرل نے تخت شاہی کے سامنے زمین بوس ہو کر دست بوسی کی عزت حاصل کی۔ قائم نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اعزاز بخشا اور رئیس الرؤسا نے قائم کی جانب سے اعلان کیا کہ ''امیر المومنین تمہاری کوششوں کے شکر گزار' تمہارے کام کے مداح اور تمہاری قربت سے مسرور ہیں۔ وہ تم کو ممالک محروسہ کا والی بناتے ہیں اور اللہ کی مخلوق کی ذمہ داری تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ اس کو پورا کرنے میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیش نظر رکھو۔ اپنے اوپر اس کی نعمتوں کا احساس کرو اور عدل و انصاف کے قیام اور ظلم و جور کے انسداد اور رعایا کی اصلاح میں پوری کوشش کرو۔ اس جلیل القدر منصب کے شکرانے میں طغرل بک نے پھر زمین بوس ہو کر دست بوسی کی عزت حاصل کی اور خلیفہ کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے ملا۔ اس نے اس کو ''ملک المشرق والمغرب'' کے لقب سے ملقب اور فرمان حکومت عطا کیا۔ ان مراسم کے بعد طغرل بک اپنے قیام گاہ پر واپس کیا اور قائم کی خدمت میں پچاس ہزار اشرفیاں نقد' بیش قیمت ہدایا' پچیس ترکی سوار مع اسپ و ساز زرین اور قیمتی کپڑے نذر کیے۔ (ابن اثیر ج ۹' ص ۲۲۱)

ابراہیم نیال کی بغاوت اور اس کا قتل: طغرل کے قیام بغداد کے زمانہ میں اس کا بھائی ابراہیم نیال جسے وہ موصل کی نگرانی کے لیے چھوڑ آیا تھا' اس کے خلاف ہو گیا اور موصل چھوڑ کر ہمدان چلا گیا۔ بساسیری اور قریش بن بدران قریب ہی تھے۔ میدان خالی پا کر موصل پہنچ گئے۔ طغرل کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً بغداد روانہ ہو گیا۔ اس کی آمد کی خبر سن کر دونوں نے موصل چھوڑ دیا اور طغرل ابراہیم کے مقابلے

کے لیے ہمدان پہنچا' لیکن ابراہیم کی قوت زیادہ تھی' اس لیے طغرل رے چلا گیا اور اپنے بھتیجوں الپ ارسلان یاقوتی اور قاروت کو بلا کر ان کی مدد سے ابراہیم کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ ابراہیم کو کئی مرتبہ طغرل معاف کر چکا تھا' لیکن وہ مخالفت سے باز نہ آتا تھا' اس لیے طغرل نے اس کو قتل کرا دیا۔

بغداد پر بساسیری کا قبضہ اور قائم کی حدیثہ روانگی:

ابراہیم کے مقابلہ میں طغرل کی مشغولیت دیکھ کر قریش بن بدران اور بساسیری بغداد پہنچ گئے۔ یہاں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ اس لیے ذیقعد ۴۵۰ھ میں بساسیری نے بغداد پر قبضہ کر کے یہاں مستنصر علوی کا خطبہ جاری کر دیا۔ اتفاق سے بغداد میں اس وقت کوئی تجربہ کار افسر موجود نہ تھا۔ چند عمائد بغداد نے عوام کو ساتھ لے کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی' لیکن انہوں نے شکست کھائی اور بساسیری نے حریم خلافت کو لوٹ لیا اور باب نوبی تک گھس آیا۔ عمید عراق کو مجبور ہو کر قریش کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔ قائم نے یہ صورت دیکھی تو سیاہ لباس پہن کر قصر خلافت سے نکل آیا۔ اس وقت اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ اس لیے اسے مجبور ہو کر قریش سے جو اس وقت بساسیری کے ساتھ تھا' لیکن عرب تھا۔ اپنے اور اپنے تمام متعلقین و وابستگان دولت کے لیے پناہ لینی پڑی۔ بساسیری کو معلوم ہوا تو اس نے کہلا بھیجا کہ یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔ اس لیے قریش کو رئیس الرؤسا کو اس کے حوالہ کر دینا پڑا اور قائم کو اپنے چچیرے بھائی مہارش کی حفاظت میں دے دیا۔ یہ اپنے ساتھ عزت و حرمت کے ساتھ اس کو حدیثہ لے گیا اور خدمت گزاری کا پورا حق ادا کیا۔ بساسیری نے اہل بغداد میں اثر قائم کرنے کے لیے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک۔ قائم کی ضعیف والدہ کو ایک علیحدہ گھر دے دیا اور اس کی خدمت کے لیے دو کنیزیں مقرر کر کے وظیفہ جاری کر دیا' لیکن رئیس الرؤسا اور عمید العراق سے اس کو پرانی عداوت تھی۔ ان کو اس نے معاف نہیں کیا اور رئیس الرؤسا کی تشہیر کر کے سولی پر آویزاں کیا اور عمید عراق کو قتل کر

دیا۔ مستنصر علوی کی خوشنودی کے لیے ان کارروائیوں کی اطلاع مصر بھجوائی‘ لیکن وہاں سے کوئی حوصلہ افزا جواب نہیں ملا۔

بساسیری کا اخراج اور قائم کی واپسی: اس زمانہ میں طغرل ابراہیم نیال کے مقابلہ میں مشغول تھا‘ اس لیے بغداد کے معاملہ کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ اس سے فراغت کے بعد قریش بن بدران اور بساسیری کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ خلیفہ کو بحال کر دیں تو وہ بغداد میں صرف اپنے سکہ اور خطبہ پر قناعت کرے گا اور عراق ان کے لیے چھوڑ دے گا‘ لیکن بساسیری میں اس کو روکنے کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے ایک سال کے قیام کے بعد ذیقعدہ ۴۵۰ھ میں اس کو بغداد چھوڑنا پڑا۔ طغرل نے راستہ ہی سے قائم کو واپس لانے کے لیے ابن فورک کو قریش بن بدران کے پاس بھیجا تھا۔ قریش کی نیت میں فتور تھا۔ اس نے اپنے بھائی مہارش کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے سلجوقیوں سے بچنے کے لیے خلیفہ کو تمہاری امانت میں دے دیا تھا۔ اب وہ پھر آ گئے ہیں۔ اس لیے تم خلیفہ کو لے کر خشکی کے علاقہ کی طرف نکل جاؤ۔ جب وہ اس کو ہمارے ساتھ دیکھیں گے تو پھر عراق کا رخ نہ کریں گے اور ان سے ہم کو آزادی مل جائے گی‘ لیکن مہارش نے اس کی تعمیل نہیں کی اور قائم کو لے کر بغداد روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف طغرل آ رہا تھا نہروان میں دونوں ملے۔ طغرل نے قائم کے سامنے زمین بوس ہو کر اس کی سلامتی پر مبارک باد پیش کی اور ابراہیم کی بغاوت کی وجہ سے وقت پر بغداد نہ پہنچنے کی معذرت کی اور وعدہ کیا کہ بساسیری کو بہت جلد اس کے کیے کی سزا کو پہنچائے گا اور مستنصر علوی سے پورا بدلہ لے گا۔ اس وفاداری کے سلسلہ میں قائم نے اپنے دست خاص سے اس کی تلوار باندھی اور طغرل اس کی پیشوائی کے لیے اس کے ورود سے دو چار دن پہلے بغداد پہنچ گیا اور ذیقعدہ ۴۵۱ھ میں اپنے ہاتھوں سے قائم کی سواری کی لگام تھام کر قصر خلافت میں لے گیا۔ اس کی واپسی پر بغداد میں بڑا جشن ہوا۔ شعراء نے قصائد تہنیت پیش کیے۔

بساسیری کا قتل: بساسیری اس وقت تک عراق میں مقیم تھا۔ قائم کی واپسی کے بعد طغرل نے اس کے استیصال کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ بساسیری کا ساتھی نورالدولہ تو بطیحہ نکل گیا' لیکن بساسیری خود ٹھہرا رہا۔ اس دوران میں سلجوقی فوجیں پہنچ گئیں۔ اس وقت بساسیری نے نکل جانا چاہا' لیکن گھوڑے سے گر پڑا۔ سلجوقیوں نے پکڑ کر قتل کر دیا اور اس کا سر لے جا کر طغرل کے سامنے پیش کیا۔ اس نے بغداد میں سر کی تشہیر کرائی اور جسم کو سولی پر آویزاں کیا اور بغداد میں اس کا جس قدر مال و متاع تھا' سب ضبط کر لیا گیا۔ بساسیری کے قتل سے طغرل اور قائم دونوں کی راہ کا ایک بڑا کانٹا صاف ہو گیا۔

طغرل کی واپسی: بساسیری کی جانب سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد طغرل بغداد کا نظام درست کر کے واسط چلا گیا اور عراق کے امراء کو مختلف حصوں میں مامور کیا اور ۴۵۲ھ میں امیر ہزاسب' بیبن بن مزید' ابوعلی بن کالیجار وغیرہ کو لے کر بغداد واپس آئے۔ قائم نے ان کے اعزاز میں دعوت دی۔ طغرل نے بھی ان سب کو مدعو کیا اور انہیں خلعتیں تقسیم کیں اور امیر برسق کو بغداد کا شحنہ بنا کر ربیع الاول ۴۵۲ھ میں اپنے مستقر واپس کیا۔

قائم کی لڑکی سے طغرل کا نکاح اور اس کا انتقال: ۴۵۳ھ میں طغرل بک نے قائم کی لڑکی کے ساتھ شادی کی درخواست کی۔ یہ جرات آج تک ترک و دیالمہ' کسی نے بھی نہ کی تھی۔ قائم کو اس سے بڑی ناگواری ہوئی اور اس نے سختی کے ساتھ اس رشتہ سے انکار کر دیا اور معاملہ اتنا طول کھینچ گیا کہ قائم بغداد چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا' لیکن پھر آخر میں خیر خواہان دولت کے مشورہ سے چاروناچار منظور کرنا پڑا اور شعبان ۴۵۴ھ میں تبریز میں عمید الملک کی وکالت میں اس شرط پر کہ یہ رشتہ صرف شرف انتساب کے لیے ہے۔ میاں بیوی میں زن و شوہر کے تعلقات قائم نہ ہوں گے' نکاح ہو گیا اور دلہن بغداد ہی میں رہی۔ ۴۵۵ھ میں طغرل بیوی سے ملنے کے لیے

بغداد گیا۔عمید الملک نے اسے شرط یاد دلائی کہ میاں بیوی خلوت میں نہیں مل سکتے۔طغرل نے منظور کیا اور قصر خلافت میں دلہن ایک زرین تخت پر بیٹھی۔طغرل نے اس کے سامنے زمین بوسی پر اکتفا کیا اور بہت ساز و سامان اور بیش قیمت جواہرات جو دلہن کے لیے لایا تھا' پیش کیے اور اہل بغداد کی عام دعوت کی' جس کا سلسلہ کئی دن تک جاری رہا۔بغداد کے عمائد اور ارکین سلطنت کو خلعتیں تقسیم کیں۔ایک مہینہ قیام کے بعد ربیع الاول ۴۵۵ھ میں اپنے دارالسلطنت رے واپس چلا گیا۔واپسی کے چھ مہینے بعد رمضان ۴۵۵ھ میں انتقال کر گیا۔اس وقت ستر سال کی عمر تھی۔مدت حکومت ۲۶ سال اور خلافت بغداد کی تولیت کی مدت آٹھ سال تھی۔

اوصاف: طغرل کے حالات اور اوصاف جہانبانی خود اس کی زندگی کے واقعات سے ظاہر ہیں۔اس نے اپنی قوت بازو سے ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی اور مخالف طاقتوں کو مغلوب کر کے اس کو اس قدر مضبوط کر گیا کہ اس کے جانشینوں نے اس کی بنیاد پر سلجوقی حکومت کا عظیم الشان قصر تعمیر کیا۔خلافت بغداد کو دیالمہ کے پنجے سے آزاد کرایا۔اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے تمام مفتوحہ ملکوں کو اپنے بھائی بھتیجوں میں تقسیم کر دیا۔وہ ایک راسخ العقیدہ اور دیندار مسلمان اور پاکباز متقی فرمانروا تھا۔نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتا تھا۔تہجد بھی ناغہ نہ ہوتی تھی۔ہر جمعہ' دوشنبہ کو روزہ رکھتا تھا۔صدقات و خیرات کرتا' مسجدوں کے بنوانے سے شغف رکھتا تھا' کہا کرتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ کوئی عمارت بنواؤں جس کے پہلو میں مسجد نہ ہو۔(اختصار دولت آل سلجوقی عمادالدین اصفہانی ص ۲۶)

الپ ارسلان: طغرل خود لاولد تھا۔اپنے بھتیجے سلیمان بن داؤد کو اپنا جانشین بنا گیا تھا' چنانچہ اس کی وفات کے بعد رمضان ۴۵۵ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔قتلمش بن اسرائیل والی کونیہ نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور اس کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔بعض اور امراء نے بھی سلیمان کی مخالفت کی اور اس کے بجائے طغرل کے

دوسرے بھتیجے الپ ارسلان کا خطبہ جاری کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر طغرل کا وزیر عمید الملک کندری بھی الپ ارسلان کے ساتھ ہو گیا۔ قتلمش نے اس کی بادشاہت بھی تسلیم نہیں کی، لیکن الپ ارسلان نے اس کو مغلوب کر لیا۔ ایک روایت ہے کہ وہ جنگ میں مارا گیا۔ دوسری یہ کہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ قتلمش کے بعد الپ ارسلان کی جانشینی مسلم ہو گئی اور اس نے اپنے کاتب نظام الملک طوسی کو وزیر بنایا۔ عمید الملک کندری کا درخور بھی قائم رہا۔ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں تھیں۔ اس لیے اس میں اور نظام الملک میں اختلاف شروع ہو گیا۔ نظام الملک نے الپ ارسلان کو بھڑ کا کر عمید الملک کو قید کرا دیا اور چند دنوں کے بعد وہ قتل کر دیا گیا۔ قتل کے وقت اس نے الپ ارسلان کے پاس یہ پیغام کہلا بھیجا کہ حضور کے خانوادہ کی خدمت میرے لیے مبارک تھی۔ اس کے طفیل میں مجھے دونوں جہان کی نعمتیں ملیں۔ حضور کے چچا نے وزیر بنا کر دنیا کا حاکم بنایا اور حضور نے درجہ شہادت پر سرفراز کر کے دوسرے جہان میں امتیاز بخشا اور نظام الملک سے کہلا بھیجا کہ تم نے بادشاہ کو وزیر کشی کی تعلیم دے کر ایک بری رسم قائم کی ہے۔ عجب کیا ہے کہ ایک دن تم کو یا تمہاری اولاد کو بھی یہ دن دیکھنا پڑے۔ (راحتہ الصدور ص ۱۰۸، و تاریخ گزیدہ ص ۴۳۹)

۴۵۶ھ میں الپ ارسلان نے قائم کی لڑکی اور طغرل کی بیوی کو، جو رے میں تھی۔ بڑے تزک و احتشام سے بغداد واپس کیا اور قائم سے خطاب و خلعت کی درخواست کی۔ اس نے ''ضیاء الدین عضد الدولہ'' کا لقب اور خلعت عطا کیا اور قاصد بھیج کر الپ ارسلان سے اپنی بیعت کی۔ (ابن اثیر ج، ص ۱۱) خلافت بغداد کی تصدیق کے بعد الپ ارسلان نے توسیع حکومت کی جانب توجہ کی۔ وہ بڑا اولوالعزم، حوصلہ مند اور شجاع و بہادر تھا۔ فتح و نصرت اس کے ہم رکاب تھی۔ کسی مہم میں ناکام نہیں رہا، اپنے زمانہ میں اس نے ایران کی سلجوقی حکومت کو مشرق کا امپائر بنا دیا۔ اس کے کاموں کی تفصیل بہت طویل ہے، جو ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اس سلسلہ میں

الپ ارسلان کے دو کارنامے زیادہ اہم اور قابل ذکر ہیں۔ایک حکومت قسطنطنیہ کا انسداد اور دوسرے حرمین میں فاطمیوں کے بجائے عباسی خطبہ کا اجراء

گرجستان کی فتح: خلافت بغداد کے زوال کے بعد اس میں اور رومیوں میں معرکہ آرائی کا سلسلہ قریب قریب بند ہو چکا تھا۔اس کے متولی دیالمہ میں کوئی جوش وولولہ نہ تھا۔وہ ایران کی حکومت پر قانع تھے۔ان کے برعکس سلجوقیوں کے حوصلہ کے سامنے تنہا وسط ایشیا کا میدان کافی نہ تھا۔اس لیے وہ ابتداہی سے قسمت آزمائی کے لیے مختلف ملکوں میں پھیل گئے تھے اور قتلمش بن ارسلان نے ایشیائے کوچک کو اپنے حوصلہ کی آماج گاہ بنایا تھا اور اس کا بڑا حصہ فتح کر کے اپنی حکومت قائم کر لی' جو ڈھائی صدیوں تک قائم رہی۔خود طغرل بک کی سلطنت کے حدود آرمنستان تک پہنچ گئے۔جہاں سے قسطنطنیہ کی حکومت یا اس کے ماتحت حکمرانوں کے حدود شروع ہو جاتے تھے۔اس لیے دونوں میں تصادم ناگزیر تھا' چنانچہ ۴۵۶ھ میں الپ ارسلان نے اران اور گرجستان کے صوبوں پر فوج کشی کی اور اس کے لڑکے ملک شاہ اور وزیر نظام الملک نے رومیوں کے متعدد قلعے فتح کیے اور شہر مریم نشین کا محاصرہ کیا۔یہ عیسائیوں کا بڑا مقدس شہر تھا۔پوری عیسائی دنیا اس کی تعظیم کرتی تھی۔اس کے گرد سنگین شہر پناہ اور چاروں طرف نہر رواں تھی۔عیسائیوں نے مدافعت میں پوری قوت صرف کر دی' لیکن سلجوقی شہر پناہ تک پہنچ کر کمند کے ذریعہ فصیل پر چڑھ گئے۔اہل شہر نے جو مدافعت کرتے کرتے تھک چکے تھے' سپر ڈال دی اور شہر پر قبضہ ہو گیا۔(ابن اثیرج ۱۰ص ۱۳)

الپ ارسلان دوسری سمت مصروف پیکار تھا۔اس لیے مریم نشین کی فتح سے بڑی مسرت ہوئی اور وہ ملک شاہ اور نظام الملک کو واپس بلا کر سبید شہر کی طرف بڑھا اور اسے فتح کر کے اعال لال کے قلعہ کا رخ کیا۔یہ بڑا سنگین اور مستحکم شہر تھا۔اس کے مشرق ومغرب میں پہاڑ کی قدرتی دیوار اور متعدد مستحکم قلعے تھے۔دوسری سمت نہر حائل تھی۔الپ ارسلان نے اس پر پل تعمیر کر کے شہر پر حملہ کیا۔اہل شہر نے ہر چند

مدافعت کی، لیکن روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور سلجوقیوں نے انہیں شکست دے کر شہر پر قبضہ کرلیا۔

اعال لال کی تسخیر کے بعد شہر آنی کا رخ کیا اور راستہ کی عیسائی آبادیوں کو مطیع کرتے ہوئے آنی پہنچا۔ یہ اتنا بڑا شہر تھا کہ اس میں پانچ سو گرجے تھے۔ اس کے تین طرف دریائے اوس تھا اور چوتھی سمت نہر تھی۔ شہر تک پہنچنے کے لیے تھوڑا سا خشکی کا راستہ تھا۔ الپ ارسلان نے لکڑی کا برج بنا کر سنگباری اور تیر اندازی کے ذریعہ اہل شہر کو فصیل سے ہٹا دیا اور حملہ کر کے شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گیا۔ عین اس وقت اس کا ایک حصہ جو سنگ باری سے کمزور ہو چکا تھا، گر گیا اور سلجوقی اس کے راستے سے داخل ہو کر شہر پر قابض ہو گئے۔ گرجستان کے فرمانروا نے جب دیکھا کہ سلجوقیوں کا روکنا اس کے بس سے باہر ہے تو اس نے جزیہ دے کر صلح کر لی اور الپ ارسلان مفتوحہ علاقوں کی حفاظت کے لیے فوجی چھوڑ کر مرو واپس گیا۔ ان فتوحات سے اسلامی دنیا کو بڑی شادمانی و مسرت ہوئی۔ قائم نے خاص طور سے خوشنودی کا اظہار اور الپ ارسلان کے لیے دعا کی۔ (ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۳، ۱۴)

قیصر ارمانوس کی شکست اور گرفتاری: ان فتوحات کا تعلق اگرچہ براہ راست قسطنطنیہ کی حکومت سے نہ تھا لیکن یہ صوبے رومی حکومت کے ہم سرحد اور اس کے باجگزار تھے۔ اس لیے بالواسطہ رومی حکومت پر ان کا اثر پڑنا ناگزیر تھا۔ اس لیے قیصر ارمانوس دیوجانس ۴۶۳ھ میں سلجوقیوں کی یورش کو روکنے کے لیے، رومی، روسی، غزی، قفچاق، خزر اور آرمنی قوتوں کا تین لاکھ کا لشکر جرار لے کر اسلامی حدود کی طرف بڑھا۔ الپ ارسلان کو آذربائیجان میں اس کی اطلاع ملی۔ ارمانوس ملاذ کرد تک پہنچ چکا تھا۔ الپ ارسلان کے لیے تیاری کا موقع نہ تھا۔ اس لیے اس نے اپنی بیوی کو نظام الملک کے ہمراہ ہمدان بھیج دیا اور خود کل پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ارمانوس کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ خلاط کے قریب دونوں کے مقدمۃ الجیش کا

سامنا ہوا۔ گو رومی مقدمۃ الجیش کی تعداد پوری سلجوقی فوج سے بھی زیادہ تھی' لیکن اس کے باوجود سلجوقیوں نے اس کو شکست دے کر اس کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا اور ان کی مقدس صلیب کو چھین کر نشان فتح کے طور پر بغداد بھیجا۔ اس دوران میں اصل رومی لشکر نے خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے مسلمانوں کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس لیے تھوڑی مدافعت کے بعد انہوں نے شہر رومیوں کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے سارے اہل شہر کو قیدی بنا لیا۔ اس کے دوسرے دن سلجوقی فوج پہنچی۔ اس نے رومیوں کو ہٹا کر مسلمانوں کو ان سے چھڑایا۔ اس کے بعد الپ ارسلان پہنچا اور رومیوں کے قریب ہی خیمہ زن ہوا۔ پہلے اس نے مصالحت کی کوشش کی' لیکن ارمانوس نے جواب دیا کہ "صلح تمہارے پایہ تخت رے پہنچ کر ہو گی۔ اس جواب کے بعد جنگ ناگزیر ہو گئی' لیکن دونوں کی قوت میں کوئی تناسب نہ تھا۔ امام ابو نصر محمد بن عبد الملک حنفی نے جو الپ ارسلان کے ساتھ تھے۔ اس کا حوصلہ بڑھایا کہ تم اللہ کے دین کی حمایت میں لڑ رہے ہو۔ جس کی امداد اور غلبہ کا اس نے وعدہ کیا ہے۔ اس لیے اللہ تم کو ضرور کامیاب کرے گا اور دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد آغاز جنگ کا مشورہ دیا۔

الپ ارسلان نے دوسرے دن مجاہدین کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ اس وقت اس پر بے اختیار رقت طاری ہو گئی۔ اس کے ساتھ سارے نمازی رونے لگے' اور اسی حالت میں سب نے بارگاہ ایزدی میں فتح و نصرت کی دعا کی اور الپ ارسلان لباس بدل کر گھوڑے پر میدان جنگ پہنچا اور اس شدت کا معرکہ ہوا کہ میدان جنگ میں خون کا دریا بہنے لگا۔ ہر طرف کشتوں کے انبار لگ گئے۔ یہ معرکہ سلجوقیوں کی شجاعت کی حیرت انگیز مثال ہے۔ ان کی جانبازی نے کئی لاکھ رومیوں کو بڑی فاش شکست دی۔ قیصر ارمانوس گرفتار ہو کر الپ ارسلان کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس نے طنزاً پوچھا تم ہی نے میرے پیام صلح کو ٹھکرایا تھا۔ ارمانوس نے جواب دیا' جو تمہارے دل میں آئے فیصلہ کر دو' لیکن مجھے جھڑکو مت۔ الپ ارسلان نے پوچھا اگر تم مجھے گرفتار کر لیتے تو

میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ ارمانوس نے کہا بہت برا۔ الپ ارسلان نے کہا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کروں گا؟ ارمانوس نے کہا یا قتل کرو گے یا تشہیر کرو گے تیسری صورت یعنی فدیہ لے کر چھوڑنے کی امید نہیں۔ الپ ارسلان نے کہا میں یہی تیسری صورت اختیار کروں گا' چنانچہ کئی کروڑ فدیہ کے وعدہ پر اس کو رہا کر دیا اور یہ شرط قرار پائی کہ الپ ارسلان کو جس وقت فوجی مدد کی ضرورت پیش آیا کرے گی۔ ارمانوس مدد کرے گا اور اس کے یہاں جس قدر مسلمان قید ہیں' سب کو رہا کر دے گا۔ صلح کے بعد الپ ارسلان نے ارمانوس کو شاہی خیمہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ دس ہزار اشرفیاں زادراہ کے لیے دیں اور اس کی مشایعت کے لیے بطریقوں کی ایک جماعت کو جو جنگ میں قید ہوئے تھے' رہا کر کے سب کو خلعتیں دیں۔ ارمانوس اس شریفانہ سلوک سے اتنا متاثر ہوا کہ دوبارہ الپ ارسلان کے پاس جا کر اظہار اطاعت کیا اور دونوں میں دس سال کے لیے تحریری معاہدہ ہو گیا۔ سلطان نے خالص اپنی فوج حفاظت کے لیے ساتھ کی اور ایک فرسخ تک خود رخصت کرنے کے لیے گیا۔ اس دوران میں قسطنطنیہ میں انقلاب بپا ہو گیا' ارمانوس کی گرفتاری کے بعد میخائل نے قسطنطنیہ کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ راستہ میں ارمانوس کو اس کی اطلاع ملی۔ وہ اپنی شکست سے بہت متاثر تھا۔ اس خبر نے اس کا دل توڑ دیا اور اس نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی اور میخائل کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے رومی حکومت کی جانب سے الپ ارسلان سے جو معاہدہ کیا تھا۔ اس کے رد و قبول کا تم کو اختیار ہے۔ میخائل نے زر فدیہ کی ادائیگی کے علاوہ معاہدہ کے اور تمام شرائط قبول کر لیے۔ ارمانوس کو سب سے زیادہ اسی شرط کے ایفاء کا خیال تھا۔ اس نے اپنا کل اندوختہ جو اس کے پاس بچ رہا تھا اور جس کی تعداد دو لاکھ تھی اور نوے لاکھ کی قیمتی جواہرات اس معذرت کے ساتھ الپ ارسلان کے پاس بھجوائے کہ تاج و تخت سے محرومی کے بعد اس سے زیادہ رقم کی ادائیگی میرے امکان سے باہر ہے' الپ ارسلان نے اس کو قبول کیا۔ (یہ حالات زیادہ تر ابن اثیر ج ۱۰'

ص ۲۲‘۲۳‘اور دولت آل سلجوق ص ۳۷۷ تا ۴۹ سے ماخوذ ہیں)

حرمین میں عباسی خطبہ کا اجرا: مصر کے فاطمی خلفاء عباسیوں کے حریف مقابل تھے۔ دیالمہ نے ہم مذہبی کی بنا پر ان سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ ان کے لیے ان کا اثر و رسوخ بڑھتا گیا اور حرمین تک میں ان کا خطبہ جاری ہو گیا تھا۔ سلجوقی سنی تھے۔ جب انہوں نے دیالمہ کی جگہ لی تو فاطمیوں کی قوت توڑنے کی کوشش کی‘ چنانچہ طغرل بک نے مصر پر حملہ کا ارادہ کیا تھا‘ لیکن اس کا موقع نہ مل سکا۔ الپ ارسلان کے زمانہ میں اس کے قدرتی اسباب پیدا ہو گئے۔ اتفاق سے سلجوقیوں کے زمانہ میں فاطمیوں کا نظام بگڑ چکا تھا اور مصر میں سخت ابتری پھیل گئی تھی۔ مقریزی کا بیان ہے کہ عوام کے ساتھ مستنصر فاطمی کے اختلاط اور اس کی سفلہ پروری سے معاملات و مقدمات کی تعداد اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک ایک دن میں آٹھ سو استغاثوں کی نوبت آ جاتی تھی۔ اس لیے قدرتاً وزراء اور قضاۃ کے مصارف بہت بڑھ گئے تھے۔ عبید اللہ اور وزراء میں اختلاف کی وجہ سے وزراء کی قوت کمزور پڑ گئی تھی اور حکومت کا نظام بگڑ گیا تھا۔ صوبوں پر خودسر امراء کے قبضہ کی وجہ سے حکومت کے محاصل گھٹ گئے۔ امراء کی خودسری کے ساتھ حکومت کا مالی نظام ابتر ہو گیا تھا۔ (مقریزی ج ۲‘ ص ۱۷۲)

اس کے مقابلہ میں سلجوقیوں کی طاقت روز افزوں ترقی پذیر تھی۔ ان کے تسنن کی مدد سے ملک کا عام رجحان بھی ان کی طرف تھا۔ اس لیے خود بخود لوگ ان کی طرف مائل ہونے لگے‘ چنانچہ ۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم امیر مکہ نے فاطمیہ سے تعلق منقطع کر کے الپ ارسلان کی اطاعت قبول کر لی اور مکہ میں اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ الپ ارسلان نے اس کے صلہ میں خلعت اور تیس ہزار نقد نذرانہ بھیجا اور دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰‘ ص ۲۱)

والی حلب کی اطاعت: اسی زمانہ میں ناصر الدولہ حمدانی نے جو مستنصر علوی

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

ملک شاہ: الپ ارسلان اپنی زندگی ہی میں ملک شاہ کو ولی عہد بنا گیا تھا' چنانچہ اس کی وفات کے بعد ربیع الاول ۴۶۵ھ میں وہ مکمل تخت نشین ہوا۔ قائم نے بھی اس کی تصدیق کر دی اور بغداد اور سلجوقی حکومت کے تمام مقبوضات اور اس کے ماتحت ملکوں میں ملک شاہ کا خطبہ جاری ہو گیا۔ تخت نشینی کے بعد اس نے نظام الملک کو اتابک اور عماد الدولہ کا لقب عطا کیا۔ سلطنت کا مختار کل بنا دیا۔ اس نے بھی وفاداری کا پورا حق ادا کر دیا اور ملک شاہ کی ہر مشکل اور دشواری میں سینہ سپر رہا۔ ملک کی کامیابیاں بیشتر نظام الملک ہی کے حسن تدبیر کا نتیجہ تھیں۔

قاروت بک کی مخالفت اور اس کا قتل: الپ ارسلان اپنی وفات کے وقت اپنے لڑکے ایاز ارسلان کے لیے پانچ لاکھ نقد اور اپنے بھائی قاروت بک والی کرمان کے لیے فارس اور کرمان کی حکومت کی وصیت کرتا گیا تھا۔ ملک شاہ نے اپنے بھائی کی وصیت کی تعمیل فوراً کر دی۔ چچا کے متعلق بھی وصیت پوری کرنے کا ارادہ رکھتا تھا' لیکن وہ الپ ارسلان کی وفات کے بعد ملک شاہ کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ ملک شاہ نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا اور کرمان و فارس اس کے لڑکے کو دے کر باپ کی وصیت پوری کر دی۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲۶) ۴۶۶ھ میں ملک شاہ کی درخواست پر قائم نے اس کو حکومت کا فرمان اور لواء و خلعت عطا کیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲۷) الپ ارسلان کی وفات کے بعد خاقان تگین والی سمرقند نے ترمذ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ۴۶۶ھ میں ملک شاہ نے ترمذ پر فوج کشی کر کے اس کو خاقان تگین کے بھائی کے ہاتھوں سے چھڑایا اور اس کو خلعت عطا کی اور سمرقند پر فوج کشی کر کے خاقان تگین کو مطیع بنا دیا۔

ولایت عہد: قائم کے صرف ایک لڑکا محمد تھا' جو اس کی زندگی ہی میں مر گیا تھا۔ اس کی موت کے چھ مہینے کے بعد اس کی لونڈی ارجوں کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ نومولود قائم کی زندگی کا واحد سہارا تھا۔ اس لیے اس کی ولادت پر اس کی بڑی

مسرت ہوئی اور بڑے ناز ونعم سے اس کی پرورش کی اور اپنی زندگی میں اس کو ولی عہد بنا کر مقتدی بامر اللہ کا لقب عطا کیا۔

قائم کی وفات: شعبان ۴۶۷ھ میں قائم نے ۷۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔اس کی مدت حکومت ۴۴ سال آٹھ مہینے تھی۔

اوصاف: قائم اوصاف جہانبانی میں اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا۔اس نے بھی خلافت کے وقار کو قائم رکھنے کی کوشش کی۔ابن طقطقی کا بیان ہے کہ وہ فاضل اور صالح خلیفہ تھا۔اس نے عباسی خلافت کے وقار و قوت میں اضافہ کیا۔(الفخری ص ۲۶۰) سلجوقیوں کے ذریعہ خلافت دیالمہ کے پنجہ استبداد سے چھڑایا۔گو اس کے بعد خود سلجوقی اس پر حاوی ہو گئے' لیکن سنی تھے' اس لیے انہوں نے اس کے ظاہری احترام کو قائم رکھا۔ذاتی حیثیت سے وہ بڑا دیندار متقی اور زاہد تھا۔حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ وہ شب بیدار تھا۔رات بھر سجادۂ عبادت پر بسر کرتا تھا اور اکثر روزہ رکھتا تھا۔(دول الاسلام ج ۱' ص ۳۱۲)

علمی حیثیت سے بھی ممتاز تھا۔ادب اور خطاطی سے خاص دلچسپی تھی اور ان کا بڑا اچھا مذاق رکھتا تھا۔اسے دفتری تحریریں پسند نہ آتی تھیں۔ان میں اصلاح دیا کرتا تھا۔قیام عدل میں خاص اہتمام رکھتا تھا۔اہل حاجت کی برآری میں بڑا مستعد تھا' کوئی حاجت مند اس کے دربار سے مایوس واپس نہ ہوتا تھا۔(ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲۷) اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں۔

ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن قائم الملقب بہ مقتدی بامر اللہ

(۴۶۷ھ تا ۴۸۷ھ مطابق ۱۰۷۴ء تا ۱۰۹۴ء)

قائم کے بعد شعبان ۴۶۷ھ میں اس کا پوتا عبداللہ بن محمد الملقب بہ مقتدی بامر اللہ' جسے وہ اپنی زندگی میں ولی عہد بنا گیا تھا' تخت نشین ہوا۔اس وقت اس کا بیسواں سال تھا۔مقتدی کے زمانہ میں سلجوقیوں کو تاج و تخت حاصل کیے ہوئے تین پشتیں ہو چکی

تھیں۔اس لیے ان میں خلافت بغداد کے ساتھ عقیدت اور اس کی خدمت گزاری کا جذبہ ختم ہو گیا اور ملک شاہ نے مقتدی کو اپنا محکوم و تابع فرمان بنانے کی کوشش کی' لیکن مقتدی حوصلہ و ہمت کا خلیفہ تھا۔اس نے اس کے استبداد کو قبول نہ کیا اور بڑی حد تک خلافت کے وقار کو قائم رکھنے کی کوشش کی' گو وہ پوری طرح اس میں کامیاب نہ ہو سکا' تاہم بڑی حد تک اپنا وقار قائم رکھا۔

اشاعرہ اور حنابلہ کی جنگ: ۴۶۸ھ میں ذات باری کی تنزیہ و تجسیم کے مسئلہ میں بغداد کے حنابلہ اور اشاعرہ کے درمیان سخت فساد ہو گیا۔اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ امام ابونصر شافعی نے مدرسہ نظامیہ میں وعظ کہا اور اشاعرہ کی حمایت میں حنابلہ کے عقائد پر کچھ طعن و طنز کیا۔(ذات باری تعالیٰ کی تنزیہ اہلسنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی تعبیر کے سلسلہ میں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ جن اعضا کا ذکر آیا ہے حنابلہ بغیر کسی تاویل کے اس کو مانتے ہیں جس سے تجسم کا شائبہ پیدا ہوتا ہے) اس پر وہ بگڑ گئے اور مدرسہ نظامیہ کے بازار پر حملہ کر کے اپنے بعض مخالفین کو قتل کر دیا۔(تاریخ آل سلجوق ص ۵۰) اس پر دونوں میں فساد ہو گیا اور فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے۔(ابن خلکان ج ۲' ص ۳۰۰) اس وقت تو یہ ہنگامہ فرو ہو گیا' لیکن اس کے دو سال بعد پھر تصادم ہوا۔نظام الملک نے اس ہنگامہ کا بانی مقتدی کے وزیر فخر الدولہ کو قرار دیا اور مقتدی سے اس کی معزولی کا مطالبہ کیا۔(ابن اثیر جلد ۱۰' ص ۳۸) اس کو اس کے ماننے میں تامل ہوا' لیکن فخر الدولہ حالات کی نزاکت کا اندازہ کر کے خود مستعفی ہو گیا اور اس کے لڑکے عمید الملک نے نظام الملک کو رضامند کر کے باپ کی جگہ حاصل کر لی۔(ابن اثیر ج ۱۰' ص ۳۸' و تاریخ آل سلجوق ص ۵۰)

ابونصر بڑے جلیل القدر عالم تھے۔ان سے نظام الملک نے کوئی تعرض نہیں کیا اور انہیں عزت و احترام کے ساتھ نیشاپور بھیج دیا۔جہاں آخر وقت تک وہ درس و افتاء

میں مشغول رہے۔ (ابن خلکان ج ۲،ص ۳۰۰) مقتدی کے زمانہ میں بھی اس کے اور ملک شاہ کے اختلافی معاملات کے سوا خلافت بغداد کے اور کوئی قابل ذکر واقعات نہیں ہیں۔اس کی تفصیل آخر میں آئے گی، البتہ خود ملک شاہ نے بڑے کارنامے انجام دیئے اور سلجوقی حکومت کا رقبہ شام سے لے کر چین کی سرحد تک وسیع کر دیا۔اس کا اجمالی حال یہ ہے۔

دمشق پر سلجوقیوں کا قبضہ: اوپر الپ ارسلان کے دور میں معلوم ہو چکا ہے کہ اس کے ترکی افسر آتسز نے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔دمشق کے لینے کی بھی کوشش کی تھی، لیکن کامیاب نہ ہوا تھا۔۴۶۸ھ میں دمشق میں سخت قحط پڑا۔ہزاروں آدمی لقمہ اجل ہو گئے۔اس کے علاوہ یہاں کی پولیس اور مصمودی قبائل میں جنگ ہو گئی۔اس نے دمشق کی حالت اور زیادہ ابتر کر دی۔امیر آتسز نے موقع پا کر حملہ کر دیا۔اہل دمشق میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔انہوں نے شہر حوالہ کر دیا اور ذیقعد ۴۶۸ھ میں دمشق فاطمیوں کی قیادت سے نکل کر سلجوقیوں کے قبضہ میں آ گیا اور یہاں مقتدی کا خطبہ جاری ہو گیا۔(تاریخ ذیل دمشق ابن القلانسی ص ۱۰۸، ۱۰۹) اور آتسز نے شام میں شیعی اذان ختم کر کے سنی اذان جاری کر دی۔سلجوقیوں کا اصل مقصد فاطمی حکومت کا استیصال تھا۔اتفاق سے اسی زمانہ میں فاطمیوں کا ایک ممتاز فوجی افسر ابن ایلدکوز اس کے خلاف ہو گیا اور شام جا کر آتسز کی خدمت میں ہدایا پیش کر کے اس کو مصر پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کر لیا۔دولت فاطمیہ کا مختار کل بدر اجمالی تیس ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلے میں آیا۔آتسز کے پاس کل پانچ ہزار سپاہ تھی۔اپنے بھائی مامون کے اصرار سے اس نے اتنی ہی فوج سے مقابلہ کیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آتسز نے شکست کھائی اور مامون جنگ میں مارا گیا۔(تاریخ مصر ابن میسر ص ۲۵) دوسری طرف آتسز کی عدم موجودگی میں شام میں بغاوت ہو گئی۔صرف دمشق کے باشندے اس سے الگ رہے۔بیت المقدس میں بغاوت زیادہ سخت تھی۔اس لیے آتسز واپسی کے بعد دمشق

ہوتا ہوا قدس گیا اور یہاں کے باشندوں کو بے دریغ قتل کیا۔ صرف ان لوگوں کو چھوڑا جنہوں نے صخرہ میں پناہ لی تھی۔

شام میں سلجوقی حکومت کا قیام: بدر الجمالی کو اس بغاوت کا حال معلوم ہوا تو اس نے نصر الدولہ کو فوجیں دے کر شام روانہ کیا۔ اس نے دمشق میں اتسز کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں ملک شاہ کا بھائی تتش ارسلان جس کو ملک شاہ نے شاہی مقبوضات کا حاکم بنا کر بھیجا تھا' پہنچ گیا۔ نصر الدولہ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی۔ اس لیے محاصرہ اٹھا کر چلا گیا اور اتسز نے دمشق تتش ارسلان کے حوالے کر دیا۔ اتسز کا رویہ سلجوقی حکومت کے ساتھ مشتبہ تھا۔ اس لیے تتش نے اس کو قتل کرا دیا اور چند دنوں میں فلسطین وغیرہ پر قبضہ کر کے شام میں مستقل حکومت قائم کر لی جو دولت بوریہ شام کے نام سے موسوم تھی۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۳۸) ملک شاہ کے زمانہ میں شام اور اس کے آس پاس حلب' دیار بکر اور موصل میں عرب حکومتیں قائم تھیں اور علی الترتیب سابق بن محمود' منصور بن نصر مروانی اور شرف الدولہ ابن مسلم ان کے حکمران تھے۔ یہ تینوں سلجوقیوں کی جانب سے مطمئن نہ تھے اور بعضوں سے ان کا تصادم بھی ہو چکا تھا۔ اس لیے ملک شاہ کے مقابلہ کے لیے تینوں متحد ہو گئے۔

حلب شام ہی کا حصہ تھا اور الپ ارسلان کے زمانہ میں یہاں کا فرمانروا محمود بن صالح مرداسی الپ ارسلان کی اطاعت قبول کر چکا تھا' لیکن اس کا لڑکا سابق پھر فاطمیہ سے مل گیا تھا۔ تتش ارسلان برابر حلب پر قبضہ کرنے کی کوشش میں لگا رہا' لیکن شرف الدولہ والی موصل کی مزاحمت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا' مگر خود سابق میں کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس لیے حلب کے ایک امیر ابن الحتیتی نے حلب کی حکومت حاصل کر لی اور چند دنوں کے بعد ۴۷۳ھ میں شرف الدولہ کے حوالہ کر دی۔ سابق نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی اور حلب کی مرداسی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ حلب پر قبضہ کے بعد شرف الدولہ کو پورے شام کی طمع دامن گیر ہوئی' اس نے حکومت مصر کی مدد کے اعتماد پر

دمشق پر حملہ کر دیا، لیکن وہاں سے کوئی مدد نہ ملی اور شرف الدولہ شکست کھا کر موصل لوٹ گیا۔

۴۷۶ھ میں ملک شاہ نے فخر الدولہ کو دیار بکر کی مہم پر مامور کیا۔ اس کے فرمانروا منصور ابن نصر اور شرف الدولہ نے مل کر اس کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ ملک شاہ نے اہل موصل کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر وہ اس کی اطاعت قبول کر لیں تو فبہا ورنہ بزور شمشیر موصل پر قبضہ کیا جائے گا۔ شرف الدولہ نے بعد خود ان میں مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے شہر حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد خود ملک شاہ نے موصل پر شرف الدولہ کو جو رحبہ میں مقیم تھا، اطمینان دلا کر بھیجا اور اس سے اپنی اطاعت قبول کرا کے موصل کی حکومت پر بحال کر دیا۔ اس طرح یہ حکومت سلجوقیوں کے زیر اثر آ گئی۔ ۴۷۸ھ میں سلیمان بن قتلمش سلجوقی والی قونیہ نے ایک اختلاف کی بنا پر شرف الدولہ پر فوج کشی کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ابراہیم اس کا جانشین ہوا۔

حلب پر شرف الدولہ کی جانب سے ابن الحُتیتی حکمران تھا۔ شرف الدولہ کو قتل کرنے کے بعد سلیمان نے اس پر فوج کشی کر دی۔ ابن الحُتیتی نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ حلب کی حکومت کا فیصلہ ملک شاہ پر منحصر کر دیا جائے اور دوسری طرف خفیہ تتش ارسلان سلجوقی فرمانروائے شام کو حلب حوالہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس دعوت پر اس نے ۴۷۹ھ میں حلب پر فوج کشی کی۔ سلیمان کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر روکنے کی کوشش کی، لیکن شکست کھا کر خودکشی کر لی اور تتش ارسلان نے ابن الحُتیتی سے حلب حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے اسے بھی ملک شاہ سے استصواب کے بہانہ سے ٹالنا چاہا، لیکن تتش نے حلب پر بزور قبضہ کر لیا۔ ابن الحُتیتی کا بھائی قلعہ بند ہو گیا اور تتش کو اس کا محاصرہ کرنا پڑا۔ اسی دوران میں ملک شاہ جسے ابن الحُتیتی نے بلا بھیجا تھا۔ جمادی الثانی ۴۷۹ھ میں حلب پہنچ گیا۔ اسے دیکھ کر تتش محاصرہ اٹھا کر دمشق لوٹ گیا اور ابن

انطستی نے حلب' ملک شاہ کے حوالہ کر دیا۔ اس سفر میں اس نے خراسان اور رہا وغیرہ پر بھی قبضہ کیا اور نصر بن علی والی شیراز کو مطیع بنایا اور قسیم الدولہ کو حلب میں چھوڑ کر اصفہان واپس گیا۔ (یہ حالات تاریخ مصر ابن میسر و تاریخ ذیل دمشق ابن القلانسی اور ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں)

ترکستان پر قبضہ: مشرق میں اس کی فتوحات کا دائرہ چین تک پہنچ گیا تھا۔ یاد ہوگا کہ الپ ارسلان نے ترکستان پر فوج کشی کی تھی اور اسی سفر میں ایک قلعہ دار کے ہاتھوں زخمی ہو کر انتقال کر گیا تھا۔ ترکستان پر ملک شاہ کے قبضہ کے قدرتی اسباب پیدا ہو گئے۔ اس لیے اس کے زمانہ میں احمد خان بن خضر خان ترکستان کے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا ظالم و جابر تھا۔ اس کی رعایا نے اس کے مظالم سے نجات حاصل کرنے کے لیے ملک شاہ کو حملے کی دعوت دی۔ اس دعوت پر اس نے ۴۸۲ھ میں فوج کشی کر کے بخارا و سمرقند کو فتح کر لیا۔ احمد خان کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ملک شاہ نے چند دنوں عزت و احترام کے ساتھ اپنا مہمان رکھ کر اصفہان بھجوا دیا۔ عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ اس کو رہا کر کے اس کا ملک اس کو واپس کر دیا۔ ترکستان پر قبضہ کے بعد چین کا رخ کیا اور ریوزکند جا کر خاقان چین کو اطاعت کا پیغام بھیجا اور سکہ و خطبہ میں اپنا نام داخل کرنے کا مطالبہ کیا۔ خاقان میں اس کے رد کرنے کی جرات نہ تھی۔ اس نے خود حاضر ہو کر اظہار اطاعت کیا اور بہت سے ہدایا و تحائف پیش کیے۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۵۸' و دولت آل سلجوق ص ۵۳) اس سلسلے میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ترکستان پر فوج کشی کی تیاری کے زمانہ میں روم کے سفرا خراج لے کر ملک شاہ کے پاس خراسان آئے ہوئے تھے۔ ملک شاہ انہیں بھی اپنے ساتھ ترکستان لیتا گیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ آنے والے مورخ لکھیں کہ روم کے شہنشاہ نے کاشغر کے پھاٹک پر مجھے خراج پہنچایا' چنانچہ آج نو صدیوں کے بعد ایک مورخ اس واقعہ کو قلمبند کر رہا ہے۔ ان فتوحات کے علاوہ ملک شاہ نے اور بھی بہت سی فتوحات حاصل کیں اور قرب و جوار کے

تمام امراء اور فرمانرواؤں کو مطیع بنایا۔ جن کی تفصیل ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ فتح و ظفر اس کے ہم رکاب تھی۔ سلطان الغرب مسلم بن قریش نے اس کے گھوڑے کے سم کو بوسہ دیا۔ روم، غزنہ اور ماوراالنہر کے فرمانروا اس کے ظل عاطفت میں تھے۔ آس پاس کے تمام حکمران اس کا احترام کرتے تھے۔ اس کے عطا کردہ خلعت کو اپنے لیے فخر و اعزاز کا باعث سمجھتے تھے۔ (دولت آل سلجوق ص ۵۴)

مقتدی اور ملک شاہ کے تعلقات: مقتدی کے زمانہ میں خلافت بغداد کے ساتھ سلجوقیوں کی خدمت گزاری کا دور ختم ہو گیا تھا اور دیالمہ کی طرح ان کی حیثیت بھی حاکمانہ ہو گئی تھی۔ خلافت کا سارا نظام ملک شاہ کے ہاتھوں میں تھا۔ مقتدی کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا' لیکن ملک شاہ اپنے پایہ تخت میں رہتا تھا اور اپنی گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے بذات خود اس کو خلافت بغداد کے نظام کی نگرانی کی فرصت نہ تھی۔ اس کی جانب سے اس کا ایک نائب بغداد میں رہتا تھا' جو عمید العراق کہلاتا تھا۔ وہی خلافت کے جملہ انتظام و انصرام کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ مقتدی کے زمانے میں ابو الفتح بن ابی اللیث لیثی اس عہدہ پر تھا' جو بڑا بدخلق تھا۔ اس لیے مقتدی کے تعلقات اس سے ہمیشہ کشیدہ رہے۔ اس کا اثر ملک شاہ اور مقتدی کے تعلقات پر بھی پڑا اور دونوں میں ناخوشگواری پیدا ہو گئی۔ مقتدی نے تعلقات کو سلجھانے اور ان کو استوار کرنے کے لیے ۴۷۴ھ میں ملک شاہ کی لڑکی کے ساتھ اپنی شادی کا پیغام بھیجا۔ لڑکی کی ماں ترکان خاتون نے اس شرط پر کہ اس لڑکی کے علاوہ اور کسی حرم یا کنیز سے تعلقات نہیں رکھے گا' پچاس ہزار مہر معجل پر رشتہ منظور کیا اور ۴۷۴ھ میں دونوں کا عقد ہو گیا' لیکن رخصتی چھ سال بعد ۴۸۰ھ میں عمل میں آئی۔ مگر اس رشتہ کے بعد بھی عمید العراق کی روش میں کوئی فرق نہ آیا اور مقتدی کی شکایتیں بدستور قائم رہیں۔ ۴۷۵ھ میں مقتدی نے شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی کو اس زمانہ کے بڑے جلیل القدر عالم اور شیخ وقت تھے۔ ملک شاہ اور نظام الملک کے پاس اپنی شکایتیں پیش کرنے بھیجا۔ شیخ اس پایہ کے

بزرگ تھے کہ بغداد سے لے کر خراسان تک جن جن مقامات سے گزرے ان کی پابوسی کے لیے مخلوق ٹوٹ پڑتی تھی۔ بڑے بڑے علما اور صوفیاء اپنی مسندوں اور حجروں کو چھوڑ کر زیارت کے لیے نکل آتے تھے۔ شیخ اسی شان سے بغداد سے خراسان پہنچے اور ملک شاہ اور نظام الملک سے مل کر ان کے سامنے عمید العراق کی شکایات بیان کیں۔ شیخ کی گفتگو کے بعد ان دونوں کے لیے کسی عذر کی گنجائش نہ تھی' چنانچہ ان کے تمام مطالبات منظور کیے اور مقتدی اور اس کے وابستگان دولت کے معاملات میں عمید العراق کا کوئی اختیار باقی نہ رہا اور ان کو اس کی زیادتیوں سے نجات مل گئی۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۴۳' وطبقات الشافعیہ ج ۳' ص ۹۱' ۹۲ میں اس کی پوری تفصیل ہے) ملک شاہ کو مہمات میں مشغولیت کی بنا پر اب تک بارگاہ خلافت میں حاضری کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ ۴۷۹ھ میں اس نے پہلی مرتبہ بغداد کا سفر کیا اور مقتدی کے حضور میں بیش قیمت ہدایا وتحائف پیش کیے۔ اس نے باریابی کے بعد شرف اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ نظام الملک نے ملک شاہ کے ہمراہ سلجوقی امراء کو مقتدی کے حضور پیش کر کے ان کا تعارف کرایا۔ ان مراسم کے بعد مقتدی نے ملک شاہ کو ملک اور رعایا کی ذمہ داری کا ذمہ دار بنایا اور اسے عدل و انصاف کی نصیحت کی۔ ملک شاہ نے اس کی شکر گزاری میں دست بوسی کی درخواست کی' جو منظور نہ ہوئی اور ملک شاہ کو صرف خاتم خلافت کے بوسہ پر اکتفا کرنی پڑی۔ نظام الملک کو بھی خلعت عطا ہوا۔ (ابن اثیر جلد ۱۰' ص ۵۳ ۷)

ملک شاہ کے قیام بغداد کے دوران ۴۸۰ھ میں اس کی لڑکی پہلی مرتبہ رخصت ہو کر بغداد آئی۔ اس کی بارات کا جلوس شکوہ و تجمل کا تھا کہ اہل بغداد نے اس سے پہلے کبھی ایسا منظر نہ دیکھا تھا۔ ۱۳۰۰ اونٹوں اور ۷۴ خچروں پر جہیز کا طلائی ونقرئی سامان بار تھا۔ اونٹوں اور خچروں کی جھولیں دیبائے رومی کی اور ان کی گھنٹیاں سونے اور چاندی کی تھیں۔ خاص چاندی کے بارہ صندوق جن میں دلہن کے زیورات' جواہرات اور ملبوسات تھے' خچروں کے آگے ۳۳ طلائی ساز کے اعلیٰ النسل کے گھوڑے تھے۔ ایک

خاص سونے کا گہوارہ تھا۔ تمام سلجوقی امراء جلوس کے ہم رکاب تھے۔ سب کے علیحدہ علیحدہ شمع و مشعل بردار تھے۔ اسی شان کا جلوس امراء کی بیویوں کا تھا۔ سب سے آخر میں دلہن کی سواری تھی۔ اس کے محفہ پر سونے اور جواہرات سے مرصع پردہ آویزاں تھا۔ اس کے گرد دو سو حسین کنیزوں کا گلرنگ دستہ تھا۔ یہ جلوس نہر معلی پر پہنچا تو یہاں کے باشندوں نے اشرفیاں اور کپڑے نچھاور کیے۔ مقتدی نے وزیر دولت ابوشجاع کو تین سو سواروں کے ساتھ دلہن کے استقبال کے لیے بھیجا اور اس کے لیے نادرالوجود تحفہ بھیجا۔ اس شان سے یہ جلوس قصر خلافت تک آیا۔ اس شب کو بغداد کے گلی کوچوں میں اتنی روشنی تھی کہ پورا شہر بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ (ابن اثیر جلد ۱۰، ص ۵۵ ۷) مقتدی نے یہ رشتہ ملک شاہ سے تعلقات کی خوشگواری کے لیے قائم کیا تھا' لیکن اس کا نتیجہ الٹا نکلا اور یہ شادی وبال جان بن گئی۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ملک شاہ کی لڑکی کے ساتھ جو ترکی خدام آئے تھے' ان میں سے ایک خادم نے ایک میوہ فروش سے میوہ خریدا' اس کی قیمت ادا کرنے میں پس و پیش کیا۔ میوہ فروش نے اسے گالی دی۔ خادم نے اسے مارا۔ اس کی اس زیادتی پر عوام میوہ فروش کی حمایت پر آمادہ ہو گئے اور مقتدی سے اس کی شکایت کی۔ اس نے تمام ترکی خدام کو ذلت کے ساتھ نکلوا دیا۔ اس کی نازک مزاج بیوی کو یہ بہت ناگوار ہوا۔

دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ مقتدی کی ساس نے اس شرط پر شادی کی تھی کہ مقتدی اس کی لڑکی کے علاوہ کسی دوسری بیوی یا باندی سے تعلق نہ رکھے گا۔ مقتدی یہ شرط پوری نہ کر سکا۔ اس سے میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو گئے۔ ملک شاہ کی لڑکی نے باپ کو شکایت لکھ دی کہ مقتدی اس کی جانب التفات نہیں کرتا۔ اس شکایت پر ملک شاہ برہم ہو گیا اور مقتدی کو لکھ کر فوراً لڑکی کو بغداد سے واپس بلا لیا۔ باپ کے گھر آنے کے بعد چند ہی دنوں بعد وہ مر گئی اور اپنی یادگار ایک لڑکا جعفر چھوڑ گئی' جو آگے چل کر باپ کے لیے مصیبت کا سامان بنا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ۴۸۴ھ میں ملک شاہ نے

بغداد کا دوسرا سفر طے کیا۔ اس سفر میں اس نے بغداد میں ''جامع سلطانی'' کی تعمیر کا حکم دیا اور نظام الملک و تاج الدولہ' تتش ارسلان وغیرہ سلجوقی امراء نے بغداد میں اپنے اپنے مکانات بنوائے' لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان میں سے کسی کو ان گھروں میں رہنے کا موقع نہ ملا اور چند دنوں میں سب یکے بعد دیگرے ختم ہو گئے۔

نظام الملک کی معزولی: ۴۹۵ھ میں نظام الملک کی معزولی کا واقعہ پیش آیا۔ یہ افسوس ناک واقعہ بھی برآمکہ کے زوال کے اسباب کی طرح حکومت پر نظام الملک کے بے جا تسلط و استیلاء اس کی خود رائی و خودسری اور اس کے لواحقین کی بے عنوانیوں کا نتیجہ تھا۔ ملک شاہ نے نظام الملک کو سلطنت کا مختار کل بنا دیا۔ وہ خود تو زیادہ تر سیر و شکار میں مشغول رہتا تھا اور حکومت کا سارا نظام' نظام الملک کے ہاتھوں میں تھا۔ اس لیے نظام الملک اپنے تدبر و ہوشمندی اور حکومت کی خیر خواہی کے باوجود جادۂ اعتدال پر قائم نہ رہ سکا اور اس میں استبداد اور جاہ پسندی پیدا ہو گئی۔ حکومت کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر اپنے اعزہ اور لواحقین کو بھر دیا' جو نظام الملک کے بل پر بڑی بے عنوانیاں کرتے' کسی کو ان کے مقابلہ میں بولنے کی مجال نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلجوقی امراء جن کی حق تلفی ہوتی تھی یا نظام الملک کے جاہ و اقتدار کو پسند نہ کرتے تھے۔ اس کے خلاف ہو گئے اور چونکہ تمام شعبوں میں نظام الملک کے لواحقین بھرے ہوئے تھے۔ اس لیے ان کو گرفت کا موقع مل گیا اور انہوں نے اس کے خلاف ملک شاہ کے کان بھرنا شروع کر دیئے۔ چنانچہ سب سے اول ۴۷۶ھ میں سید الروسا ابوالمحاسن بن کمال الملک نے جو ایک جلیل القدر سلجوقی امیر اور نظام الملک کا عزیز بھی تھا۔ ملک شاہ سے شکایت کی کہ نظام الملک اور اس کے لواحقین حکومت کی ساری آمدنی کھائے جاتے ہیں۔ صوبوں کو اپنی جاگیر بنا لیا ہے اور ان کو لوٹ لوٹ کر دولت سے اپنا گھر بھر لیا ہے' اگر نظام الملک کو میرے حوالہ کر دیا جائے تو میں اس سے ایک لاکھ اشرفی وصول کر دوں۔ نظام الملک کو اس شکایت کی خبر ہو گئی۔ اس نے سلطان کی دعوت کی اور اپنے تمام

خدم وحشم کو سلطان کے ملاحظہ میں پیش کر کے عرض کیا کہ غلام تین پشتوں سے اس دودمان عالی کی خدمت کرتا چلا آتا ہے۔ اس لیے اس پر غلام کا حق ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور کو سلطنت کی آمدنی میں میرے تصرفات بے جا کی خبر پہنچائی گئی ہے۔ یہ خبر صحیح ہے' لیکن یہ مال میری ذات پر نہیں بلکہ ان خدام اور غلاموں پر جو حضور کی خدمت کے لیے جمع کیے گئے ہیں اور انعام و اکرام اور صدقات و اوقاف میں خرچ ہوتا ہے۔ جس سے آپ کا نام بلند ہوتا ہے۔ دنیا آپ کی ممنون ہوتی ہے اور اس کا اجر بھی آپ ہی کو ملے گا۔ میری ساری املاک آپ کے لیے حاضر ہے۔ میرے واسطے روٹی کا ایک ٹکڑا اور ایک گوشہ عافیت کافی ہے۔ یہ نظام الملک کے اقبال کا زمانہ تھا۔ اس لیے اس کی یہ تدبیر کارگر ہوگئی اور ملک شاہ نے الٹے امیر ابوالمحاسن کو اس کے حوالے کر دیا اور اس کو آخر میں نظام الملک کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۴۴)

لیکن نظام الملک اور اس کے لواحقین کی روش میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس لیے آخر میں سلطان نے ان کے استبداد اور بے عنوانیوں سے تنگ آکر نظام الملک کو ۴۸۵ھ میں عہدۂ وزارت سے معزول کر دیا۔ معزولی کے اصل سبب یعنی نظام الملک کے استبداد اور اس کے اعزہ کی بے عنوانیوں پر تمام مورخین کا اتفاق ہے' لیکن آخری واقعہ کے بارے میں جس کے بعد معزولی عمل میں آئی۔ عربی اور فارسی مورخین کے بیانات مختلف ہیں۔ راوندی کے بیان کے مطابق یہ آخری سبب نظام الملک کے ساتھ ملک شاہ کی بیوی ترکان خاتون کی مخالفت تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نظام الملک ملک شاہ کے بڑے لڑکے برکیارق کو جو زبیدہ خاتون کے بطن سے تھا اور حکومت کا اہل بھی تھا۔ ولی عہد بنوانا چاہتا تھا۔ برکیارق کے اوصاف کی وجہ سے سلطان بھی اسے پسند کرتا تھا' لیکن ترکان خاتون اپنے صغیر السن لڑکے محمود کو ولی عہد بنانے کی فکر میں تھی۔ اس لیے وہ نظام الملک کے خلاف ہوگئی اور ملک شاہ کو اس کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ نظام الملک کے لڑکے اور پوتے حکومت پر چھائے ہوئے تھے اور ایران

وتوران کی حکومت اس کے بارہ لڑکوں نے آپس میں تقسیم کر لی تھی۔ (راحتہ الصدور ص ۱۳۳، ۱۳۴، وتاریخ گزیدہ ج ۱، ص ۴۴۷) یہ چیز خود سلطان کو بھی کھٹکتی تھی۔ اس لیے ترکان خاتون کی مخالفت کارگر ہو گئی۔ راوندی اور احمد اللہ مستوفی دونوں کا بیان ہے کہ سلطان نے ترکان خاتون کی شکایت سے متاثر ہو کر نظام الملک کے پاس کہلا بھیجا کہ معلوم ہوتا ہے تم حکومت میں میرے شریک و سہیم ہو، میرے مشورہ کے بغیر جو چاہتے ہو کرتے ہو۔ ساری ولایت اور جاگیریں اپنے لڑکوں کو دے رکھی ہیں، اگر اس سے باز نہ آئے تو تمہارے سر سے دستار وزارت اتر جائے گی۔ نظام الملک نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ کا تاج میری دستار سے وابستہ ہے۔ (راحتہ الصدور ص ۱۳۴، وتاریخ گزیدہ ج ۱، ص ۴۴۷) اس جواب پر ترکان خاتون کو اور زیادہ بھڑکانے کا موقع مل گیا اور بالآخر سلطان نے نظام الملک کو وزارت سے معزول کر کے تاج الدین ابوالقاسم کو وزیر بنایا۔ (تاریخ گزیدہ ج ۱، ص ۴۴۸)

ابن اثیر نے معزولی کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ البتہ نظام الملک کے قتل کے سلسلے میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ اس نے اپنے پوتے عثمان بن جمال الدین کو مرو کا والی بنایا تھا۔ اس میں اور یہاں کے کوتوال قودن میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ عثمان نے ناتجربہ کاری سے اس کو گرفتار کر لیا، پھر چند دنوں کے بعد رہا کر دیا۔ قودن ملک شاہ کا مقرب غلام تھا۔ اس نے ملک شاہ سے شکایت کی۔ وہ نظام الملک کے استبداد اور استیلاء سے پہلے سے بھرا ہوا تھا۔ اس لیے عثمان کی یہ نازیبا حرکت بہت ناگوار ہوئی اور نظام الملک کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تم حکومت وسلطنت میں میرے شریک و سہیم بھی ہو تو بھی تم کو کسی نہ کسی اصول کا پابند ہونا پڑے گا اور اگر میرے ماتحت ہو تو ماتحتی کی حدود کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ تمہاری اولاد نے بڑی بڑی ولایتوں پر قبضہ کر رکھا ہے اور سیاست ملکی کے حدود کو توڑ کر خودسری اور مطلق العنانی کرنا چاہتے ہیں۔ نظام الملک نے اس کے جواب میں کہلایا کہ اگر سلطان کو اب تک معلوم نہیں تھا تو اب معلوم ہونا چاہیے کہ اب

میں بے شک حکومت میں اس کا شریک ہوں۔ اس کو میری ہی تدبیروں سے تاج و تخت ملا ہے۔ کیا وہ بھول گیا کہ اس کے والد کے بعد میں نے ہی مخالف قوتوں کو زیر کیا ہے اور ملک کو صاف کیا تھا۔ اس وقت اس نے میرے کسی کام کی مخالفت نہیں کی اور مجھ سے چمٹا رہا۔ اب جبکہ جملہ امور مملکت اس کے قبضہ اقتدار میں آ گئے۔ اس کا کوئی مخالف باقی نہیں رہا۔ دور و قریب کے ملک زیر نگیں اور فرمانروا اس کے زیر فرمان ہو گئے۔ اس وقت وہ میرے گناہ گنا تا ہے اور دوسروں سے میری چغلی سنتا ہے۔ اس سے جا کر کہہ دو کہ اس کا تاج سلطنت میرے قلمدان وزارت سے وابستہ ہے۔ جب یہ الٹے گا تو تاج بھی باقی نہ رہے گا۔ اس بارہ میں اس کو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ نظام الملک غصہ میں یہ نازیبا کلمات کہہ تو گیا' لیکن بعد میں اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا' چنانچہ شاہی سفیروں سے اس کی معذرت میں کہا کہ سلطان کی توبیخ سے مجھ کو تکلیف پہنچی تھی۔ اس کے اثر سے غم و غصہ کی حالت میں یہ باتیں زبان سے نکل گئیں' تم کو اختیار ہے' جیسا مناسب سمجھو جا کر سلطان سے کہہ دو' یہ سفراء نظام الملک کے احسان مند تھے۔ اس لیے رفع شر کے خیال سے واپس جا کر ملک شاہ سے اصل جواب بیان کرنے کے بجائے نظام الملک کی جانب سے معذرت کر کے وفاداری اور اطاعت شعاری کا اظہار کیا' لیکن ایک سفیر بیرو نے اصل واقعہ بیان کر دیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰ص ۷۰) ابن اثیر نے اس سلسلہ میں معزولی کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے' بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ اس کے چند دنوں کے بعد نظام الملک کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام الملک کی معزولی کے اسباب کے سلسلہ میں یہ آخری واقعہ ہے۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے' بلکہ یہ سب واقعات یکے بعد دیگرے پیش آتے رہے۔ جس کا نتیجہ معزولی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ معزولی کے چند ہی مہینوں بعد رمضان ۴۸۵ھ میں ایک اسماعیلی باطنی کے ہاتھ سے نظام الملک کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

باطنی تحریک: باطنی تحریک کے ابتدائی حالات اوپر گزر چکے ہیں۔ مقتدی کے زمانہ میں عجم میں اس تحریک نے اتنی قوت حاصل کر لی تھی کہ باطنی حکومت کے مقابلہ میں آ گئے۔ اسماعیلی یا باطنی فرقہ شیعی فرقہ کی ایک شاخ اور امام جعفر صادق کے صاحبزادے امام اسماعیل کی طرف منسوب ہے۔ امام جعفر صادق تک اثنا عشری اور اسماعیلی دونوں متحد ہیں۔ ان کے بعد دونوں شاخیں الگ ہو جاتی ہیں۔ امام جعفر صادق کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے اسماعیل اور چھوٹے موسیٰ کاظم۔ اسماعیل باپ کے جانشین تھے، لیکن ان کا انتقال جعفر صادق کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ شیعوں کے نزدیک چونکہ امامت منجانب اللہ ہے۔ اس لیے اسماعیلی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی امام کی نامزدگی کے بعد پھر اس سے اخراج نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ اسماعیلی ہی کو امام مانتے ہیں، لیکن اثنا عشری کے نزدیک متوفی امام نہیں ہو سکتا اور وہ اس کے قائل ہیں۔ اس لیے وہ جعفر صادق کے بعد موسیٰ کاظم کو مانتے ہیں۔ بعض اسماعیلی یہ بھی کہتے ہیں کہ امام اسماعیل نے وفات نہیں پائی، بلکہ روپوش ہو گئے۔ ان کے نزدیک ائمہ کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہر اور مستور اور ان میں سے ہر ایک کا سات سات کا دور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اسماعیلی ساتویں امام ہیں۔ علی، حسن، حسین، زین العابدین، باقر، صادق، اسماعیل ؈۔ اس لیے ان پر ائمہ ظاہری کا دور ختم کر دیتے ہیں اور ان کے لڑکے محمد سے مستور کا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ ائمہ گو خود مخفی رہتے ہیں، لیکن ان کے دعاۃ اعلانیہ ان کی دعوت دیتے ہیں۔ عبید اللہ المہدی مغربی بانی دولت فاطمیہ سے پھر ائمہ ظاہر کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اس فرقہ کے نزدیک ہر ظاہر کا ایک باطن ہے، اس لیے اس کو باطنی کہتے ہیں۔ (کتاب الملل والنحل شہرستانی ج ۲، ص ۲۷، ۲۹)

فاطمی خلفاء نہ صرف حکومت سلطنت بلکہ خاندان اور دعوائے خلافت میں بھی بنی عباس کے حریف مقابل تھے، لیکن دینی مرکزیت خلافت بغداد کو حاصل رہی اور دنیائے اسلام انہی کو خلیفہ مانتی تھی۔ ان کی اس مرکزیت کو توڑنے کے لیے فاطمیہ کی کوششیں

عرصہ سے جاری تھیں‘ لیکن ان کا اثر زیادہ تر مغرب کے علاقوں تک محدود رہا اور مشرق ممالک میں عباسی ہی خلافت مانی جاتی تھی۔ اس لیے مستنصر علوی کے زمانہ میں باطنیوں نے مشرقی ملکوں میں فاطمی دعوت کا نظام قائم کیا‘ لیکن سلجوقیوں کے ابتدائی دور تک خلافت بغداد کا نظام جاسوسی بہت مکمل تھا۔ اس لیے باطنی دعوت کو فروغ نہ ہو سکا۔ الپ ارسلان نے اپنے دور میں اس نظام کو توڑا۔ اس سے باطنیوں کو اپنی دعوت کی تبلیغ و اشاعت کا پورا موقع مل گیا۔ (دولت آل سلجوق ص۶۲) اس دعوت کی تبلیغ و اشاعت کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ مختصر واقعات یہ ہیں کہ مقتدی کے زمانہ میں عجم میں یہ دعوت کافی پھیل گئی اور باطنیوں نے اتنی قوت حاصل کر لی کہ اصفہان کے ایک قلعہ پر قبضہ کر کے اپنا مستقل مرکز قائم کیا اور مسلمانوں پر دست درازی شروع کر دی۔

اتفاق سے مستنصر علوی کو حسن بن صباح جیسا عالی دماغ داعی مل گیا۔ جس نے سارے مشرق میں اس دعوت کو پھیلا دیا۔ یہ رے کا باشندہ تھا۔ امام موفق کے حلقہ درس میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ہندسہ‘ حساب‘ نجوم وغیرہ علوم ریاضیہ میں مہارت رکھتا تھا۔ وہ ایک فاطمی داعی احمد بن عطاش کے اثر سے فاطمی تحریک میں شامل ہوا اور اس کے یہاں فاطمی دعاۃ کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ نظام الملک کے خسر ابو مسلم نے جو رے کے رئیس تھے‘ اس کی گرفت کی۔ حسن بن صباح اس کے خوف سے بھاگ گیا اور پھرتا پھراتا ہوا مصر پہنچا۔ مستنصر علوی نے اسے اپنے گون کا آدمی دیکھ کر اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور مشرق میں فاطمی دعوت کی تبلیغ پر مامور کر دیا۔ اس نے شام‘ جزیرہ‘ دیار بکر‘ خراسان‘ کاشغر اور ماوراء النہر کا دورہ کر کے پوری مستعدی سے اس فرض کو انجام دیا۔ قزوین کے قریب دیالمہ کا بنایا ہوا ایک سنگین قلعہ الموت حسن بن صباح کے مقصد کے لیے نہایت موزوں و مناسب تھا۔ یہ ایک علوی کی ملکیت میں تھا۔ ابن صباح نے یہاں قیام کیا اور اپنے ظاہری زہد و ورع سے چند دنوں میں اس نواح میں کافی اثر پیدا کر لیا اور ایک

جماعت اس کی دعوت میں شامل ہوگئی۔ الموت کا مالک علوی بھی اس کے ظاہری زہد سے متاثر ہوا۔ جب حسن بن صباح کی قوت مضبوط ہوگئی تو اس نے علوی کو نکال کر الموت پر قبضہ کرلیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰،ص ۱۰) اس وقت تک حسن بن صباح کا کاروبار مخفی تھا۔ قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ کھل کر میدان میں آ گیا اور دلیرانہ قتل و غارت شروع کردی۔ اس کے داعیوں کے لیے کسی کی جان لے لینا اور اپنی جان دے دینا معمولی بات تھی۔ جس کو قتل کرنا مقصود ہوتا اس کو مار کر خود قتل ہو جاتے۔ بڑے بڑے لوگ دن دہاڑے قتل کیے جانے لگے اور ان کے ہاتھوں بادشاہ تک کی جان محفوظ نہ تھی۔ (تاریخ دولت آل سلجوق ص ۶۳)

نظام الملک کا قتل: جب باطنیوں کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو ملک شاہ کو ان کی جانب توجہ کرنی پڑی۔ نظام الملک نے پہلے زبانی نامہ و پیام کے ذریعہ حسن بن صباح کو اس کی دست درازیوں سے روکنے کی کوشش کی، لیکن جب وہ باز نہ آیا تو پھر الموت پر فوج کشی کر کے اس کا نہایت سخت محاصرہ کرایا۔ سلجوقی فوجوں کا مقابلہ اس کے بس سے باہر تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے لیے مفر کی کوئی صورت باقی نہیں ہے تو ایک فدائی کو بھیج کر نظام الملک کو قتل کرادیا۔

اس حادثہ کی تفصیل یہ ہے کہ رمضان ۴۸۵ھ میں سلطان نے بغداد کا سفر کیا۔ اس سفر میں نظام الملک بھی ہمرکاب تھا۔ نہاوند کے قریب منزل ہوئی۔ نظام الملک افطار کے بعد سواری پر اپنے حرم کے خیمہ میں جا رہا تھا کہ راستے میں ایک باطنی نوجوان فریادی کی صورت میں اس کے پاس آیا۔ نظام الملک نے اس کی درخواست سننے کے لیے قریب بلایا۔ باطنی نے آگے بڑھ کر خنجر سے ایسا کاری وار کیا کہ ایک ہی وار میں نظام الملک کا کام تمام ہوگیا۔ اس کی فوج اور خدم و حشم ہمرکاب تھے۔ ان میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی۔ سلطان نے فوراً جا کر سکون پیدا کیا۔ قتل کے وقت نظام الملک کی عمر ۷۷ سال تھی، مدت وزارت تیس سال۔ اتنا مسلم ہے کہ یہ قتل ایک باطنی کے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

خاتون کی کوشش سے تاج الملک کی آرزو پوری ہوئی اور نظام الملک کی معزولی کے بعد سلطان نے اسے وزیر بنالیا' ممکن ہے تاج الملک اس کے بعد بھی نظام الملک کو اپنے لیے خطرہ سمجھتا رہا ہو اور اس کی جانب سے پورا اطمینان حاصل کرنے کے لیے اس کی زندگی ہی کا خاتمہ کرا دیا ہو۔

نظام الملک کے مختصر حالات اور کارنامے: نظام الملک جس پایہ کا وزیر تھا۔تاریخ اسلام میں برامکہ کے علاوہ اس کی دوسری مثال نہیں ملتی۔اس کے اوصاف و کمالات' فضائل و مناقب اور کارنامے اتنے گوناگوں ہیں کہ ان کی تفصیل کے لیے مستقل کتاب چاہیے۔اس نے تیس سال تک اس شان وشکوہ کی وزارت کی اور ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ اس کے سامنے برآمکہ کی داستانیں ماند پڑگئیں۔ملک شاہی دور کی ساری درخشانی جو سلجوقیوں کا دورزریں شمار کیا جاتا ہے' نظام الملک ہی کی ضو پاشیوں کا نتیجہ تھی۔نظام الملک کا پورا نام ولقب ابو علی حسن بن علی الملقب بہ اتابک نظام الملک رضی امیر المومنین ہے۔اس کا باپ علی طوس کا معمولی زمیندار تھا۔۴۰۸ھ میں نظام الملک کی ولادت ہوئی۔وہ بچپن ہی سے نہایت ذکی ذہین تھا۔سات برس کی عمر میں کلام مجید حفظ کیا اور نوعمری ہی میں فقہ' حدیث' ریاضی' جملہ مروجہ علوم میں کامل ہو گیا۔(ابن خاکان ج ا' ص ۱۴۳)

ابتداء میں مختلف چھوٹی چھوٹی خدمتیں انجام دیں' پھر ابو علی بن شاذان والی بلخ کے زمرہ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ابو علی کا طرز عمل پسندیدہ نہ تھا۔اس لیے نظام الملک برداشتہ خاطر ہو کر الپ ارسلان کے والد جعفری بک داؤد کے پاس مرو چلا گیا۔اس کو نظام الملک کی گفتگو اور اس کے اطوار بہت پسند آئے۔اس کی سفارش سے الپ ارسلان نے اس کو اپنا کاتب بنایا۔(طبقات الشافعیہ جلد ۳)

نظام الملک جوہر قابل تھا۔ترقی کا میدان پا کر جوہر چمکنے لگے اور اپنی کارگزاری اور حسن خدمات سے الپ ارسلان کے دل میں اتنی وقعت اور اس کے

مزاج میں اتنا رسوخ و اعتماد حاصل کر لیا کہ تخت نشینی کے بعد اس نے قلمدان وزارت اس کے سپرد کیا۔ اس وقت سے اس کے عروج کا آغاز ہوا اور الپ ارسلان کی وفات تک برابر اس منصب پر رہا اور اپنے زمانہ وزارت میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ جن کا مختصراً تذکرہ ابھی آتا ہے۔ الپ ارسلان کی وفات کے بعد جب اس کے بھانجے قاروت بک نے ملک شاہ کی بادشاہت ماننے سے انکار کیا اور اس کے مقابلہ میں کھڑا ہوا' اس وقت نظام الملک ہی کی تدبیروں سے اس کو شکست ہوئی اور ملک شاہ کو تخت و تاج ملا۔ اس صلہ میں اس نے نظام الملک کو نہ صرف منصب وزارت عطا کیا بلکہ سلطنت کا مختار کل بنا دیا۔ اس کے زمانہ میں نظام الملک کا آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچ گیا اور اپنے درخشاں کارناموں سے ملک شاہی عہد کو سلجوقی حکومت کا دور زریں بنا دیا۔ خلافت بغداد سے اس کے تعلقات خوشگوار تھے اور وہ خلفاء کا دل سے احترام کرتا تھا۔ مقتدی بھی اس کی بڑی عزت کرتا تھا۔ مقتدی کی شادی کے جلوس میں تمام امرائے دولت کو جلوس کے ہمراہ پیادہ پا چلنے کا حکم تھا۔ صرف نظام الملک کو سواری پر چلنے کی اجازت ملی تھی۔ قصر خلافت میں سب سے نمایاں اور ممتاز جگہ اس کی تھی۔ دوسرے تمام امراء اس کے چپ راست بیٹھے تھے۔ شادی کی تقریب میں نظام الملک کو مقتدی کی جانب سے جو خلعت ملا تھا' اس پر ''وزیر عالم عادل نظام الملک امیر المومنین'' کا طغرا کڑھا ہوا تھا۔ یہ وہ اعزاز تھا جو اس کے سوا کسی وزیر کو نصیب نہ ہوا تھا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۷۱) نظام الملک اپنے دور کا بڑا فاضل تھا۔ دینی اور دنیاوی دونوں علوم پر پوری دستگاہ حاصل تھی۔ سبکی نے شافعی علماء کے زمرہ میں اس کے حالات لکھے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے طبقات الشافعیہ ج ۳' ص ۱۳۵' و مابعد) عربی و فارسی دونوں زبانوں کا انشاء پرداز تھا' شاعر بھی تھا۔ اس نے سیاسیات اور قانون مملکت پر جو کتاب سیاست نامہ کے نام سے لکھی ہے۔ وہ نہ صرف اس دور کی بہترین سیاسی کتابوں میں ہے' بلکہ آج بھی اس سے ملکی انتظام میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کا

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

الملک اس وقت دسترخوان پر تھا۔ حاجیوں نے روک دیا۔ نظام الملک کو خبر ہو گئی۔ اس نے حاجیوں کو تنبیہ کی اور کہا کہ میں نے تم کو غریب فریادیوں ہی کی خدمت کے لیے رکھا ہے۔ معززین تو خود پہنچ جاتے ہیں۔ (طبقات الشافعیہ ج ۳، ص ۱۴۰)

دستور الوزراء میں اس نے عدل و انصاف پر بڑا زور دیا ہے۔ اس سلسلہ میں لکھتا ہے کہ وزیر کو بلا ناغہ صبح سے شام تک لوگوں کے معاملات و مقدمات میں مختلف قسم کے احکام صادر کرنا پڑتے ہیں۔ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ "لوگوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کرو۔ اس لیے اگر ایک فیصلہ بھی احکام اللہ تبارک وتعالیٰ کے خلاف ہو جائے تو سو برس کی حکومت سے بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ (سیاست نامہ) اس عدل گستری کی وجہ سے اس کے دور میں اتنا امن و امان تھا کہ کسی کو جان و مال کا کوئی کھٹکا نہ رہتا تھا اور ہر شخص آرام کی نیند سوتا تھا۔ (طبقات ج ۳، ص ۱۳۳)

غرباء پروری: غرباء پروری اس کا خاص وصف تھا۔ غریبوں کو بہت دوست رکھتا تھا۔ ان سے لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتا تھا۔ انہیں روزانہ اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلاتا تھا۔ (ابن اثیر ج ۳، ص ۷۔) تاریخوں میں اس کی غرباء پروری کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔

دینداری: دنیاوی وجاہت اور جلالت شان کے باوجود بڑا دیندار اور عابد و زاہد تھا۔ سبکی کا بیان ہے کہ وہ ہر وقت باوضو رہتا تھا۔ ہر وضو کے بعد نفل پڑھتا تھا اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ کلام مجید ہر وقت ساتھ رکھتا تھا۔ اذان سنتے ہی سارے کام بند کر دیتا تھا۔ جمعہ پنج شنبہ اور دو شنبہ کو پابندی کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔ (طبقات ج ۲، ص ۱۳۳) ابن اثیر کا بیان ہے کہ اذان سنتے ہی سارا کام بند کر دیتا تھا اور پھر نماز ادا کرنے سے پہلے کوئی کام شروع نہیں کرتا تھا۔ اگر نماز کا وقت آ جاتا اور موذن کی آواز سنائی نہ دیتی تو خود اذان دینے کا حکم دیتا اور یہ عبادت گزاروں کے لیے حفظ اوقات اور پابندی کی ایک بڑی مثال ہے۔ (ابن اثیر ج ۱۰، ص ۷۲) آخر زمانہ میں

وہ کہا کرتا تھا کہ میری آرزو ہے کہ مجھے شکم پری کے لیے روٹی کا ایک ٹکڑا اور ایک مسجد مل جاتی جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۲) نظام الملک کے فضائل بے شمار ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

ملک شاہ کا آخری سفر بغداد اور وفات: مقتدی نے اپنے بڑے لڑکے مستظہر کو ولی عہد بنایا اور ملک شاہ اپنے صغیر السن نواسہ جعفر بن مقتدی کو ولی عہد بنوانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے مقتدی آمادہ نہ ہوتا تھا اور اس مسئلہ میں عرصہ سے دونوں میں کشمکش جاری تھی، لیکن ملک شاہ نے یہ طے کرلیا کہ اگر مقتدی جعفر کی ولی عہدی پر راضی نہ ہوا تو وہ اس کی زندگی میں جعفر کو اصفہان میں تخت نشین کر دے گا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۴۰، راوندی نے جعفر کو ملک شاہ کا بھانجا لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ مقتدی کے ساتھ ملک شاہ کی بہن نہیں بلکہ لڑکی کی شادی ہوئی تھی۔ جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) اس مسئلہ کو طے کرنے کے لیے رمضان ۴۸۵ھ میں اس نے بغداد کا سفر کیا۔ (اسی سفر میں نظام الملک کے قتل کا واقعہ پیش آیا تھا) اور مقتدی پر زور ڈالا کہ وہ مستظہر کو ولی عہدی سے خارج کر کے جعفر کو ولی عہد بنا دے۔ اس لیے وہ مطلق آمادہ نہ تھا، لیکن ملک شاہ کی قوت کے سامنے انکار بھی مشکل تھا، چنانچہ اس نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے دس دن کی مہلت مانگی۔ ملک شاہ اجازت دے کر شکار کے لیے بغداد کے باہر چلا گیا اور مقتدی کی خوش قسمتی سے دوران شکار ہی میں بیمار پڑ گیا اور بغداد واپس آ کر ۱۶/ شوال کو انتقال کر گیا۔ (ابن خلکان ج ۲، ص ۱۲۵) انتقال کے وقت کل ۳۸ سال کی عمر تھی، مدت حکومت ۲۰ سال۔

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سلطان کی بیوی ترکان خاتون اپنے صغیر السن لڑکے محمود کو ملک شاہ کا ولی عہد بنانا چاہتی تھی۔ سلطان کا انتقال غیر متوقع طور پر پایہ تخت سے دور بغداد میں ہوا۔ اس کا ولی عہد برکیارق اصفہان میں موجود تھا۔ ترکان خاتون کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر سلطان کی موت کی خبر مشہور ہو گئی تو برکیارق دار السلطنت پر قبضہ کر لے

گا۔اس لیے اس نے شوہر کی موت کو بالکل مخفی رکھا اور جو امراء سلطان کے ہم رکاب تھے' انہیں بڑی بڑی رقمیں دے کر اور آئندہ کے لیے وعدہ کر کے اپنا حامی بنالیا اور امیر قوام الدولہ کو ملک شاہ کی انگوٹھی دے کر اصفہان بھیج دیا کہ وہ اسے قلعدار کو دکھا کر قلعہ پر قبضہ کر لے۔شاہی انگشتری فرمان کا حکم رکھتی تھی۔اس لیے قلعدار نے قلعہ قوام الدولہ کے حوالہ کر دیا۔(ابن اثیر ج ۱۰'ص ۴۷) اور برکیارق گرفتار کر لیا گیا۔ترکان خاتون نے بغداد سے روانگی کے پہلے مقتدی سے درخواست کی کہ وہ محمود ملک کو ملک شاہ کا ولی عہد مان کر اس کے نام کے خطبہ کی اجازت دے دے۔محمود کی عمر کل چار سال تھی۔اس لیے مقتدی کو تامل تھا' لیکن ترکان خاتون نے بے دریغ روپیہ صرف کیا اور آخر میں اپنے نواسہ اور مقتدی کے لڑکے جعفر کو اس کے پاس سفارشی بنا کر بھیجا۔مقتدی کو ملک شاہ کے استبداد کا پورا تجربہ ہو چکا تھا۔اس لیے سیاسی نقطہ نظر سے اس کو محمود کی جانشینی میں امن نظر آیا۔اولاً وہ چار سالہ بچہ تھا' پھر اس کا سالا تھا۔اس کی بادشاہت میں اس کو ترکان خاتون کے شر سے بھی نجات مل جاتی تھی۔اس لیے اس نے محمود کو ولی عہد تسلیم کر کے خطبہ کی اجازت دے دی اور تاج الدولہ کو مشیر سلطنت اور محاصل حکومت اور عمال کے عزل و نصب کا انتظام اور امیر انز کو فوج اور پایہ تخت کا نگران مقرر کیا۔(ابن اثیر ج ۱۰' ص ۴۷'وراحتہ الصدور ص ۱۴۰) ان انتظامات سے فراغت کے بعد ترکان خاتون شوہر کی لاش لے کر اصفہان پہنچی اور ایک مدرسہ کی عمارت میں سپرد خاک کیا۔(ابن خلکان ج ۲'ص ۱۲۳)

اوصاف و کمالات: ملک شاہ اپنے اوصاف و خصوصیات اور ملک گیری و ملک داری کے نہ صرف سلجوقی سلاطین بلکہ دنیا کے ممتاز ترین حکمرانوں میں تھا۔ابن خلکان کا بیان ہے کہ وہ اپنی سیرت کے لحاظ سے دنیا کے بہترین سلاطین میں تھا اور ''سلطان عادل'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔(ابن خلکان ج ۲'ص ۱۲۳) عماد الدین اصفہانی لکھتا ہے کہ ملک شاہ عادل' شجاع' حوصلہ مند' نڈر' صاحب الرائے' باتدبیر اور تاج و

تخت کا حقیقی مستحق فرمانروا تھا۔ سلجوقی سلاطین میں اس کا زمانہ ہار کے درمیانی بڑے موتی کی طرح ممتاز و نمایاں تھا۔ اس کے آغاز اور انجام دونوں میں ایک تناسب تھا۔ جس اقلیم کا رخ کیا' اس کو تسخیر کیا اور جس دشمن کا قصد کیا اسے زیر کیا۔ وہ شام اور اناطولیہ سے لے کر قسطنطنیہ کی سرحد تک پہنچ گیا اور رومی ملکوں سے ایک ہزار دینار سرخ وصول کیے اور یہاں پچاس اسلامی منبر نصب کیے۔ (دولت آل سلجوق ص ۵۲) اس نے اتنے ملک زیر نگیں کیے اور سلجوقی حکومت کا رقبہ اتنا وسیع کر دیا کہ خلفائے متقدمین کے سوائے بعد کے کسی دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی سلطنت کا رقبہ طول میں چین سے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ سے بلاد خزر تک تھا۔ (ابن خلکان ج ۲' ص ۱۲۳)

سلطنت کی توسیع کے ساتھ اس کو علمی و تمدنی حیثیت سے بھی ذریعہ کمال تک پہنچا دیا۔ راوندی کا بیان ہے کہ ملک شاہ کے اسلاف نے جہانگیری کی اور اس کے جہانداری' انہوں نے حکومت کا پودا نصب کیا' اس نے پھل کھایا۔ انہوں نے تخت سلطنت بچھایا' اس کے زمانہ میں برگ و بار لایا۔ اس کا دور سلجوقی سلطنت کے شباب' ملک کی بہار اور لباس شاہی کی زیب و زینت کا زمانہ تھا۔ اس نے جس سمت رخ کیا اس کو زیر نگیں کر کے چھوڑا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۲۶) وہ عادل تھا اور اس کا زمانہ عہد معدلت تھا' چنانچہ اس کا لقب ہی الملک العادل ہو گیا۔ راوندی لکھتا ہے کہ قیام عدل میں اس کو اتنا اہتمام تھا کہ اس زمانے میں ظلم مفقود ہو گیا تھا' اگر شاذ و نادر کسی پر ظلم ہو جاتا تو مظلوم براہ راست شاہ سے فریاد کر سکتا تھا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۳۱) اس کی عدل پروری کی بہت سی مثالیں تاریخوں میں مذکور ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھو ابن اثیر ج ۱۰' ص ۴۳-۱۷) سب سے زیادہ ظلم و زیادتی عموماً فوج اور اس کے افسروں کی جانب سے ہوتی ہے' لیکن ملک شاہ کے خوف سے سلجوقی فوجوں کو بھی اس کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ عوام بے خوف و خطر اس کی فوج میں گھومتے پھرتے تھے اور کسی فوجی کو ان پر

زیادتی کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔(ابن اثیر ج ۱۰ ص ۴۷) رعایا کی آسائش و سہولت اور رفاہ عام کے بہت سے کام انجام دیئے۔اپنے حدود سلطنت میں ہر قسم کے تجارتی ٹیکس موقوف کر دیئے۔سارے ممالک محروسہ میں سڑکیں نکلوائیں، گزرگاہوں پر سرائیں اور دریاؤں پر پل تعمیر کرائے۔مکہ مکرمہ کے راستہ میں جابجا پانی کے ذخیرے کے لیے حوض و تالاب بنوائے۔(تفصیل کے لیے دیکھو ابن اثیر ج ۱۰ ص ۴۷) بدوؤں اور حرم کے خدام کے وظائف و عطایا مقرر کیے۔اس زمانہ میں شیخ الحرم کی جانب سے ہر حاجی سے سات دینار سرخ ٹیکس لیا جاتا تھا۔ملک شاہ نے اس کے معاوضہ میں جاگیر مقرر کر کے ٹیکس بند کرا دیا۔(راحتہ الصدور ص ۱۳۱)

اس کے دور کی علمی ترقیوں کا حال اوپر نظام الملک کے حالات میں گزر چکا ہے۔ملک شاہ خود بھی صاحب علم اور اس سے زیادہ علم و فن اور اہل علم و ارباب کمال کا قدردان تھا۔اس نے سلجوقی حکومت کے جغرافیہ پر خود ایک رسالہ لکھا تھا۔(کشف الظنون ج ا ص) اس کے دور کے علمی خدمات کے سلسلہ میں سب سے اہم اور قابل ذکر زیچ ملک شاہی ہے جسے ان کے نام پر حکیم عمر خیام نے ترتیب دیا تھا۔یہ زیچ چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔عمارتوں کا بڑا شائق تھا۔اپنے دارالسلطنت اصفہان میں شہر اور بیرون شہر بکثرت عمارتیں بنوائیں اور باغات لگوائے۔(ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۳۲)

نغمہ و سرود سے بھی ذوق رکھتا تھا۔اس سلسلہ میں ایک سبق آموز واقعہ قابل ذکر ہے۔ایک مرتبہ ایک حسین اور خوش گلو مغنیہ کا گانا سن رہا تھا۔اس کی آواز اور صورت بہت بھائی، سلطان کی نیت میں فتور پیدا ہوا۔یہ دیکھ کر مغنیہ نے کہا شاہا یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حسین و جمیل چہرہ آتش دوزخ کا ایندھن بنے۔حلال و حرام کے درمیان صرف ایک بول کا فاصلہ ہے۔سلطان کے دل میں یہ بات اثر کر گئی۔اس نے کہا تم سچ کہتی ہو اور اسی وقت قاضی کو بلا کر اس سے نکاح کر لیا۔(ابن خلکان ج ۲، ص ۱۲۴)

سیر و شکار کا بڑا شائق بلکہ فریفتہ تھا۔ اس کے اوقات کا بڑا حصہ اس شغل میں صرف ہوتا تھا۔ تیر انداز ایسا تھا کہ ایک دن میں ستر ہرن شکار کیے۔ ہر شکار کے کنارہ میں ایک دینار خیرات کرتا تھا۔ اس کے شکاروں کی مجموعی تعداد دس ہزار جانوروں تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کا مستقل شکار نامہ لکھا جاتا تھا' جو کتابی شکل میں بعد میں بھی موجود تھا۔ عرب' عراق' خراسان' ماوراءالنہر' خوزستان اور اصفہان وغیرہ میں جہاں بڑی شکارگاہیں تھیں' وہاں اس نے شکار کی یادیں قائم کی تھیں۔ (راحتہ الصدور ص ۱۳۲' اور ابن اثیر ج ۱۰' ص ۴)

محمود بن ملک شاہ: ملک شاہ کے بڑے لڑکے برکیارق کو جس طرح ترکان خاتون نے اس کے حق سے محروم کر دیا تھا۔ اپنے صغیر السن بچہ محمود کو ملک شاہ کا جانشین بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ ترکان خاتون نے گو سلجوقی امراء کو اپنی دولت کے زور سے حامی بنا لیا تھا' لیکن نظامی (نظام الملک کے غلاموں کا دستہ) مما لک جن کی تعداد ہزاروں پر مشتمل تھی' برکیارق کے ساتھ تھے اور ترکان خاتون کے اہتمام کے باوجود ملک شاہ کی خبر وفات مخفی نہ رہ سکی اور جیسے ہی اصفہان پہنچی' نظامی غلاموں سے برکیارق کو قید سے چھڑا کر تخت نشین کرا دیا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۴۰' ۱۴۲) اس دوران میں ترکان خاتون اصفہان کے قریب پہنچ گئی۔ چونکہ سلجوقی امراء اس کے ساتھ تھے اور پایہ تخت میں ان کا مقابلہ مشکل تھا۔ اس لیے نظامی غلاموں نے برکیارق کو رے لے جا کر اس کی تخت نشینی کے مراسم ادا کیے۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۴۷' و راحتہ الصدور ص ۱۴۰' ۱۴۲) یہاں دس ہزار آدمی اور برکیارق کے ساتھ ہو گئے۔ اصفہان پہنچنے کے بعد ترکان خاتون نے برکیارق کے مقابلے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ اس کی فوج کے بعض افسر برکیارق سے مل گئے۔ اس لیے اصفہانی فوج کو شکست ہوئی اور برکیارق نے اصفہان پر فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ابھی یہ مہم جاری تھی کہ برکیارق اور ترکان خاتون کا اختلاف دیکھ کر ملک شاہ کے بھائی تتش ارسلان والی دمشق کو اس کے

تاج وتخت پر قبضہ کرنے کی طمع دامن گیر ہوئی اور اس نے برکیارق پر فوج کشی کردی۔ اس سے فراغت ملی تو برکیارق کا سوتیلا بھائی سلطان محمد اٹھ کھڑا ہوا اور برسوں دونوں میں جنگ جاری رہی اور ایک دن کے لیے بھی برکیارق کو اطمینان وسکون کے ساتھ حکومت کا موقع نہ مل سکا۔

مقتدی کی وفات: ۴۸۷ھ پندرہ محرم کو کھانا کھانے کے بعد دفعتہً مقتدی کی طبیعت بگڑ گئی اور چند لمحوں میں انتقال ہو گیا۔ عمائد سلطنت نے اسی وقت مستظہر باللہ کی بیعت لی۔ اس سے فراغت کے بعد تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ وفات کے وقت کل ۳۹ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت ۱۹ سال آٹھ مہینے۔

اوصاف: مقتدی جامع اوصاف فرمانروا تھا۔ اس میں دین وسیاست دونوں جمع تھے۔ گو اس زمانہ میں سلجوقیوں کی قوت بہت بڑھ گئی تھی اور ملک شاہ نے خلافت بغداد پر حاوی ہونے کی بہت کوشش کی اور کسی حد تک اس میں کامیاب بھی ہوا' لیکن مقتدی نے حتی الامکان خلافت کے وقار کو قائم رکھا اور اس دور زوال میں ہر اعتبار سے مقتدی کا زمانہ ممتاز تھا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ مقتدی قوی دل اور عالی ہمت خلیفہ تھا۔ اس کا عہد بڑی خیر وبرکت کا زمانہ تھا۔ خیر کی کثرت اور رزق میں کشادگی و وسعت تھی۔ خلافت کا وقار پہلے سے زیادہ قائم ہوا۔ بغداد کی آبادی میں اضافہ ہوا۔ جسیلیہ' قطیعیہ' حلبہ' مقتدیہ' اجملہ' درب' القیا' حزبہ' ابن جرودخرابہ' ابن حراس' خاتونیتین بہت سے نئے محلے آباد ہوئے۔ (ابن اثیر جلد ۱۰' ص ۷۹' ۸۰) سیوطی کا بیان ہے کہ وہ بخبائے بنی عباس میں تھا۔ اس کے زمانہ میں قوانین خلافت کا نفاذ ہوا اور ان کی حرمت قائم ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۳۰)

اسی سیاسی قوت کے ساتھ اس نے دین ومذہب کا بھی احترام کیا اور بہت سی دینی و اخلاقی اصلاحیں لیں۔ گانے ناچنے والی بد اخلاق عورتوں کو بغداد سے نکال دیا۔ بغیر ازار کے حمام میں جانے اور ملاحوں کو کشتیوں پر ایک ساتھ عورتوں اور مردوں

کو لے جانے کی ممانعت کر دی۔ کبوتر بازی کے برجوں اور چھتریوں کو' جن سے گھروں کی بے پردگی ہوتی تھی' اکھڑوا دیا۔ (تاریخ الخلفا ص ۴۳۰)

ابو العباس احمد بن مقتدی الملقب بہ مستظہر باللہ

(۴۸۷ھ تا ۵۱۵ھ مطابق ۱۰۹۴ء تا ۱۱۱۸ء)

مقتدی کی وفات کے بعد محرم ۴۸۷ھ میں اس کا لڑکا ابو العباس احمد الملقب بہ مستظہر باللہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت برکیارق بغداد میں موجود تھا۔ اس نے اور تمام سلجوقی امراء نے مستظہر کی بیعت لی۔ اس وقت اس کا سولہواں سال تھا۔ اس کے زمانہ میں سلجوقیوں کی خانہ جنگی کے سوا خاص خلافت بغداد کے حالات بہت کم ہیں۔

آذربائیجان پر تتش ارسلان کی فوج کشی اور ناکامی: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی تاج الدولہ تتش ارسلان والی دمشق اس کے تاج و تخت پر قبضہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ملک شاہ کے اصل وارث خانہ جنگی میں مبتلا تھے اور ملک شاہ کی جانشینی کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تھا۔ اس لیے امیر اقسنقر برتقی والی حلب اور امیر بوزان والی رہا وغیرہ تتش ارسلان کے ساتھ ہو گئے۔ ان کی مدد سے اس نے ۴۸۶ھ میں بنی مروان کے علاقہ موصل اور دیار بکر وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا اور آذربائیجان پر فوج کشی کی۔ اس وقت برکیارق اس کے مقابلہ میں نکلا۔ اسے دیکھ کر امیر اقسنقر اور بوزان تتش کا ساتھ چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے اور تتش کو ناکام دمشق واپس جانا پڑا۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۴)

امیر اسماعیل کی مخالفت اور اس کا قتل: اس دوران میں ترکان خاتون نے اپنے اور ملک شاہ کے چچیرے بھائی امیر اسماعیل کو جو برکیارق کا حقیقی ماموں تھا' اپنے ساتھ شادی کی طمع دلا کر ملا لیا۔ اس نے برکیارق پر فوج کشی کر دی' لیکن شکست کھائی۔ ترکان خاتون کا کارپرداز سلطنت امیر انز امیر اسماعیل کے خلاف تھا۔ اس لیے وہ بددل ہو کر برکیارق کے قتل کے منصوبے سے رے چلا گیا' لیکن راز فاش ہو گیا اور وہ خود قتل کر دیا گیا۔ اس

کے چند دنوں کے بعد ترکان خاتون کا بھی انتقال ہو گیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۸)

برکیارق کی شکست بغداد میں تتش کا خطبہ: تتش ارسلان کو اقسنقر کی وجہ سے آذربائیجان میں ناکامی ہوئی تھی۔ اس لیے شام واپس جانے کے بعد خود اس کے علاقہ حلب پر فوج کشی کر دی اور اقسنقر کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی بوزان نے حلب کو بچانے کی کوشش کی، مگر وہ بھی مارا گیا اور تتش ارسلان پھر آذربائیجان پہنچا اور برکیارق کو شکست دے کر بغداد میں اپنے نام کا خطبہ جاری کرا دیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۸۱)

سلطان محمود کی موت اور برکیارق کی تخت نشینی: گو ترکان خاتون کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن امیر انزا اور دوسرے سلجوقی امراء سلطان محمود کے ساتھ تھے اور برکیارق کے لیے بیک وقت ان کا اور تتش کا مقابلہ مشکل تھا۔ اس لیے اس نے اصفہان جا کر محمود سے صلح کر لی۔ اس صلح کے چند ہی دنوں کے بعد چیچک میں محمود کا انتقال ہو گیا۔ اس کی موت کے بعد سلجوقی امراء نے برکیارق کو تخت نشین کر دیا اور عراق و خراسان کے تمام امراء اس کے ساتھ ہو گئے۔ (راحتہ الصدور ص ۱۴۶) تخت نشینی کے بعد ہی برکیارق بھی چیچک میں مبتلا ہو گیا تھا۔ تتش اس وقت ہمدان میں موجود تھا۔ اس نے سلجوقی امراء کو ملانے کی کوشش کی، برکیارق کی حالت امید و بیم کی تھی۔ اس لیے امراء نے تتش کو امید افزا جواب دیا، لیکن برکیارق خلاف امید شفایاب ہو گیا اور تتش کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۸۵)

خراسان پر ارسلان ارغوان کا قبضہ اور اس کا قتل: ان لڑائیوں کے دوران برکیارق کے دوسرے چچا ارسلان ارغوان نے خراسان پر قبضہ کر لیا تھا۔ تتش سے فراغت کے بعد برکیارق نے اپنے تیسرے چچا بوربرس کو ارسلان ارغوان کے مقابلے کے لیے بھیجا، لیکن ارسلان نے اسے قتل کرا دیا۔ اس کے قتل کے بعد برکیارق نے اپنے سوتیلے بھائی سنجر کو اس مہم پر مامور کیا۔ ابھی یہ راستہ میں تھا کہ

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

گیا۔ دوسری طرف حکومتیں سلجوقیوں کے مقابلے میں دلیر ہو گئیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر برکیارق نے قاضی ابوالمظفر جرجانی حنفی اور ابوالفرج احمد بن عبدالغفار ہمدانی کے ذریعہ محمد کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ ملک کی ویرانی اس کی نگاہ میں تھی۔ اس لیے ربیع الاول ۴۹۷ھ میں دونوں میں صلح ہو گئی۔ اس صلح کی رو سے نہر سپید سے لے کر باب الابواب تک کا علاقہ موصل، جزیرہ، دیار بکر اور شام و عراق کا فراتی علاقہ سلطان محمد کے حصہ میں آیا اور باقی ملک برکیارق کے قبضہ میں رہا اور طے پایا کہ دونوں اپنے اپنے ملک کے خودمختار فرمانروا ہوں گے۔ ہر ایک کے ملک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ سلطان محمد شاہی نوبت بجانے کا مجاز ہوگا۔ اس مصالحت کے بعد سلطان محمد نے برکیارق کے پایہ تخت کو، جس پر اس کا قبضہ کر لیا تھا، برکیارق کے حوالہ کر دیا۔ سلطان محمد کی بیوی اور بچے اصفہان میں تھے۔ برکیارق نے انہیں ہدایا و تحائف کے ساتھ اپنی فوج کی حفاظت میں محمد کے پاس بھجوا دیا اور مسلسل کئی سال بدامنی اور خونریزی کے بعد ملک میں امن و امان قائم ہوا اور مستظہر نے بغداد میں برکیارق کے نام کا خطبہ جاری کر کے اس کو اور اس کے وزیر کو خلعت سے نوازا۔ (ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۲۹)

اس صلح کے بعد جب برکیارق کو اطمینان و سکون حاصل ہوا تو خود اس کا وقت آخر ہو گیا۔ اس کو عرصہ سے سل اور بواسیر کی شکایت تھی۔ شراب کی کثرت نے اس کی صحت اور برباد کر دی۔ ربیع الاول ۴۹۸ھ میں اس نے بغداد کا سفر کیا۔ راستہ میں طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور امید زیست باقی نہ رہی، امراء ہمرکاب تھے۔ اسی وقت اپنے صغیر السن بچے ملک شاہ کو ولی عہد بنا کر امیر ایاز کو اس کا اتابک مقرر کیا اور ۱۲ ربیع الاول ۴۹۸ھ میں انتقال کر گیا۔ لاش اصفہان لے جا کر سپرد خاک کی گئی۔ انتقال کے وقت ۲۵ سال کی عمر تھی، مدت حکومت ۱۲ سال۔ برکیارق عاقل و دانشمند فرمانروا تھا۔ حلم و عفو اور ضبط و تحمل اس کے امتیازی اوصاف تھے۔ عموماً عفو و درگزر سے کام لیتا تھا۔ تخت نشینی سے لے کر وفات سے کچھ دنوں پہلے تک وہ مسلسل مخالف حالات میں

مبتلا رہا اور اس کو ایسی ایسی مشکلات اور ہمت شکن واقعات کا سامنا رہا کہ کسی دوسرے فرمانروا کے لیے ان کا مقابلہ مشکل تھا۔ اس نے محض اپنی ہمت و استقلال سے ان کا مقابلہ کیا اور گو اس کی سلطنت تقسیم ہوگئی' لیکن اس کی حکومت قائم رہی۔

ملک شاہ ثانی بن برکیارق: برکیارق کی موت کے بعد ربیع الثانی ۴۹۸ھ میں اس کا صغیر السن بچہ ملک شاہ ثانی تخت نشین ہوا۔ مستظہر نے اس کی حکومت کی تصدیق کر کے بغداد میں اس کا خطبہ جاری کر دیا اور ملک شاہ اول کے تمام خطابات اس کو عطا کیے۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۱۲۹) اس کی تخت نشینی کے بعد ہی اس کے اتابک امیر ایاز نے سلطان محمد کی مخالفت شروع کر دی۔ (راحۃ الصدور ص ۱۵۴)

سلطان محمد ارسلان اور ملک شاہ کے اوصاف و کمالات کا وارث تھا۔ اس لیے بعض اکابر علماء امراء برکیارق ہی کے زمانہ سے اس کی حمایت میں تھے' چنانچہ امیر سیف الدولہ صدقہ بن منصور والی حلہ شروع سے اس کا معاون و مددگار تھا۔ اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا۔ سب نے مقابلہ کی رائے دی' لیکن ایک تجربہ کار امیر ابوالمحاسن نے کہا کہ ان سب امراء کا مشورہ خودغرضی پر مبنی ہے۔ وہ اپنے ذاتی فائدے کے لیے جنگ چاہتے ہیں۔ میری رائے میں سلطان محمد کی اطاعت زیادہ مفید ہے۔ اس صورت میں وہ ہمارے حقوق کا زیادہ لحاظ رکھے گا۔ ایاز نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور سلطان محمد سے ملک شاہ اور اس کے تمام امرائے دولت کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ لے کر جمادی الاول ۴۹۸ھ میں حکومت اس کے حوالے کر دی' لیکن سلطان کو ایاز کی جانب سے اطمینان نہ تھا۔ بعض واقعات بھی ایسے پیش آئے' جس سے اس کی بدگمانی اور بڑھ گئی اور اس نے ایاز کو بہانہ سے بلا کر قتل کرا دیا۔ وہ ملک شاہ سلجوقی کے لائق ترین غلاموں میں تھا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۱۳۴) راوندی اور حمداللہ مستوفی کا بیان اس سے مختلف ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں یہ افسانہ لکھا ہے کہ ایاز نے سلطان محمد کا مقابلہ کیا' لیکن میدان جنگ میں ایاز کی فوج کو سلطان محمد کی فوج کی سمت فضائے آسمانی پر ایسی خوفناک شکلیں نظر آئیں

کہ ان کی ہیبت سے ہتھیار ڈال دیئے اور ایاز زندہ گرفتار ہوا' سلطان نے اسے قتل کرادیا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۵۴' و تاریخ گزیدہ ج ۱ ص ۴۵۴)

سلطان محمد ملک شاہ: ایاز کے قتل کے بعد سلطان محمد مستظہر کے حضور میں حاضر ہوا۔ وہ بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا اور غیاث الدین محمد قسیم امیر المومنین کا لقب عطا کیا اور اس کی حکومت مسلم ہوگئی۔ سلطان محمد اپنے نامور اسلاف کی خصوصیات کا حامل اور ان کا صحیح جانشین تھا۔ اپنے زمانہ میں اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے اور سلجوقی حکومت کو پھر ایک طاقتور سلطنت بنا دیا۔ اس کی بادشاہت مسلم ہونے کے ایک ہی سال بعد ۴۹۹ھ میں اس کے چچیرے بھائی امیر منکبرس نے علم بغاوت بلند کر کے نہاوند پر قبضہ کرلیا۔ اسی زمانہ میں بنی برسق پر عتاب سلطانی نازل ہوا تھا۔ ان کی جاگیر ضبط ہوگئی تھی اور زنگی بن برسق قید کر دیا گیا تھا۔ منکبرس نے زنگی کے بھائیوں کو ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ زنگی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھائیوں سے کہلا بھیجا کہ اگر تم نے منکبرس کا ساتھ دیا تو میری خیر نہیں۔ اگر مجھے بچانا چاہتے ہو تو منکبرس کو گرفتار کر کے سلطان کے حوالہ کردو' چنانچہ ان لوگوں نے مدد کے بہانہ سے اس کو بلا کر سلطان کے پاس بھجوا دیا۔ سلطان نے اس خدمت کے صلہ میں زندگی کو رہا کر کے بنی برسق کی جاگیر واگزار کردی۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۹)

صدقہ بن دبیس کا قتل: ۵۰۱ھ میں سلطان محمد نے اپنے پرانے وفادار امیر سیف الدولہ صدقہ بن منصور اسدی والی حلہ کو قتل کرادیا۔ وہ سلطان کی وفاداری پر اب تک قائم تھا' لیکن اس کے تقرب اور اس کی شوکت و عظمت کی وجہ سے اس کے حاسدوں نے سلطان کو اس کے خلاف بھڑکایا۔ سیف الدولہ میں ایک وصف یہ تھا کہ وہ ہر طاقتور کے مقابلہ میں کمزوروں کی پشت پناہی کرتا تھا اور اس بارہ میں سلطان محمد کی بھی پرواہ نہ کرتا تھا۔ اتفاق سے ابودلف سرخاب ابن کیخسرو بن سادہ پر عتاب

سلطانی نازل ہوا صدقہ نے اسے بھی پناہ دی۔ سلطان نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ سرخاب کو اس کے حوالہ کر دے۔ اس نے انکار کیا اور سلطان کے مقابلہ میں اس کی پوری امداد و حمایت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس قسم کے بعض واقعات اور پیش آئے۔ اس لیے سلطان نے اس پر فوج کشی کر دی۔ سیف الدولہ نے اس کا مقابلہ کیا اور بہادری کے ساتھ لڑ کر جان دے دی۔ (ابو الفداء ج ۳، ص ۲۲۲)

والی موصل کی سرکشی اور موصل پر سلطانی قبضہ:

موصل کے والی جاؤلی سقاوا کا رویہ سلطان کے ساتھ باغیانہ تھا۔ اس نے خراج دینا بند کر دیا تھا اور سیف الدولہ اور سلطان کی جنگ میں اس نے سیف الدولہ کی حمایت کی تھی۔ اس لیے اس سے فراغت کے بعد سلطان نے جاؤلی کے مقابلہ میں فوجیں بھیجیں۔ وہ مقابلہ کے انتظام کے لیے موصل سے باہر چلا گیا اور سلطانی فوجوں نے موصل کا محاصرہ کر لیا۔ جاؤلی کے بیوی بچے اور کچھ فوج موصل کے قلعہ میں تھی۔ ان لوگوں نے اہل موصل پر زیادتی کی۔ اس لیے وہ سب اس کے خلاف ہو گئے اور سلطانی فوجوں نے آسانی کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔ جاؤلی کی بیوی امیر مودود کی اجازت سے اپنا مال و متاع لے کر اپنے بھائی امیر برسق بن برسق کے پاس چلی گئی اور موصل کا علاقہ سلطانی قبضہ میں آ گیا۔

باطنیوں کی مصیبت: سرزمین عجم میں باطنیوں کی تبلیغ و اشاعت کا مختصر حال ملک شاہ کے زمانہ میں گزر چکا ہے۔ ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں کی خانہ جنگی کے زمانہ میں باطنیوں کی قوت بہت بڑھ گئی اور انہوں نے عجم کے بہت سے قلعوں اور قہستان کے پورے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ (ابن اثیر نے ان قلعوں کی پوری تفصیل لکھی ہے، دیکھو ج ۱۰، ص ۱۱۰) ملک شاہ کے زمانہ ہی میں ان کی تاخت و تاراج اور قتل و غارت کی وارداتیں شروع ہو گئی تھیں۔ قلعوں پر قبضہ کے بعد ان کی جسارت اور بڑھ گئی اور انہوں نے بے دریغ خونریزی شروع کر دی اور چند

پوری پوری احتیاط کرتے۔ اتفاق سے سلطان برکیارق اور سلطان محمد کی جنگ کے زمانہ میں باطنیوں کے ہاتھ سے جو امیر مارے گئے تھے' وہ سب سلطان محمد کی جماعت کے تھے۔ اس لیے سلطان محمد کے مخالفین نے خود اسے باطنیت سے متہم کر دیا تھا۔ اس لیے برکیارق کو ان کے استیصال کی طرف توجہ کرنی پڑی اور اس نے سب سے اول اپنی فوج کے باطنیوں کو تلاش کر کر کے قتل کرایا۔ اس سلسلہ میں بہت سے امراء بھی مارے گئے۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۱۱۲) فوج کے علاوہ جہاں جہاں ان کے جتھے مل سکے' ان کا استیصال کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بھی بہت سے امراء جن پر باطنیت کا شبہ تھا' قتل ہوئے۔ مدرسہ نظامیہ کے ایک مدرس کیاہراسی باطنیت کے الزام میں پکڑ کر لے گئے اور مستظہر کی شہادت پر انہیں رہائی ملی۔ (ابن خلدون ج ۵' ص ۲۶' ۲۷)

باطنیت کا الزام ایسا سنگین تھا کہ اس کا داغ صرف تلوار دھوسکتی تھی۔ اس لیے اس عام داروگیر میں بہت سے ناکردہ گناہ بھی مارے گئے۔ مختلف امراء اور بااثر اشخاص نے اپنی اپنی جگہ پر علیحدہ ان کا استیصال کیا' چنانچہ جاولی سقاداوالی موصل' تیران شاہ والی کرمان اور ابو القاسم مسعود بن محمد خجندی نے ہزاروں باطنیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۱۰۹ و ۱۱۱)

اصفہان کے نواح میں قلعہ سیاہ داراب تک احمد بن عطاش کے قبضہ میں تھا۔ وہ بے شمار مسلمانوں کو قتل کر چکا تھا اور زمینداروں اور سلطانی عمال تک سے ٹیکس وصول کرتا اور سب جان کے خوف سے ادا کرتے تھے۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۱۵۱) اس لیے سلطان محمد کو بھی ان کی طرف توجہ کرنا پڑی اور اس نے سیاہ در پر فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کیا۔ احمد بن عطاش نے چند دنوں تک مدافعت کی کوشش کی' لیکن پھر اس کا سامان رسد ختم ہو گیا۔ اس نے سلطان محمد کے وزیر سعد الملک اوجی کے پاس جو درپردہ باطنی تھا' کہلا بھیجا کہ اگر تم نے سامان رسد بھیجنے کا کوئی انتظام نہیں کیا تو میں قلعہ حوالہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ سعد الملک نے جواب میں کہلایا کہ چند دن اور توقف کرو میں اس کتے

(سلطان محمد) ہی کا کام تمام کرائے دیتا ہوں۔ سلطان محرور المزاج تھا' ہر مہینہ فصد لیا کرتا تھا۔ سعد الملک نے شاہی فصاد کو رشوت دے کر زہر آلود نشتر سے فصد دینے پر آمادہ کرلیا۔ سلطان کو اس کی خبر ہوگئی اور فصاد کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا۔ سلطان نے زہر آلود نشتر سے سعد الملک کو فصد دلوائی اور وہ ختم ہو گیا۔ سعد الملک کی موت کے بعد احمد بن عطاش قلعہ حوالہ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ سلطان نے اسے گرفتار کرلیا اور نہایت ذلت کے ساتھ اس کی تشہیر کر کے قتل کیا اور اس کا قلعہ مسمار کرا دیا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۵۸ تا ۱۶۱ ملخصاً و تاریخ گزیدہ ج ا ص ۴۵۴' ۴۵۵)

۵۰۳ھ میں سلطان نے اپنے وزیر نظام الملک بن احمد بن نظام الملک اول باطنیوں کے اصل مرکز قلعہ الموت کی تسخیر پر مامور کیا۔ اس نے فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کرلیا' لیکن چند دنوں کے بعد گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کو لوٹ آنا پڑا۔ اس کی واپسی کے بعد ایک باطنی نے حملہ کر کے اس کو زخمی کر دیا۔ زخم اوچھا لگا تھا' چند دنوں میں شفایاب ہو گیا۔ اس کے دو سال بعد یہ مہم امیر انوشتگین شیر گیر کے متعلق ہوئی اور متعدد امراء اس کی مدد پر مامور ہوئے۔ انہوں نے قلعہ کلام اور قلعہ بیرہ باطنیوں کے کئی قلعے فتح کیے۔ امیر انوشتگین نے بڑے اہتمام سے قلعہ الموت کا محاصرہ کرلیا اور یہاں مکانات بنوا کر مستقل قیام کر دیا۔ سلطان برابر سامان رسد اور فوجیں بھیجتا رہا۔ حسن بن صباح نو دس سال تک مدافعت کرتا رہا۔ آخر میں جب اس کا سامان رسد ختم ہو گیا اور محصورین کی جان پر آ بنی تو حسن بن صباح اس شرط پر قلعہ حوالہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا کہ اسے بیوی بچوں سمیت نکل جانے دیا جائے' لیکن انوشتگین نے اسے منظور نہ کیا اور اہل قلعہ کی جانکنی کی نوبت پہنچ گئی۔ عین اس وقت سلطان محمد کی موت کی خبر آ گئی' اس لیے انوشتگین محاصرہ اٹھا کر لوٹ گیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۸۵' ۱۸۶)

پہلی جنگ صلیبی: مستظہر کے دور کا سب سے اہم واقعہ جنگ صلیبی کا آغاز ہے' اگرچہ اس کو براہ راست خلافت بغداد سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن جنگ صلیبی

نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ اس زمانہ کا مشرق و مغرب کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ جس کا سلسلہ دو صدیوں تک قائم رہا۔ ساری دنیائے اسلام اس سے متاثر ہوئی اور اس کا آغاز سلجوقیوں کی مخالفت سے ہوا اور اس کے دفاع میں ان کا بڑا حصہ رہا ہے۔ اس لیے اس کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔ قدیم یورپین مورخین نے ان لڑائیوں کو خالص مذہبی رنگ دے دیا ہے، لیکن درحقیقت اس کے اسباب مذہبی سے زیادہ سیاسی تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں جنوبی یورپ میں مسلمانوں کی قوت کمزور پڑ گئی تھی۔ سسلی کا جزیرہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ اسپین میں بھی اس کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا۔ ان کی متحدہ قوت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ جو نہ صرف آپس میں دست و گریباں رہتی تھی، بلکہ ایک دوسرے کی رقابت میں عیسائیوں کے ساتھ مل جانے میں بھی دریغ نہ کرتی تھی، جس سے اندلس میں مسلمانوں کی قوت روز بروز کمزور پڑتی جاتی تھی اور عیسائیوں کی قوت بڑھتی جاتی تھی۔ ان کی متعدد حکومتیں قائم ہو گئی تھیں۔ مشرقی اسپین کے عیسائی حکومت اتنی طاقتور ہو گئی تھی کہ اس کا فرمانروا الفانسو دوم اسلامی حکومتوں سے خراج وصول کرتا تھا اور عیسائی دنیا کو یقین ہو گیا تھا کہ اسپین سے مسلمانوں کے خاتمہ کا وقت قریب آ گیا۔ عین اسی زمانہ میں شمالی افریقہ میں مرابطین کی نئی اور تازہ دم قوت ابھر رہی تھی۔ اندلس کے مسلمان عیسائیوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کو مرابطی حکومت کے گل سر سبد یوسف بن تاشفین سے مدد کے طالب ہوئے۔ وہ ۴۷۹ھ میں ایک لشکر جرار لے کر اندلس پہنچا اور زلاقہ کے معرکہ میں عیسائیوں کی متحدہ قوت کو نہایت فاش شکست دی۔ الفانسو دوم اس جنگ میں سخت زخمی ہوا اور اس کی قوت برباد ہو گئی۔ اسپین سے یوسف بن تاشفین کی واپسی کے بعد پھر یہاں کی زوال پذیر اسلامی حکومتوں میں جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس کا لازمی نتیجہ ان کی تباہی تھی۔ اس لیے یوسف نے دوبارہ فوج کشی کر کے سرقسطہ کی ہودی حکومت کے سوا جس نے عیسائیوں کے دامن میں پناہ لی تھی، باقی تمام اسلامی حکومتوں کو ختم کر کے متحدہ حکومت

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

مسلمانوں کی طرف سے یورپ کو آٹھویں صدی کے بعد سے کوئی ایسا خطرہ نہیں پیش آیا تھا' کیونکہ مشرق کے علاوہ مغرب میں بھی ان کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ ہسپانیہ میں جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں' وہ کچھ سنبھلنے لگی تھیں' مگر یہاں بھی مسلمانوں کا اقبال زور پر تھا اور ۴۸۰ھ میں زلاقہ کی عظیم الشان جنگ میں مسیحیوں کو شکست ہوئی۔ (الفانسو دوم اور یوسف بن تاشفین کی جنگ کی طرف اشارہ ہے) اس طرح آٹھویں صدی کی طرح پھر یورپ کے دونوں محاذوں پر خطرہ موجود تھا اور سخت ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹا دیا جائے۔ (تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۴۵۳' ۴۵۴ ترجمہ اردو)

سب سے زیادہ مشرقی یورپ میں تھا' جہاں سلجوقی قسطنطنیہ کے قریب پہنچ گئے تھے' چنانچہ قیصر الیکزیس نے ان کو روکنے کے لیے یورپ کی حکومتوں سے مدد طلب کی۔ (تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۴۵۳' ۴۵۴ ترجمہ اردو' و تاریخ یورپ ج ۱' ص ۳۵۴) اور اس کے حصول کے لیے قسطنطنیہ کا مشرقی کلیسا روم کے مغربی کلیسا کے سامنے جھکنے کو تیار ہو گیا۔ (خطط الشام کرد علی ج' ص ۲۷۶)

اتفاق سے اسی زمانہ میں بعض ایسے اسباب پیدا ہو گئے جن سے پوپ اور اربن دوم کو ایک مذہبی بہانہ ہاتھ آ گیا۔ شام و فلسطین کی سلجوقی حکومت نے بیت المقدس کے مسیحی زائروں کی بے عنوانیوں کی وجہ سے ان پر کچھ پابندیاں عائد کر دی۔ لیبان کا بیان ہے:

"قسطنطین کے وقت سے اور علی الخصوص اس زمانہ سے جب ہارون الرشید شارلیمین کے مابین پیام وسلام ہوا۔ عیسائیوں کی زیارت فلسطین جاری رہی اور روز بروز بڑھتی گئی۔ ان زائرین کے بعض گروہ تو فی الواقع ایک فوج کی حیثیت رکھتے تھے۔ ایک فسیلس رچرڈ اپنے ساتھ سات سو آدمی لے گیا' جو وہاں تک نہ پہنچا سکے اور سائپرس واپس آئے۔ ۱۰۲۴ھ میں شیر فرائے میانس کا بطریق اور

چار بطریق اور اپنے سات ہزار زائرین کا گروہ لے گئے۔ان میں بہت سے سردار اور امراء تھے' جو بدویوں اور ترکمانوں سے لڑتے بھی تھے بیت المقدس کی زیارت اس قدر مشکل اور پر خطر ہوگئی کہ پادریوں نے مجرموں کے لیے اسے سزا قرار دیا تھا۔اس زمانہ میں بڑے بڑے مجرم بہت ہی کثرت سے تھے اور چونکہ دوزخ کی آگ کا خوف شدت سے تھا' اس لیے زائرین کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی بہ استثناء چند راسخ الاعتقاد اشخاص کے' بیت المقدس کے اکثر زائرین اس قسم کے بدمعاش ہوتے تھے۔جن کی فطرت میں ہر قسم کی شرارت بھری ہوئی تھی اور جنہیں محض دوزخ کی آگ میں جلنے کا خوف اتنی دور لے جاتا تھا۔ان زائروں کی تعداد روز بروز اس درجہ بڑھتی گئی اور اس کے اطوار بتدریج اس قدر بگڑتے گئے کہ ترکمانوں نے جو اس وقت شام کے حاکم تھے اور عربوں کے جیسے متحمل اور روادار نہ تھے۔انہیں روکا اور اصرار کیا کہ بلا اجازت کے وہ ایک اسلامی ملک میں زیارت کے لیے نہ آئیں۔بعوض اس کے کہ وہ بیت المقدس میں نہایت شان سے باجے بجاتے ہوئے اور مشعلیں روشن کیے ہوئے (جیسا کہ عربوں کے زمانہ میں دستور تھا) داخل ہوں' ترکمانوں نے انہیں مجبور کیا کہ وہ فروتنی کے ساتھ آئیں' بلکہ ان پر انواع و اقسام کے تشدد بھی کیے۔(تمدن عرب ص ۲۹۳ ترجمہ اردو)

اتفاق سے اسی زمانہ میں فرانس کا پٹیر نامی ایک راہب بیت المقدس کی زیارت کو گیا۔لیبان نے مخبوط الحواس اور متعصب کے لقب سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(تمدن عرب ص ۲۹۴ ترجمہ اردو) وہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ میں دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔یہاں کے بطریق سمعان نے مدفن مسیح پر مسلمانوں کے قبضہ اور عیسائیوں پر ان کے مظالم کی فرضی داستان سنا کر اس کے جذبات کو اور زیادہ بھڑکایا اور یہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھڑانے پر آمادہ ہوگیا۔(الاخبار السنیہ

فی حروب الصلیبیہ ص ۴) یہاں سے واپسی پر وہ سیدھا روم پہنچا اور پاپائے روم اربن دوم سے مل کر ساری داستان سنائی۔ مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کے سیاسی اسباب جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ پہلے سے موجود تھے۔ پٹیر کی فریاد سے پوپ کو ایک مذہبی بہانہ ہاتھ آ گیا اور وہ اس مقدس کام میں مدد دینے کے لیے آمادہ ہو گیا اور پٹیر کو یورپ کی حکومتوں کے نام سفارشی خطوط دے کر عیسائی دنیا میں مقدس جہاد کی منادی پر مامور کیا۔ (الاخبار السنیہ وتمدن عرب ص ۲۹۴) وہ پوپ کا اجازت نامہ لے کر سارے فرانس و اٹلی میں روتا پیٹتا پھرا اور زائرین بیت المقدس پر مسلمانوں کے مظالم بیان کر کے ان کے خلاف سارے یورپ میں جوش پیدا کر دیا۔ (تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۳۵۵) اس کے بعد پوپ اربن دوم نے ۱۰۹۵ھ میں فرانس کے شہر کلرمون میں عیسائی دنیا کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی۔ اس میں مختلف ملکوں کے اتنے نمائندے شریک ہوئے کہ کسی ایک مکان میں ان کی جگہ نہ نکل سکی اور چند فروعی امور کے تصفیہ کے بعد پوپ نے مجمع کو مخاطب کیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے پر ترغیب دی اور اس مقصد کے لیے اس نے انجیل کی ایک آیت کے معنی غلط بیان کیے۔ اس قسم کی معنی آفرینی قرون وسطیٰ میں آئے دن ہوتی رہتی تھی۔ پوپ نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا کہ اس وقت جو شخص اپنی صلیب کو نہ اٹھائے گا اور میرے ساتھ نہ چلے گا وہ میرا پیرو نہیں ہے۔ (تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۳۵۵)

بقول اے جے گرانٹ: ''اس زمانہ میں دیوانہ پن کی ایک وبا یورپ میں پھیلی ہوئی تھی۔ پوپ گویا کلیسا کی زبان تھا اور جو احکام اس کی زبان سے نکلتے تھے۔ ان پر تمام یورپ آمنا وصدقنا کہتا تھا۔ (تاریخ اے جے گرانٹ ص ۳۵۱) اس لیے پوپ کی تقریر سے حاضرین میں ایک مجنونانہ جوش پیدا ہو گیا اور سب چلا اٹھے کہ اللہ کی یہی مرضی ہے اور سرخ کپڑے کی صلیبیں اپنے سینوں پر لگا کر اس عظیم الشان مہم کے لیے تیار ہو گئے اور مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایک انبوہ کثیر پٹیر زاہد کی قیادت میں روانگی

کے لیے آمادہ ہوگیا۔ (تاریخ اے جے گرانٹ ص ۳۵۵)

لیبان کے بیان کے مطابق ان مقدس مجاہدین کا یہ حال تھا: ''جنت ملنے کے علاوہ ہر شخص کو اس میں حصول مال کا بھی ایک ذریعہ نظر آتا تھا۔ کاشتکار جو زمین کے غلام اور آزادی پر جان دیتے تھے۔ خاندانوں کی اولاد اصغر جو قانون وراثت کی رو سے محروم الارث تھی۔ امراء جنہیں آبائی جائیداد کا حصہ کم ملا تھا اور جنہیں دولت کی خواہش تھی۔ راہب جو خانقاہی زندگی کی سختیوں سے عاجز آ گئے تھے' غرض کل مفلوک الحال اور ممنوع الارث اشخاص جن کی تعداد بہت تھی' اس میں شریک تھے۔ (تمدن عرب ص ۲۹۵)

''ان کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ اس خالص جذبہ مذہبی میں حرص و ہوا' خود غرض' ظلم و ستم' انتقام و منافرت اور جنگ و خونریزی کے عناصر شامل ہو گئے۔ انہیں صرف مسلمانوں ہی سے نفرت نہ تھی بلکہ غریب یہودی بھی جو مغرب میں آباد تھے' گرفتار مصیبت ہو گئے۔ مالی نقصان کے علاوہ انہیں سخت جسمانی تکلیفیں پہنچائی گئیں اور طرفہ تماشا یہ تھا کہ ان کی بدکرداریوں کے بانی وہ لوگ تھے جو اس سرزمین کو آزاد کرانے جا رہے تھے۔ جہاں مسیح نے تمام بنی آدم کے لیے اپنی جان دی تھی۔ (تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۳۵۵)

غرض صلیبی مجاہدین کا یہ بے نظام انبوہ جس کی تعداد تیرہ لاکھ تھی۔ پیٹر راہب اور ایک مفلس سردار گوتیر کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا' گویا سارا یورپ ایشیاء پر چڑھ دوڑا ہے۔ راستہ میں جا بجا ان مجاہدین کی آؤ بھگت ہوئی' لیکن بلغاریہ والوں نے مفت سامان رسد دینے سے انکار کر دیا۔ ان کے انکار پر ان حامیاں دین نے دیہاتوں کو لوٹا اور اس کے باشندوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بلغاریوں نے بھی' جو اس کے عادی نہ تھے' ان سے پورا بدلہ لیا۔ ہزاروں کو مارا اور دریا میں غرق کر دیا۔ باقی بھاگ کر کسی طرح قسطنطنیہ پہنچے۔ یہاں مختلف ملکوں کے مجاہدین کے گروہ پہنچ

چکے تھے۔ان سب نے مل کر قتل و غارت اور انواع و اقسام کے مظالم شروع کر دیئے۔قیصر الکوس نے عاجز آ کر باسفورس پار ایشیائے کوچک کی طرف ہانک دیا۔یہاں ان کی وحشت و درندگی اور زیادہ بڑھ گئی اور انہوں نے بلا امتیاز مسلمان و عیسائی دونوں کے ساتھ وحشیانہ افعال شروع کر دیئے۔ان کا محبوب شغل یہ تھا کہ جو بچہ ان کے سامنے آ جاتا اس کا تکا بوٹی کر کے آگ میں جلا دیتے۔قلج ارسلان سلجوقی والی قونیہ نے ان کی وحشت کا ان سے پورا انتقام لیا اور جانوروں کی طرح ان کا قتل عام کیا اور قریب قریب پوری فوج برباد ہو گئی۔(تمدن عرب ص ۲۹۶) اس درمیان میں یورپ کی حکومتوں کی فوجیں بھی تیار ہو گئیں اور یورپ کے فرمانرواؤں نے اپنے اعزہ اور امراء کی قیادت میں ان کو روانہ کیا۔شمالی فرانس کی فوجیں فلپ اول کے بھائی ہیگو آف ورمینڈ و اسفٹن کی قیادت میں تھیں۔جنوبی فرانس کی ورمینڈ کاؤنٹ ٹولوز کی نارمنوں کی شاہ انگلینڈ کے بھائی رابرٹ کی رائن کے جرمنوں اور فرانسیسیوں کی گارڈ فری رئیس بویلون کی جنوبی اٹلی و سسلی کی بوہینڈ اور ٹنکرڈ کی قیادت میں روانہ ہوئیں۔ان کے علاوہ یورپ کے اور بہت سے امراء بھی شریک تھے۔ان فوجوں کی تعداد دس لاکھ تھی۔اس میں جس قسم کے عناصر شامل تھے اور ان کے پیش نظر جو مقاصد تھے' ان کے متعلق آلیور تھیچر کا بیان ہے کہ: ''نصرانیوں کا یہ لشکر مختلف و متباین عناصر سے مرکب تھا۔پاپا کا ارشاد ہو چکا تھا کہ جو لوگ اس راہ میں شہید ہوں گے' اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔بہتوں نے اس ارشاد کے اعتماد پر خالص مذہبی جوش سے اس میں شرکت کی تھی۔بہت سے ایسے لوگ اس میں شریک ہو گئے تھے جو ادائی قرض سے بچنا چاہتے تھے' یا اپنے خاندانوں سے بھاگ آئے تھے۔بہت سے مجرم تک اس میں شریک تھے اور جرائم کی سزا سے جان بچانا چاہتے تھے۔بہت سے نیم غلام اپنے آقاؤں کی سخت گیری سے تنگ آ کر اس میں آ ملے تھے۔بہت منچلے اس لیے داخل ہو گئے تھے کہ سیر و سیاحت و معرکہ آرائی لطف آئے گا۔یہ عام سپاہیوں کا حال تھا۔سرداران فوج

تمام تر اس غرض سے شریک ہوئے تھے کہ ان کے اقتدار میں اضافہ ہو اور مشرقیوں اور یونانیوں سے حاصل کیے ہوئے علاقوں پر مشرق میں اپنی آزاد حکومت قائم کریں۔ پوپ کا مقصد بے شک مقامات مقدسہ کا آزاد کرانا تھا' مگر اس کے ساتھ ہی یہ غرض بھی پیش نظر تھی کہ مشرق میں ان کا مذہبی اقتدار قائم ہو جائے (مشرق کی عیسائی دنیا قسطنطنیہ کے مشرقی کلیسا کے ماتحت تھی' جس کو روم کے کلیسا کے ساتھ ہمیشہ چشمک رہتی تھی) اٹلی کے جو شہر اس پہلے محاربے میں شریک ہوئے' ان کی اصل غرض یہ تھی کہ اپنی تجارت کو پھیلائیں اور مشرقی سواحل پر اپنے خاص حقوق قائم کریں۔ (تاریخ اسلام یورپ ایلور تھیچر ج ا ص ۲۸۳)

اے جے گرانٹ لکھتا ہے کہ: ''جب کلیسا کے حکم سے زرخیز مشرقی ممالک میں لڑنے اور فتوحات حاصل کرنے کا موقع ہاتھ لگا تو امرائے جاگیری نے اسے نہایت زرین موقع خیال کیا اور جنگ کے لیے فوراً تیار ہو گئے۔ (تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۳۵۲)

خود یورپین مورخین کے ان بیانات سے ظاہر ہے کہ اس مقدس جہاد کے اصل مقاصد کیا تھے۔ بہر حال صلیبی فوجیں بحری اور بری دونوں راستوں سے علی الترتیب ہیگو آف ورمنڈ اور کارڈفری کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوئیں۔ الیکزیس ان کے اصل مقاصد سے غافل نہ تھا۔ اس لیے صلیبیوں کے قسطنطنیہ کے پہنچنے کے قبل ہی ان میں اور الیکزیس میں اختلاف شروع ہو گیا۔ الکزیس کا کہنا تھا کہ اس کے پرانے مقبوضات واپس لینے کے بعد اسے ملنے چاہئیں اور صلیبی ان کو آپس میں تقسیم کرنا چاہتے تھے۔ (تاریخ اے جے گرانٹ ص ۳۵۶) یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ ہیگو آف ورمنڈ رومی سلطنت کے ساحل پر اترتے ہی الیکزیس کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا۔ گارڈفری کو جو بری راستہ سے آرہا تھا اور رومی حدود سلطنت میں داخل ہو چکا تھا' اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے الیکزیس کے ملک میں قتل و غارت شروع کر دی۔ اس

سے الیکزیس کو بڑی تشویش پیدا ہوگئی اور اس نے ہیگو کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ آئندہ اس کے احکام کی پوری پابندی کرے گا اور اس کے منشا کے خلاف کوئی کام نہ کرے گا۔ صلیبی اس شرط پر بگڑ کر الیکزیس سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس نے ان کو دبانے کے لیے اپنی رعایا کو ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرنے سے روک دیا۔ اس کے جواب میں صلیبیوں نے دیہاتوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس لیے الیکزیس کو ممانعت اٹھا لینی پڑی۔ ایک دوسرے سردار بوہمینڈ آف ٹارنٹ نے خاص قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا۔ اس وقت الیکزیس کو مجبور ہو کر گارڈفری سے جو صلیبی فوج کا سپہ سالار اعظم تھا، صلح کرنی پڑی اور دونوں میں مفاہمت کے بعد الیکزیس نے صلیبیوں کو ہر ممکن مدد پہنچانے کا وعدہ کیا اور اپنے ممالک محروسہ میں اعلان کر دیا کہ صلیبی فوجیں جہاں جہاں سے گزریں وہاں کے باشندے ان کو سامان رسد اور دوسری سہولتیں بہم پہنچائیں۔ (الاخبار السنیہ ص ۱۰ تا ۱۲ ملخصاً)

اس مصالحت کے بعد ۱۰۹۷ھ میں صلیبی فوجیں گارڈفری کی قیادت میں باسفورس کو عبور کر کے ایشیائے کوچک میں اتریں اور سلجوقیوں کے پایہ تخت قونیہ کا محاصرہ کیا۔ قلج ارسلان سلجوقی نے بڑی شجاعت سے مداخلت کی، لیکن دونوں کی قوت میں کوئی تناسب نہ تھا۔ اس لیے آخر میں قلج ارسلان کو شکست ہوئی۔ (ابن اثیر ج ۱۰، ص ۹۵) الیور تھیچر کا بیان ہے کہ دوران محاصرہ میں خود قیصر الیکزیس نے قلج ارسلان کو مطیع بنا لیا۔ صلیبیوں میں اس سے بڑی برہمی پیدا ہوئی کہ انہیں لوٹنے کا موقع نہ مل سکا۔ (تاریخ یورپ جلد ۱، ص ۲۸۴) قونیہ کے بعد صلیبی فوجیں شام کی طرف بڑھیں اور انطاکیہ کا محاصرہ کیا۔ یہاں کے سلجوقی والی باغیسیان نے پوری مدافعت کی۔ جب محاصرہ زیادہ طول کھینچا تو صلیبیوں نے رشوت دے کر شہر پناہ کے ایک محافظ کو ملا لیا۔ اس نے ایک دروازہ کھول دیا اور صلیبی فوجیں شہر میں داخل ہو گئیں اور اس کی پوری مسلمان آبادی کو تہ تیغ کر دیا اور ان کے مکانات مسمار کر دیے۔ (ابن اثیر ج ۱۰،

ص ۹۵)

انطاکیہ پر صلیبیوں کے قبضہ اور مسلمانوں کے قتل عام کی خبر سن کر امیر قوام الدولہ کربوغا والی موصل آس پاس کے مسلمان حکمرانوں کو ساتھ لے کر انطاکیہ کے مسلمانوں کی مدد کے لیے پہنچا۔ اس وقت سامان رسد کی قلت کی وجہ سے صلیبیوں کی حالت بہت نازک ہو رہی تھی اور ان میں تازہ دم اسلامی فوجوں کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ انہوں نے کربوغا کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر ان کو راستہ دے دیا جائے تو وہ انطاکیہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ کربوغا نے جواب دیا کہ تم کو تلوار ہی نکالے گی۔ اس جواب سے صلیبیوں میں بڑی مایوسی پھیل گئی۔ ایک ہوشیار راہب نے ان کی ہمت بندھانے کے لیے ایک خاص مقام پر ایک نیزہ دفن کر کے یہ مشہور کر دیا کہ اس کو خواب میں بشارت ہوئی ہے کہ فلاں مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک نیزہ دفن ہے' اگر وہ مل جائے تو ہماری فتح یقینی ہے' چنانچہ اس مقام کو کھودا گیا تو اس سے نیزہ برآمد ہو گیا۔ اس سے صلیبیوں کے دل بڑھ گئے اور وہ متفرق طور سے مقابلہ کے لیے انطاکیہ سے باہر نکلنے لگے۔ مسلمانوں نے کربوغا سے کہا۔ اس وقت حملہ کا بہترین موقع ہے۔ اس نے سب پر ایک ساتھ حملہ کے خیال سے اجازت نہ دی اور کل صلیبی باہر نکل کر مقابلہ کے لیے صف آراء ہو گئے۔

کربوغا کی بد دماغی اور اس کے ناپسندیدہ طرز عمل سے دوسرے امراء سخت بددل ہو رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے عین موقع پر ساتھ چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو بڑی فاش شکست ہوئی۔ ان کا کل ساز و سامان صلیبیوں کے قبضے میں آ گیا۔ (ابن اثیر ج ا ص ۹۶' و تاریخ یورپ ج ا ص ۲۸۵)

اس کامیابی کا جشن منانے کے بعد صلیبی فوجیں شمالی ویت نام کی طرف بڑھیں اور معرۃ النعمان کو فتح کر کے تین دن تک قتل عام کرتی رہیں اور ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان قتل اور اسی قدر زندہ گرفتار کیے گئے۔ معرۃ النعمان کے بعد عرقہ کا محاصرہ کیا' لیکن اس کو فتح نہ کر سکے۔ ان کی سفاکی دیکھ کر امیر منقذ والی شیرز نے صلح کر لی اور

صلیبی حمص پہنچے۔یہاں کے حاکم جناح الدولہ نے بھی صلح کر لی۔اس کے بعد صلیبیوں نے عکہ فتح کرنے کی کوشش کی' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور انہوں نے اصل منزل مقصود بیت المقدس کا رخ کیا۔جنگ صلیبی کے آغاز میں بیت المقدس سلجوقیوں کے قبضہ میں تھا' لیکن انطاکیہ پر قبضہ کے بعد جب ان کی قوت کمزور پڑی تو فاطمیہ مصر نے اس پر قبضہ کرلیا تھا اور صلیبیوں کے حملہ کے وقت وہ ان ہی کے قبضہ میں تھا۔(ابن اثیر ج ۱۰'ص ۹۶' وتاریخ یورپ ج ا'ص ۹۸)

رجب ۴۹۲ھ مطابق جون ۱۰۹۹ء میں صلیبی مجاہدین نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ان کے سیلاب کو روکنے کی مسلمانوں میں طاقت نہ تھی۔اس لیے بیالیس دن کے محاصرہ کے بعد شعبان ۴۹۲ھ مطابق جولائی ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ ہو گیا اور کئی ہفتوں تک اس مقدس شہر میں قتل عام کرتے رہے۔صرف مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار مسلمان قتل کیے گئے۔جن میں بڑی تعداد مختلف ملکوں کے ان تارک دنیا علماء ومشائخ کی تھی' جو ہجرت کر کے اس مقدس مسجد میں مشغول عبادت تھے۔مسجد اقصیٰ کا تمام طلائی نقرئی بیش قیمت سامان لوٹ لیا۔(ابن اثیر ج ۱۰'ص ۹۶ وتاریخ یورپ ج ا'ص ۹۸)

(ابن اثیر ج ۱۰'ص ۹۸)

بیت المقدس کی فتح میں صلیبی مجاہدین نے جس وحشت ودرندگی کا ثبوت دیا اس پر خود منصف مزاج یورپین مورخین تک نے ملامت کی ہے۔فرانسیسی مورخ میشو لکھتا ہے:"بیت المقدس کی فتح میں صلیبیوں نے ایسے اندھے تعصب کا ثبوت دیا ہے' جس کی مثال گذشتہ تاریخ میں نہیں ملتی۔عربوں کو زبردستی اونچے برجوں اور بلند مکانوں کی چھت سے گرا دیتے تھے' آگ میں زندہ جلا دیتے تھے' گھروں سے نکال کر میدانوں میں جانوروں کی طرح گھسیٹتے تھے' مقتول مسلمانوں کی لاشوں پر لے جا کر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے۔کئی ہفتوں تک قتل عام کرتے رہے۔مشرق ومغرب کے بیان کے مطابق انہوں نے ستر ہزار مسلمانوں سے زیادہ تہ تیغ کیے۔(یہ تعداد صرف مسجد اقصیٰ کے مقتول

مسلمانوں کی ہے) بہت سے یہودیوں نے مذبح میں پناہ لی۔ صلیبیوں نے آگ لگا کر مع مذبح کے ان کو جلا دیا۔ (خطط الشام کرد علی ج ا ص ۲۸۲ بحوالہ میشو) لیبان نے جنگ صلیبی کے مشہور مجاہد اور عینی شاہد رابرٹ کے حوالہ سے لکھا ہے:

''ہمارے لوگ صلیبی راستوں پر مکانوں کی چھت پر دوڑ رہے تھے اور مثل اس شیرنی کے جس کے بچے چھین لیے گئے ہوں' قتل عام کے مزے لے رہے تھے' یہ بچوں کے ٹکڑے کر رہے تھے اور جوان و پیر فرتوت دونوں کو برابر قتل کر رہے تھے۔ یہ کسی متنفس کو کبھی نہ چھوڑتے اور جلد فراغت حاصل کرنے کی غرض سے ایک ہی رسی میں کئی کئی آدمیوں کو لٹکا دیتے تھے۔ ہمارے لوگ جو پاتے لے لیتے اور مردوں کے پیٹ چیر کر ان سے روپے اور اشرفیاں نکالتے۔ افسوس اے طمع از شہر کے راستوں میں خون کے دریا بہتے اور چاروں طرف لاشیں پھیلی ہوئی تھیں۔ او اندھو! تم سب کو ایک دن مرنا ہے۔ ان میں ایک فرد بشر ایسا نہ تھا' جو مذہب عیسوی قبول کرتا۔ بالآخر بوہمینڈ نے ان سب کو جنہیں اس نے قصر کے صحن میں جمع کیا تھا' سامنے بلایا اور بلا امتیاز بوڑھے عورت اور مرد اور معذور و بے کار اشخاص سب کو قتل کیا اور جو جوان اور مضبوط تھے' انہیں فروخت کرانے کے لیے انطاکیہ بھجوا دیا۔

ایک دوسرے عینی شاہد ریمانڈ واڑیل پوئی کے قسیس کا بیان نقل کرتا ہے: ''جس وقت ہمارے آدمی دیوار اور برجوں پر قابض ہو گئے' تو مسلمانوں میں عجیب واقعات نظر آنے لگے۔ کسی کا سر کٹا ہوا تھا' کسی کے چہرے مجروح تھے' اور وہ مجبوری اپنے کو دیواروں سے نیچے گرا رہے تھے' بعض دیر تک مجروح پڑے رہنے کے بعد جلا دیئے گئے۔ بیت المقدس کے راستوں اور ہر جگہ پر سروں' ہاتھوں اور پاؤں کے انبار لگے ہوئے تھے اور لاشوں پر سے چلنا پڑتا تھا' مگر یہ بہت کم ہے بمقام اس کے جو وقوع میں آیا۔ ہیکل سلیمانی میں اس قدر خون بہا تھا کہ

اس کے صحن میں لاشیں تیرتی پھرتی تھیں۔ کسی کا ہاتھ' کسی کا پیر' کسی کا دھڑ سب بے جوڑ اس طرح سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے کہ انہیں پہچاننا مشکل تھا۔ صلیبیوں نے اس قتل عام کو نا کافی سمجھ کر ایک مجلس منعقد کی۔ جس میں یہ امر قرار پایا کہ کل باشندگان بیت المقدس' مسلمان' یہودی اور غیر مقلد' عیسائی سب تہ تیغ کر دیئے جائیں۔ ان کی تعداد تقریباً ساٹھ ستر ہزار تھی۔ یہ قتل عام کا بازار باوجود حامیان دین عیسوی کی مستعدی کے آٹھ روز تک گرم رہا۔ عورتیں' بچے' بوڑھے' سب مارے گئے' کوئی متنفس جانبر نہ ہوا۔

یہ دردانگیز واقعات نقل کرنے کے بعد لیبان لکھتا ہے کہ: ''ہم خیال کر سکتے ہیں کہ اقوام مشرقی جو اس وقت اس قدر مہذب تھے' ایسے غنیم کی بابت کیا خیال کرتی تھیں۔ ان کی تاریخیں بھی نفرت سے بھری ہوئی ہیں اور سعدی شیرازی نے ان ہی کی نسبت کہا ہے کہ انہیں آدمی کہنا انسانیت کی عار ہے۔ ان کا برتاؤ اس مقدس شہر کے باشندوں کے ساتھ کیا تھا؟ بالکل مختلف تھا' جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کئی صدی بیشتر عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ (تمدن عرب ص ۲۹۸'۲۹۹)

صلیبی مجاہدون نے بیت المقدس کی فتح کے بعد پوپ کو ان الفاظ میں یہ مژدہ لکھا تھا ''اللہ ہمارے عجز وانکسار سے رام ہو گیا اور ہمارے عجز والحاح کے آٹھویں روز اس نے شہر کو دشمنوں سمیت ہمارے حوالہ کیا۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ جو دشمن وہاں موجود تھے' ان کے ساتھ ہم نے کیا سلوک کیا؟ تو اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ جب ہمارے سپاہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے معبد میں داخل ہوئے تو ان کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا۔ (تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۲۵۷)

بیت المقدس پر قبضہ کے بعد صلیبیوں نے اس کے آس پاس کے تمام شہروں صور' علکہ اور رملہ اور یافا وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور گارڈفری کے سامنے بیت المقدس کا تاج وتخت پیش کیا۔ اس نے تاج اور بادشاہ کا لقب قبول کرنے سے انکار کیا کہ: ''جس

سرزمین پر مسیح کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا ہو' وہاں وہ سونے کا تاج پہن کر بادشاہ کہلانا پسند نہیں کرتا۔ اور صرف محافظ مسیح کی حیثیت سے فلسطین کی حکومت قبول کی۔انطاکیہ کا علاقہ بوہمینڈ کو ملا۔رہا بوڈوین کے حصہ میں آیا اور طرابلس الشام ریمنڈ کے حصہ میں پڑا۔اس طرح شام میں چار عیسائی حکومتیں قائم ہو گئیں۔

بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضہ اور مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام سے ساری دنیائے اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا۔اس کی مرکزی حکومت خلافت بغداد میں کوئی دم باقی نہ تھا۔اس کے منتظم سلجوقی خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔اس لیے وہاں سے کوئی مدد نہ پہنچ سکی۔شام' مصر' دیار بکر' دیار ربیعہ' موصل وغیرہ کے مسلمان فرمانرواؤں سے جہاں تک ہو سکا فرنگیوں کے مقابلہ کی کوشش کی اور صلیبی لڑائیوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو گیا۔ان لڑائیوں میں وقتاً فوقتاً مسلمان حکمران بھی کامیاب ہوتے رہے' لیکن ان میں باہم اتحاد نہ تھا اور صلیبیوں کو یورپ کی حکومتوں کی پشت پناہی حاصل تھی اور وہاں سے امداد کا سلسلہ برابر جاری تھا۔اس لیے چند برسوں کے اندر انہوں نے قریب قریب پورے شام و فلسطین پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کے پاس صرف حمص' حماۃ' دمشق' حلب اور چند چھوٹے چھوٹے مقامات رہ گئے۔

بیت المقدس کی فتح میں صلیبی جس وحشت و درندگی کا ثبوت دے چکے تھے' اس کو شام کی کل فتوحات میں دہراتے تھے۔جس شہر کو فتح کرتے اس کی پوری آبادی تہ تیغ کر دیتے۔ان کی اس وحشت و سفاکی سے سارا شام ویران ہو گیا۔(خطط الشام کرد علی ج ۱' ص ۲۸۳)

جنگ صلیبی کا تعلق زیادہ تر شام و مصر کی حکومتوں سے ہے جو ہمارے موضوع سے خارج ہیں اور اس کی تفصیل بڑی طویل ہے۔اس لیے ہم اس سلسلہ کو صرف اہم اور خصوصاً ان واقعات کے تذکرہ پر اکتفا کریں گے' جن کا تعلق خلافت بغداد یا اس کے متولی ایران کے سلجوقیوں سے ہوگا۔بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضے کے بعد کئی

سال تک خلافت بغداد سے شامی مسلمانوں کو کوئی مدد نہ مل سکی اور شام، مصر، موصل اور جزیرہ کے مسلمان حکمرانوں کی مدافعت کے باوجود انہوں نے شام کے بڑے حصہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ حصن اثارب پر ۵۰۵ھ میں عیسائیوں کے قبضہ کے بعد مسلمانوں کی قوت اتنی کمزور پڑ گئی اور ان پر اتنا خوف و ہراس طاری ہو گیا کہ جو مقامات ان کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے، ان کے نکل جانے کا بھی خطرہ پیدا ہو گیا۔ مسلمان حکمرانوں نے ان کو بچانے کے لیے صلیبیوں سے صلح کرنے کی کوشش کی۔ ان کی قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ وہ بڑی مشکلوں سے روپیہ لے کر عارضی صلح پر رضامند ہوئے۔

یہ صورت حال دیکھ کر اہل حلب کا ایک وفد فریاد لے کر بغداد پہنچا۔ یہاں کے مسلمانوں اور علماء نے ان کا پورا ساتھ دیا اور جامع سلطان میں جا کر فریاد کی۔ نمازیوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا۔ مسجد کا منبر توڑ ڈالا، یہ جوش و خروش دیکھ کر سلطان محمد نے سلجوقی امدادی فوجیں بھیجنے کا وعدہ کیا، لیکن اس کے ایفائے عہد کی کوئی امید نہ تھی۔ اس لیے دوسرے جمعہ کو مسلمانوں نے قصر خلافت کی مسجد پر ہجوم کیا۔ حاجبوں نے روکنے کی کوشش کی۔ مجمع نے زبردستی گھس کر مقصورہ کی کھڑکی اور منبر کو توڑ ڈالا۔ یہ صورت حال دیکھ کر مستظہر نے سلطان محمد کو شامی مسلمانوں کی مدد کے لیے فوجی انتظام کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم پر سلطان نے خلافت بغداد کے زیر اثر تمام امرا، فرمانرواؤں کو اپنی اپنی فوجیں لے کر شام جانے کا حکم دیا اور ۵۰۵ھ میں سلطان محمد کا لڑکا مسعود امیر مودود والی موصل امیر سکمان قطبی والی تبریز، امیر البکی اور امیر زنگی والی ہمدان، امیر احمد یل والی مراغہ، امیر ایلغاری والی ماردین کا لڑکا ایاز فوجیں لے کر شام پہنچے اور صلیبیوں کے مقبوضہ کئی علاقے فتح کیے، لیکن پھر ان امراء میں باہم پھوٹ پڑ گئی۔ شام کے بعض مسلمان فرمانرواؤں نے بھی ان سے تعاون نہیں کیا۔ اس وجہ سے یہ فوجیں بے نتیجہ لوٹ گئیں۔

۵۰۶ھ میں فلسطین کے فرمانروا بوڈ وین نے جو گاڈ فری کے بعد اس کا جانشین ہوا

تھا' دمشق پر مسلسل یورش شروع کر دی۔ امیر طغتگین والی دمشق نے امیر مودود سے مدد طلب کی۔ وہ اپنی فوج لے کر پہنچا۔ امیر تمبرک والی نجار اور امیر یلغاری والی ماردین کا لڑکا ایاز بھی پہنچ گئے اور سب نے مل کر بودوین کو بڑی فاش شکست دی' وہ خود گرفتار ہو گیا' لیکن مسلمان اسے پہچانتے نہ تھے' اس لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران میں طرابلس اور انطاکیہ کے فرنگی فرمانروا تازہ دم فوجیں لے کر پہنچ گئے' لیکن دور ہی دور سے جھڑپ کر کے لوٹ گئے۔ اس کی واپسی کے بعد مسلمانوں نے عکا سے قدس تک کا صلیبی علاقہ ویران کر ڈالا اور امیر مودود فوجوں کو آرام دینے کے لیے دمشق لوٹ گیا۔ ربیع الاول ۵۰۷ھ میں جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد گیا۔ ایک باطنی نے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ زخم کاری تھا' مودود روزے سے تھا۔ لوگوں نے افطار کرانے کی کوشش کی۔ اس نے کہا میں اللہ سے روزے کی حالت میں ملوں گا' اور شام ہوتے ہوتے انتقال کر گیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲۷۱' ۱۷۵) سلطان محمد کو امیر مودود کی شہادت کا بڑا قلق ہوا۔ اس نے اس کی جگہ امیر قسنقر کو موصل کا والی مقرر کیا اور اپنے لڑکے مسعود کو اس کے ہمراہ شام روانہ کیا۔ دوسرے تمام امراء کو ان کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے رہا کا محاصرہ کیا' لیکن پھر سامان رسد کی قلت کی وجہ سے دو مہینے کے بعد محاصرہ اٹھا کر لوٹ گئے۔

سلطان محمد کا انتقال: ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں سلطان محمد نے ۳۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اس کی مستقل حکومت برکیارق کے بعد ۴۹۸ھ سے شروع ہوئی تھی۔ اس حساب سے اس کی مدت حکومت ۱۳ سال تھی۔ سلطان اپنے اوصاف و خصوصیات میں اپنے نامور اسلاف کا صحیح جانشین اور شجاعت و شہامت' عدل و انصاف' حسن خلق تمام اوصاف سے آراستہ تھا۔ (ابن اثیر جلد ۱۰' ص ۱۸۵)

ابن اثیر کا بیان ہے کہ ساری عمر میں اس سے کوئی برا کام صادر نہیں ہوا۔ اس کے عدل سے بڑے بڑے امراء کو کسی شخص پر ظلم و زیادتی کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس کی عدل پروری کے متعدد واقعات ابن اثیر نے نقل کیے ہیں۔ رعایا کی سہولت اور تجارت کی

ترقی کے لیے ہر قسم کے ٹیکس موقوف کر دیئے تھے۔ (ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۱۸۴) عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ سلطان محمد کو تائید ایزدی حاصل تھی۔ وہ مبارک فال تھا۔ شباب میں بھی وہ پاکباز رہا۔ حوصلہ مندی اور سیاست ملکی میں اپنے دادا الپ ارسلان کے نقش قدم پر تھا۔ باوقار پر ہیبت اور دانشمند تھا۔ جب اس کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی۔ اس وقت اس کے بھائی کی حکومت کے اثر سے سارا نظام درہم برہم ہو رہا تھا۔ سلطان نے اس کی تنظیم و شیرازہ بندی کر کے سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا۔ (تاریخ آل سلجوق ص ۵۱) راوندی لکھتا ہے کہ سلطان دینداری، عدل و انصاف، عفت و پاکدامنی، اصابت اور پابندی عہد کے اوصاف سے متصف تھا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۵۳)

اس کے اوصاف و کمالات کے شاہد خود اس کے واقعات زندگی ہیں۔ ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کے تاج و تخت کے بہت سے دعویدار پیدا ہو گئے تھے۔ ان کی اور برکیارق کی خانہ جنگی سے سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا۔ برکیارق کے بعد سلطان محمد نے اس بکھرے ہوئے شیرازہ کو مجتمع کر کے پھر سلجوقی حکومت کو زندہ کیا۔ جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ اس کا ایک بڑا کارنامہ باطنیوں کا استیصال ہے۔ اگر اس نے ہمت و مستعدی سے کام نہ لیا ہوتا تو مشرق کے سارے اسلامی ممالک میں قیامت بپا ہو جاتی۔ راوندی لکھتا ہے کہ سلطان نے دین کے اعزاز اور ملحدوں کے استیصال اور ان کے قلع قمع کرنے میں بڑا جہاد کیا اور اسلام کی عزت و ناموس کی حفاظت میں بڑا کارنامہ دکھایا۔ اپنی قوت و قہر کے تیشہ سے کفر و بدعت کے خس و خاشاک کو پاک کر دیا۔ اس نے اصفہان کے باطنیوں کے قلعہ کی تسخیر میں بڑی زحمت اٹھائی۔ سات برس تک مسلسل خواب و خور حرام کر لیا تھا، اگر اس کو باطنیوں کے مقابلہ میں یہ فتح مبین نہ حاصل ہوئی ہوتی تو دین و مذہب کا خاتمہ ہو جاتا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۵۳)

سلطان محمود: سلطان مرض الموت میں اپنے لڑکے محمود کو جانشین بنا گیا

تھا۔ چنانچہ اس کی وفات کے بعد ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔ مستظہر نے بھی اس کی حکومت کی تصدیق کر دی اور بغداد میں اس کے نام کا خطبہ جاری ہو گیا۔ سلطان محمود کی عمر اس وقت ۱۴ سال تھی۔ اس کا وزیر ابو منصور فرائض حکومت انجام دیتا تھا۔

مستظہر کی وفات: سلطان محمد کی وفات کے چھ مہینے بعد ربیع الثانی ۵۱۲ھ میں مستظہر نے انتقال کیا۔ اس کی عمر اس وقت ۴۲ سال سے زیادہ نہ تھی۔ مدت خلافت ۲۴ سال۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ مسلسل تین خلفاء اور تین سلجوقی سلاطین کا انتقال قریب ہی قریب زمانہ میں ہوا۔ الپ ارسلان کی موت کے بعد ہی قائم نے انتقال کیا۔ مقتدی نے ملک شاہ کا ساتھ دیا۔ مستظہر نے سلطان محمد کی مشایعت کی۔

اوصاف: مستظہر بھی جامع اوصاف خلیفہ تھا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ نرم خو پسندیدہ خصال تھا۔ لوگوں کے ساتھ احسان سلوک اور نیکی اور ثواب کے کاموں میں بڑا مستعد اور تیز دست تھا۔ کسی عزت و شرف کے سوال کو رد نہیں کرتا تھا۔ اپنے عمال پر کامل اعتماد رکھتا تھا۔ ان کے بارہ میں کسی کی چغلی اور شکایت پر کان نہ دھرتا تھا۔ خود غرض لوگوں کی باتوں سے اس کے عزم میں فرق نہ آتا تھا اور وہ اپنی رائے نہ بدلتا تھا۔ (ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۸۹) علمی اعتبار سے بھی فاضل تھا۔ (دول الاسلام ذہبی ج ۲، ص ۴) خط نہایت پاکیزہ تھا۔ ادب و انشاء کا بلند مذاق رکھتا تھا۔ اس مختصر توقیعات اس کے ذوق ادب کا نمونہ ہیں۔ (ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۸۹) علماء و مشائخ کو دوست رکھتا تھا۔ (تاریخ خلفاء ص ۴۳۶)

حسن انتظام اور رعایا کے سکون و راحت و فارغ البالی کے لحاظ سے بھی اس کا دور ممتاز تھا۔ گو اس کے زمانہ میں خانہ جنگی، باطنیوں کی یورش اور جنگ صلیبی کی وجہ سے بڑے بڑے انقلابات ہوئے، لیکن خلافت بغداد کے حسن انتظام سے خاص بغداد پر اس کا بہت کم اثر پڑا اور یہاں پورا سکون قائم رہا۔ اس اعتبار سے اس کا دور عہد سرور تھا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس کا زمانہ رعایا کے لیے سرور و شادمانی کا دور اور اپنی

گونا گوں خوبیوں کے اعتبار سے گویا ہر روز' روز عید تھا۔ (تاریخ خلفاء ص ۴۳۶) اس کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف و ایذا نہ پہنچتی تھی۔ اس بارہ میں وہ سلجوقی سلاطین اور ان کے نائبوں کے احکام کی بھی پرواہ نہ کرتا تھا۔ (تاریخ خلفاء ص ۴۳۶)

ابو منصور فضل بن مستظہر الملقب بہ مسترشد باللہ

(۵۱۵ھ تا ۵۲۹ھ مطابق ۱۱۱۸ء تا ۱۱۳۴ء)

مستظہر اپنی زندگی میں اپنے لڑکے ابو منصور فضل کو اپنا جانشین نامزد کر گیا تھا۔ مستظہر کی وفات کے بعد قاضی ابوالحسن دامغانی نے اس کی بیعت لی اور ربیع الاول ۵۱۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور مسترشد باللہ لقب اختیار کیا۔ اس وقت اس کا ستائیسواں سال تھا۔

امیر ابوالحسن عباسی کا فرار اور اس کی بیعت: عباسی خاندان کے تمام ارکان نے مسترشد باللہ کی بیعت کر لی تھی' لیکن اس کا بھائی ابوالحسن جس کو مسترشد سے کچھ اختلاف تھا' حلہ کے فتنہ انگیز والی دبیس بن صدقہ کے پاس بھاگ گیا تھا۔ دبیس بھی مسترشد کے خلاف تھا۔ اس نے ابوالحسن کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ ٹھہرایا۔ اس سے مسترشد کو تشویش پیدا ہو گئی۔ اس نے نقیب النقباء شرف الدین علی بن طراز زینی کو دبیس کے پاس ابوالحسن کو لانے کے لیے بھیجا۔ دبیس نے کہا میں خلیفہ کا خادم اور بندۂ فرمان ہوں' لیکن جس شخص نے میرے گھر میں پناہ لی' اس کو میں اس کی مرضی کے خلاف حوالہ نہیں کر سکتا۔ یہ جواب سن کر نقیب النقباء نے ابوالحسن سے گفتگو کی اور اس کو اطمینان دلایا کہ میرے ساتھ واپس چلو۔ تم کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے پائے گا اور تمہارے جو مطالبات ہوں گے' وہ سب پورے کیے جائیں گے۔ ابوالحسن نے جواب دیا کہ میں کسی شر اور بدنیتی سے نہیں بلکہ بھائی کے خوف سے بھاگ آیا تھا' اگر ان کی جانب سے اطمینان ہو جائے تو مجھے واپس جانے میں تامل نہیں ہے۔ نقیب النقباء نے واپس جا کر مسترشد سے یہ گفتگو

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

وصیت کرتا گیا۔ سلطان سنجر کی لڑکی بھی سلطان محمود سے منسوب تھی۔ اس لیے چچا کے رشتہ کے علاوہ سلطان اس کا خسر بھی تھا۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۹۳)

لیکن ان گونا گوں تعلقات کے باوجود محمود کے مشیروں خصوصاً اس کے ناعاقبت اندیش وزیر و حاجب نے اس کو سلطان سنجر کی سلطنت کی طمع دلا کر اس کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ (راحتہ الصدور ص ۱۶۹) محمود کم سن اور ناتجربہ کار تھا۔ بھڑکانے میں آ گیا اور خان سمرقند کو لکھ بھیجا کہ ایک طرف سے میں بڑھتا ہوں اور دوسری طرف سے تم فوج کشی کرو۔ دونوں مل کر خراسان پر قبضہ کر لیں۔ (راحتہ الصدور ص ۱۶۹) محمود کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اور بھی بہت سی بے عنوانیاں اس سے سرزد ہوئیں۔ عماد الدین اصفہانی نے اس کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ (دولت آل سلجوق ص ۱۱۱) اس لیے سلطان سنجر نے محض اس کی تادیب و اصلاح کے لیے اس پر فوج کشی کر کے اس کی سلطنت چھین لی اور بغداد میں محمود کے بجائے سنجر کے نام کا خطبہ جاری ہو گیا۔ سنجر کی ماں یعنی محمود کی دادی زندہ تھی۔ اس کو قدرۃً اس سے تکلیف پہنچی۔ اس نے سنجر کو بلا کر اس سے کہا' تم اتنی بڑی سلطنت کے مالک ہو تم نے غیروں کو حکومت دی ہے۔ کیا محمود کا حق ان کے برابر بھی نہیں۔ محمود کے امراء نے بھی اس کی جانب سے معذرت کی۔ ماں کے حکم کی تعمیل میں سلطان سنجر نے رے کے علاوہ باقی کل سلطنت محمود کو واپس کر کے اس کی حیثیت اپنے نائب کی کر دی۔ محمود نے جا کر چند دنوں تک سنجر کے پاس قیام کیا۔ سنجر کے اولاد ذرینہ نہ تھی۔ محمود بھتیجا بھی تھا اور داماد بھی' اس لیے سنجر اس سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ چند دنوں کے بعد اس کو اپنا ولی عہد بنا کر تمام ممالک محروسہ میں اپنے نام کے خطبہ میں اس کا نام داخل کرنے کا حکم دیا اور بہت سے قیمتی ہدایا و تحائف دے کر شفقت و محبت کے ساتھ اس کو ہمدان واپس کیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۱۹۵' و راحتہ الصدور ص ۱۷۰)

محمود اور مسعود کی جنگ: ۵۱۴ھ میں وبیس نے ایک نئی فتنہ انگیزی کی' سلطان محمود کے بھائی مسعود والی آذربائیجان کے اتابک جیوش بک کے ساتھ مل

کر مسعود کو سلطان محمود کے خلاف کھڑا کر دیا' لیکن محمود نے اسے فاش شکست دی۔ مسعود روپوش ہو گیا' لیکن پھر چند دنوں کے بعد جان بخشی کرا کے محمود کے پاس چلا آیا۔ اس نے درگزر سے کام لیا۔ اپنی فوج اس کی پیشوائی کے لیے بھیجی اور مسعود کو گلے لگا کر احسان و سلوک سے پیش آیا۔ اس کے اتابک جیوش کے ساتھ بھی جو اس فتنہ کے بانیوں میں تھا۔ احسانات کیے' لیکن اصل بانی فساد وبیس بھاگ گیا اور عراق میں لوٹ مار شروع کر دی۔ مسترشد اور سلطان محمود دونوں نے اس کو روکنے کی کوشش کی' لیکن وہ باز نہ آیا اور مسترشد کو نہایت گستاخانہ جواب دیا۔ اس لیے خود محمود کو فوج کشی کرنا پڑی۔ وبیس میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ بڑی زحمتوں کے بعد آخر میں اس نے اپنے بھائی منصور کو سلطان کے پاس بطور ضمانت بھیج کر اطاعت قبول کر لی' لیکن مسترشد نے اسے قبول نہ کیا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲۰۰)

اسلامی حدود پر کرج کی یورش: اسی سنہ میں کرج' قبجاق اور خزر کے علاقہ کی دوسری قوموں نے اسلامی سرحد پر یورش کی۔ امیر ایلغاری' طغرل بن محمد اور امیر کنتغدی وغیرہ نے ان کو روکنے کی کوشش کی' لیکن ان کی غلطی سے ان کو شکست ہوئی اور خزر نے ان کا تعاقب کر کے کئی ہزار مسلمان قتل و گرفتار کر لیے۔ ایلغاری وغیرہ امراء کسی طرح بچ کر نکل گئے اور کرج نے تفلیس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل تفلیس نے چند دنوں تک مدافعت کی' لیکن پھر محاصرہ کی سختیوں سے مجبور ہو کر تفلیس کے قاضی اور خطیب کو خزر کے پاس حصول امان کے لیے بھیجا۔ انہوں نے ان کو زندہ آگ میں جلا دیا اور تفلیس کو فتح کر کے ویران کر ڈالا اور مسلمانوں پر سخت مظالم ڈھائے۔ ان لوگوں نے بغداد اور ہمدان جا کر مسترشد اور سلطان محمد سے فریاد کی۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲۰۰) ان کے مصائب سن کر سلطان خود آذربائیجان گیا اور خزر کے مقابلہ کے انتظامات کر کے لوٹ آیا' لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور خزر کی یورش اور بڑھ گئی۔ دوبارہ شروان اور دربند کے مسلمانوں کا وفد سلطان کے پاس پہنچا اور کرج کے

مقابلہ میں اپنی بے بسی بیان کی۔اس لیے سلطان نے ۵۱۷ھ میں دوبارہ فوج کشی کی۔کرج کی قوت اتنی بڑھی کہ فوج کی ہمت چھوٹ گئی' لیکن حسن اتفاق سے خود کرج اور قبچاقیوں میں تلوار چل گئی اور وہ لوٹ گئے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی اور سلطان چند روز شروان میں ٹھہر کر ہمدان واپس ہوا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ۲۲۹)

وبیس کی بغاوت اور ناکامی: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مسترشد نے وبیس کے پیام اطاعت کو قبول نہیں کیا تھا اور سلطان کے پاس کہلا بھیجا تھا کہ وبیس اپنے باپ کے خون کا کینہ نکالنا چاہتا ہے۔ (سلطان محمد کے حکم سے صدقہ پر فوج کشی ہوئی۔اس میں وہ قتل ہوا) اس کو عراق کی حدود سے باہر نکالنا ضروری ہے اور اقسنقر برسقی والی موصل کو اس مہم پر مامور کیا تھا۔وبیس نے اسے شکست دی اور مسترشد کو پھر رضامند کرنے کی کوشش کی اور اس کے پاس کہلا بھیجا کہ میں امیر المومنین کا تابع فرمان ہوں اور خالصہ شاہی کے محاصل کی تحصیل کے لیے ناظر کو بلا بھیجا۔اس مرتبہ مسترشد رضامند ہو گیا۔لیکن اس کی یہ اطاعت کیشی بھی اس غرض سے تھی کہ وہ اپنے سوتیلے بھائی' ابوعلی کو' جو مسترشد کا وزیر تھا' گرفتار کرانا چاہتا تھا' چنانچہ مسترشد نے اس کے ایماء سے ابوعلی کو قید کرا دیا۔اس کی گرفتاری سلطان کے مزاج کے خلاف ہوئی۔اس نے وبیس کے دوسرے بھائی منصور کو جس کو اس نے اپنی ضمانت میں سلطان کے پاس بھیجا تھا' قید کر دیا۔اس کے انتقام میں وبیس نے واسط پر فوج کشی کر دی' لیکن اہل واسط نے اسے نکال دیا۔اس سے وبیس کا غصہ اور تیز ہو گیا۔اس دوران میں اس کو معلوم ہوا کہ سلطان نے منصور کو اندھا کرا دیا۔یہ سن کر وہ اپنے سے باہر ہو گیا اور عراق میں عام تاخت و تاراج شروع کر دی۔نہر الملک خالصہ شاہی کو لوٹ لیا۔یہاں کے باشندے گھر بار چھوڑ کر بغداد بھاگ گئے۔وبیس نے مسترشد کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے آقسنقر برسقی کو میرے مقابلہ پر مامور کیا ہے اور سلطان نے میرے بھائی کو اندھا کر دیا ہے۔اس کے انتقام میں بغداد کو لوٹ کر ویران کر ڈالوں

شروع ہوگئی۔ اس لیے وبیس کی یہ تدبیر کامیاب نہ ہو سکی۔ بغداد میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وبیس حملہ کے لیے آ رہا ہے۔ دوسری طرف مسترشد کی فوج میں یہ خبر اڑ گئی کہ وبیس نے بغداد پر قبضہ کرلیا۔ اس لیے وہ بدحواسی میں سازوسامان چھوڑ کر بغداد لوٹ گئی۔ راستہ میں وبیس کا سامنا ہو گیا۔ اس کی فوج کی حالت کا اندازہ نہ تھا' اس لیے گھبرا کر مسترشد کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی مسترشد اس کی معذرت قبول کرنے پر تیار ہو گیا' لیکن اس کے وزیر نے سخت مخالفت کی اور وبیس مایوس ہو کر طغرل کے پاس سادہ چلا گیا' پھر اس کے ساتھ سلطان سنجر کے پاس خراسان پہنچا اور مسترشد واپس ہو گیا۔

سلطان و مسترشد میں جنگ و مصالحت: مسترشد عالی دماغ اور حوصلہ و ہمت کا خلیفہ تھا۔ خود لڑائیوں میں نکلتا تھا۔ ملکی معاملات میں ذاتی رائے رکھتا تھا۔ نظام مملکت میں دخل دیتا تھا۔ سلجوقی حکام و امراء کو ان کی حدود سے بڑھنے نہ دیتا تھا۔ اس لیے عراق میں سلجوقیوں کی مطلق العنانی اور ان کا اقتدار بہت گھٹ گیا تھا۔ ۵۲۰ھ میں بغداد کے سلجوقی شحنہ یرنقش زکوی اور عباسی عمال میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ مسترشد نے یرنقش کو سخت تنبیہ کی کہ وہ اس کے خوف سے بغداد چھوڑ کر سلطان محمود کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ مسترشد خود فوجوں کی قیادت کرتا ہے اور لڑائیوں میں شریک ہوتا ہے' اگر آپ نے بغداد جا کر اس کا تدارک نہ کیا تو اس کی قوت بہت بڑھ جائے گی' پھر اس پر قابو پانا دشوار ہو جائے گا اور آپ کو عراق کی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ مسترشد کے تدبر' حوصلہ مندی اور شجاعت سے محمود بھی اس کی جانب سے مطمئن نہ تھا۔ اس لیے بغداد جانے کے بہانے سے اس خطرہ کے انسداد کا ارادہ کیا۔ مسترشد کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے کہلا بھیجا کہ وبیس کی شورش اور فتنہ انگیزی کی وجہ سے عراق کی حالت بہت ابتر ہو رہی ہے۔ کاشتکار اجڑ گئے' غلہ کی کمی سے گرانی بہت بڑھ گئی ہے۔ تمہاری فوجوں کی آمد سے اخراجات کا بار اور بڑھ جائے گا۔ اس لیے

اس وقت ارادہ ملتوی کر دو' حالات سدھرنے کے بعد بغداد کا قصد کرنا۔ اس ممانعت سے سلطان کا شک یقین کے درجہ تک پہنچ گیا اور اس نے ارادہ ملتوی نہ کیا۔

مسترشد کو اس کی یہ عدول حکمی سخت ناگوار ہوئی۔ اس نے طے کرلیا کہ اگر محمود نے اپنا ارادہ نہ بدلا تو وہ بغداد چھوڑ دے گا اور قصر خلافت سے بغداد کے مغربی حصے میں منتقل ہو گیا۔ اس سے اہل بغداد میں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی۔ محمود بھی اس کا عزم سن کر گھبرایا اور قاصد بھیج کر اس کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ مسترشد نے کہلا بھیجا کہ اگر سلطان چاہتا ہے کہ میں بغداد نہ چھوڑوں تو اس کو اپنا ارادہ فسخ کرنا پڑے گا۔ لوگ گرانی کی شدت سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ ملک ویران ہو رہا ہے۔ میرا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کی مصیبت بڑھتی جائے اور میں اپنی آنکھوں سے تماشہ دیکھتا رہوں' اگر سلطان واپس نہ گیا تو میں قطعی عراق چھوڑ دوں گا تاکہ کم سے کم اپنی آنکھوں اہل عراق کے مصائب نہ دیکھوں۔ یہ جواب سن کر سلطان کا غصہ اور بڑھ گیا اور وہ اپنا ارادہ ملتوی کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔

سلطان کی ضد اور اس کے اصرار کو دیکھ کر مسترشد نے اس کے حکام کو روکنے کے لیے عفیف خادم کو واسط بھیجا۔ سلطان نے امیر اقسنقر برسقی والی موصل کے لڑکے عماد الدین زنگی کو اس کے مقابلے پر مامور کیا۔ اس نے عفیف خادم کو شکست دے کر عراق کو انقلاب سے بچا لیا۔ عفیف خادم کی شکست کے بعد ذی الحجہ ۵۲۰ھ میں سلطان بغداد پہنچ گیا اور مسترشد کو قصر خلافت واپس لے جانے کی کوشش کی' لیکن وہ آمادہ نہ ہوا۔ اس لیے سلطانی فوج نے قصر خلافت پر حملہ کر دیا۔ اس سے اہل بغداد میں بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ انہوں نے بھی اعلان جنگ کر دیا اور مسترشد سلطانی فوج کے مقابلہ کے لیے بغداد کے مشرقی حصہ میں چلا گیا۔ اس کی حفاظت کے لیے خندق کھدوائی۔ اس دوران میں شہر پناہ کے پھاٹک پر جھڑپ ہوتی رہی۔ جس سے بغداد میں بڑی بدامنی پیدا ہو گئی۔ بہت سے آدمی قتل و گرفتار ہوئے۔ عباسی فوج نے سلطانی

فوج پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا' مگر اس درمیان میں امیر ابوالہیجا کردی والی اربل مسترشد کا ساتھ چھوڑ کر سلطان سے مل گیا' اس لیے یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ اس درمیان میں عماد الدین زنگی جسے سلطان نے بغداد بلا بھیجا تھا۔ بصرہ اور واسط وغیرہ کی حفاظت کا انتظام کر کے بہت بڑی بری و بحری فوج لے کر پہنچ گیا اور دجلہ کو جنگی کشتیوں سے پاٹ دیا۔ یہ صورت دیکھ کر بغدادی فوج کی ہمت پست ہو گئی۔ امیر ابوالہیجا کردی ساتھ چھوڑ چکا تھا اور مسترشد کی قوت کمزور ہو گئی تھی۔ اس لیے اس نے مجبور ہو کر سلطان کے پیام مصالحت کو قبول کر لیا۔ سلطان اپنی جسارت پر معافی کا خواستگار ہوا۔ مسترشد نے درگزر سے کام لیا اور بغداد ایک بڑے انقلاب سے بچ گیا۔ سلطان کے بعض بدنفس مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ مسترشد کو زیر کرنے کا یہی موقع ہے۔ بغداد کو جلا کر ویران کر دیجیے۔ اس نے انکار کیا اور کہا ''کل دنیا بغداد کے برابر نہیں ہو سکتی''۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲۷۷)

عراق میں سلجوقیوں کی حکومت کا دارومدار بڑی حد تک بغداد کے سلجوقی شحنہ پر تھا۔ مسترشد کی عالی دماغی اور قوت سے اس کے زمانہ میں یہ مسئلہ بہت اہم ہو گیا تھا اور کوئی امیر اس کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔ عراق پر فوج کشی اور اس کی حفاظت میں عماد الدین زنگی نے غیر معمولی کارگزاری دکھائی تھی۔ اس لیے سلطان نے تمام امراء کے اتفاق رائے سے اس کو اس جلیل القدر منصب پر مقرر کیا اور ربیع الثانی ۵۲۱ھ میں ہمدان واپس گیا۔ دبیس کی فتنہ انگیزی یاد ہو گا ۵۱۹ھ میں دبیس بن صدقہ طغرل کے ہمراہ سلطان سنجر کے پاس خراسان چلا گیا تھا۔ وہاں بھی وہ خاموش نہ تھا اور سنجر کو بھڑکایا کہ مسترشد اور محمود آپ کے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ سلطان کو اس کے ماننے میں تامل ہوا' لیکن دبیس نے اس وثوق اور اصرار سے کہا کہ اسے بھی شبہ پیدا ہو گیا اور اس کی تصدیق کے لیے رے جا کر سلطان محمود کو بلا بھیجا۔ دبیس کے بیان کی کوئی اصلیت نہ تھی' محمود بلا تامل سلطان سنجر کے پاس چلا گیا۔ اس لیے سنجر کا شک جاتا رہا اور وہ بڑے لطف و

مدارات کے ساتھ محمود سے پیش آیا۔ اسے اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھایا' لیکن سلطان شاہی بڑا عالی ظرف تھا اور اس کی لڑکی یعنی سلطان محمود کی بیوی وبیس کو بہت مانتی تھی۔ اس لیے سنجر نے وبیس کو یہ کہہ کر محمود کے سپرد کر دیا کہ اس کے ساتھ بدسلوکی نہ ہونے پائے اور خلیفہ سے سفارش کر کے اس کا **ملک** اسے واپس کرا دو۔ اس کی ہدایت کے مطابق سلطان محمود ۵۲۳ھ میں وبیس کو لے کر بغداد گیا۔ مسترشد کو اس کی عہد شکنی کا بارہا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ اسے **ملک** کا کوئی حصہ دینے پر آمادہ نہ ہوا اور حلہ کی حکومت امیر بہرور کو دے دی اور سلطان محمود نے امیر احمد یلی اور امیر قزل کی ضمانت پر وبیس کو آزاد کر دیا۔

وبیس کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں محمود کی بیوی کا جو آڑے وقتوں میں وبیس کے کام آتی تھی' انتقال ہو گیا۔ اس سے اس کا بڑا سہارا جاتا رہا۔ اس کی موت کے چند ہی دنوں کے بعد سلطان محمود سخت بیمار ہو گیا۔ اس کی بیماری سے وبیس کو پھر فتنہ انگیزی کا موقع مل گیا اور وہ سلطان کے صغیر السن بچے کو لے کر عراق چلا گیا۔ بہرور حلہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور وبیس نے حلہ پر قبضہ کر لیا۔ مسترشد کو اطلاع ہوئی تو اس نے مقابلے کا حکم دیا۔ اس دوران میں سلطان محمود کی حالت بھی سنبھل گئی۔ اس نے وبیس کے ضامن امیر احمد یلی اور امیر قزل کو بلا کر وبیس کو روکنے کے لیے عراق بھیجا۔ سلطان مسترشد دونوں کی برہمی دیکھ کر اس نے مسترشد سے معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ آئندہ ہمیشہ اس کا بندہ فرمان رہے گا اور ایک رقم سالانہ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ سلطان کی خدمت میں بھی ہدایا بھیجے' لیکن سلطان نے اس کی درخواست رد کر دی۔ وہ مایوس ہو کر بصرہ چلا گیا اور مسترشد کے محاصل پر قبضہ کر لیا۔ سلطان نے فوراً بصرہ فوجیں روانہ کیں۔ اس لیے وبیس نے بصرہ چھوڑ دیا اور چند دنوں کے بعد پھر شام چلا گیا۔

سلطان محمود کی وفات: شوال ۵۲۵ھ میں سلطان محمود کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت کل ستائیس سال کی عمر تھی۔ وہ بیدار مغز اور باخبر حکمران تھا۔ حکومت

کے تمام شعبہ جات کی خود دیکھ بھال کرتا تھا۔ دفاتر اور امراء کی جاگیروں کے حالات معلوم کرتا اور وزیر اور مستوفی کے کاغذات کی جانچ پڑتال کرتا تھا۔ کوئی چیز اس کی نگاہ سے مخفی نہ رہنے پاتی تھی۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۳۳۲)

ذاتی حیثیت سے وہ شریف النفس اور متحمل مزاج تھا۔ خلاف طبع باتوں میں چشم پوشی سے کام لیتا تھا۔ خود بھی رعایا کے مال کے بارہ میں بڑی حد تک محتاط اور پاک دامن تھا اور امراء اور وابستگان دولت کو بھی دست درازی سے روکتا تھا۔ (راحتہ الصدور ص ۲۰۵) راوندی کا بیان ہے کہ وہ نیک سیرت، خندہ جبیں، ہنس مکھ، خوش مزاج، شیریں زبان، بذلہ سنج اور عفیف و پاک دامن تھا۔ (ابن اثیر ج ۱۰، ص ۳۳۹)

لیکن کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے یہ بڑی کمزوری تھی کہ امراء اور وزراء اس پر حاوی تھے۔ جس سے اس کی حکومت کے وقار کو صدمہ پہنچا۔

سلطان داؤد: سلطان محمود کی وفات کے بعد اس کے وزیر ابوالقاسم اور اتابک اقسنقر نے شوال ۵۲۵ھ میں اس کے صغیر السن بچہ داؤد کو تخت نشین کیا۔ یہ بہت کمسن تھا اور اس کے کئی چچا طغرل، مسعود اور سلجوق شاہ موجود تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی داؤد کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ داؤد کے نانا سنجر نے بھی اتنے صغیر السن بچے کی جانشینی کو مناسب نہ سمجھا اور داؤد کے بجائے اپنے بھتیجے طغرل کو نامزد کیا، چنانچہ فارسی مورخین نے محمود کے بعد طغرل ہی کو بادشاہ لکھا ہے، لیکن محمود کے خود غرض امراء نے سنجر کے فیصلہ کو نہ مانا۔ اس لیے داؤد کے تینوں چچا طغرل، مسعود اور سلجوق شاہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے اول مسعود نے پایہ تخت ہمدان پر فوج کشی کی اور مسترشد سے بغداد میں اپنے خطبہ کی درخواست کی۔ داؤد کی درخواست بھی پہنچ چکی تھی۔ مسترشد نے اس کا فیصلہ سنجر پر چھوڑ دیا اور اس کو لکھ بھیجا کہ سب سے زیادہ تم خود خطبہ کے مستحق ہو۔ ان دونوں میں سے کسی کو اجازت نہ دینا۔ (راحتہ الصدور ص ۲۰۳) (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۴۱)

ابھی مسعود اور داؤد کی کشمکش کا فیصلہ نہ ہوا تھا کہ سلجوق شاہ اتابک قراجہ ساقی

کے ہمراہ فوجیں لے کر بغداد پہنچ گیا۔ مسترشد بڑی عزت و توقیر کے ساتھ پیش آیا اور اس کے باپ کے محل میں ٹھہرایا اور اس سے اپنی امداد و حمایت کا وعدہ لے لیا۔ مسعود کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے مسترشد کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر بغداد میں اس کے نام کا خطبہ جاری نہ کیا گیا تو وہ قوت کے زور سے پڑھوائے گا۔ مسترشد نے اس دھمکی کی پرواہ نہ کی۔ اس لیے مسعود نے عمادالدین زنگی کے ساتھ بغداد پر فوج کشی کر دی۔ عمادالدین آگے تھا۔ مسترشد اور قراجہ ساقی نے بغداد سے نکل کر اس کو فاش شکست دی۔ اس کے بعد مسعود جو پیچھے سے آ رہا تھا' بغداد پہنچا۔ اسے عمادالدین کی شکست کی خبر نہ تھی۔ دو دن تک اس میں اور مسعود میں جھڑپ ہوتی رہی۔ اس کے بعد اسے عمادالدین کی شکست کی اطلاع ملی۔ اس لیے وہ لوٹ گیا۔

اس دوران میں سلطان سنجر طغرل کو تاج و تخت دلانے کے لیے ہمدان روانہ ہو گیا تھا۔ اس کا مقابلہ مسعود اور سلجوق شاہ دونوں کے بس سے باہر تھا۔ مسترشد بھی سنجر کی زیادہ مداخلت پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے سنجر کے مقابلے کے لیے تینوں اس شرط پر متحد ہو گئے کہ عراق مسترشد کے وکیل کے ماتحت رہے گا اور ایران میں وہ مسعود کی حکومت تسلیم کر لے گا اور سلجوق شاہ اس کا ولی عہد ہو گا۔ اس معاہدہ کے بعد مسترشد نے مسعود' سلجوق شاہ اور قراجہ ساقی کو سنجر کے مقابلہ کے لیے آگے بھیج دیا اور خود ان کے عقب سے روانہ ہوا۔ خانقین پہنچ کر اسے اطلاع ملی کہ سلطان سنجر کے حکم سے عمادالدین زنگی اور دبیس بن صدقہ دوسری سمت سے بغداد روانہ ہو گئے ہیں۔ اس لیے مسترشد بغداد کی حفاظت کے لیے لوٹ گیا اور ان کے مقابلے کے لیے انتظامات کیے۔ اس دوران میں عمادالدین اور دبیس قریب پہنچ گئے۔ مسترشد نے آگے بڑھ کر حصن برآ ملہ میں انہیں فاش شکست دی۔ دوسری جانب دینور کے قریب مسعود' سلجوق شاہ اور سلطان سنجر میں معرکہ آرائی ہوئی۔ قراجہ ساقی نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا لیکن آخر میں زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور مسعود کو شکست ہوئی۔ قراجہ ساقی سلطان

سنجر کے سامنے پیش کیا گیا۔اس نے اس سے سوال کیا میرے مقابلہ میں آنے سے تیرا کیا مقصد تھا؟ قراجہ نے کہا تم کو قتل کر کے ایسے شخص کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا جس پر حکومت کر سکوں۔سنجر نے اسے قتل کر دیا۔

طغرل بن محمد: سلطان سنجر اپنے سب بھتیجوں سے محبت کرتا تھا' چنانچہ مسعود کو شکست دینے کے بعد اسے واپس بلا کر تنبیہ کر کے گنجہ کی حکومت پر بحال کر دیا اور ۵۲۶ھ میں طغرل کو ہمدان میں تخت نشین کر کے ابو القاسم انسابادی کو اس کا وزیر بنایا اور داؤد کو آذربائیجان کا علاقہ دے کر خراسان واپس کیا۔(ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲۴۱' ۲۴۲)

طغرل اور اس کے بھائیوں کی کشمکش: سلطان سنجر کی واپسی کے بعد سلطان داؤد نے امراء کے مشورے سے طغرل پر فوج کشی کر دی' لیکن ان کی نااتفاقی کی وجہ سے ناکامی ہوئی اور داؤد ذی الحجہ ۵۲۶ھ میں بغداد چلا گیا۔مسترشد نے اسے بھی عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا۔مسعود کو داؤد کی خبر کی شکست ہوئی تو وہ طغرل کے مقابلے میں اس کو ملانے کے لیے بغداد پہنچا۔مسترشد نے اسے بھی ٹھہرایا اور چچا بھتیجوں کو خلعت دے کر بغداد میں دونوں کا خطبہ جاری کر دیا اور تینوں سلطان سنجر کے خلاف متحد ہو گئے اور مسترشد کی مدد سے مسعود اور داؤد نے پہلے آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔اس کے بعد مسعود نے طغرل کو ہمدان سے نکالا۔اس دوران میں داؤد نے آذربائیجان میں مسعود کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔اس لیے مسعود کو آذربائیجان لوٹ جانا پڑا۔اس کی واپسی کے بعد طغرل نے ہمدان واپس لے لیا اور مسعود کے فوجی افسروں کو ملا کر اسے آذربائیجان سے بھی نکال دیا اور وہ بغداد لوٹ گیا۔اس کا دوسرا بھائی سلجوق شاہ بھی بغداد پہنچ گیا۔مسترشد نے حسب معمول دونوں کو عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور ان کی راحت و آسائش کے جملہ سامان مہیا کر دیئے۔(ابن اثیر ج ۱۱' ص ۴)

موصل پر مسترشد کی فوج کشی اور واپسی: سلجوقی امراء اس زمانہ میں سب سے زیادہ شجاع و نامور عماد الدین زنگی تھا۔ وہ سلجوقی حکومت کا رکن رکین تھا۔ اس لیے مسترشد اسے پسند نہ کرتا تھا۔ طغرل اور اس کے بھائیوں کی خانہ جنگی کے زمانہ میں بہت سے سلجوقی امراء بغداد جا کر مسترشد سے متوسل ہو گئے تھے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر مسترشد نے عماد الدین زنگی کو دبانے کی کوشش کی' چنانچہ بغداد کے واعظ شیخ بہاؤ الدین اسفرائینی کے ہاتھ اس کے پاس ایک سخت تحریر بھیجی۔ انہوں نے عماد الدین سے بڑی تلخ گفتگو کی۔ اس کے جواب میں اس نے بھی بہاؤ الدین کو گرفتار کر کے ان کی تذلیل و تحقیر کی۔ اس سے مسترشد کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اس نے موصل پر فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ عماد الدین اپنے نائب نصیر الدین کو شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود نکل گیا اور عباسی فوجوں پر شبخون مار کر اور سامان رسد کی بندش کر کے اسے پریشان کر ڈالا اور چند مہینوں کے بعد مسترشد کو ناکام لوٹ جانا پڑا۔ (ابن اثیر ج ۱۰' ص ۲)

سلطان طغرل کا انتقال: سلطان مسعود اور سلجوق شاہ دونوں ایک سال سے زیادہ بغداد میں مقیم رہے۔ مسترشد ہر چند اس کو طغرل پر فوج کشی کے لیے ابھارتا رہا' لیکن ان کی ہمت نہ پڑی اور وہ برابر ٹالتے رہے۔ تا آنکہ محرم ۵۲۹ھ میں طغرل کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت کل پچیس سال کی عمر تھی۔ اس کی مدت حکومت کل تین سال تھی۔ طغرل صالح اور نیک سیرت فرماں روا تھا۔ راوندی کا بیان ہے کہ عدل و سیاست' حیا و حمیت' کرم و شجاعت تمام اوصاف سے متصف تھا۔ فواحش اور رذائل سے اس کا دامن پاک تھا۔ (راحتہ الصدور ص ۲۰۸) ابن اثیر لکھتا ہے کہ وہ سراپا خیر و خوبی اور عادل و رعایا پرور تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ مسعود کے مقابلہ میں جا رہا تھا۔ لوگوں نے اس کی کامیابی کے لیے دعا کی۔ طغرل نے ان سے کہا میرے لیے دعا کرنے کی بجائے یہ دعا کرو کہ ہم میں سے مسلمانوں کے لیے جو بہتر ہو اللہ تعالیٰ اس کو

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

ملک شاہ کی وفات کے بعد جب برکیارق اور اس کے بھائیوں اور چچا میں خانہ جنگی شروع ہوگئی تو قسیم الدولہ نے شامی مقبوضات کو بچانے کے لیے ملک شاہ کے بھائی تاج الدولہ تتش ارسلان کی اطاعت قبول کر لی۔ موصل کے عرب فرمانروا ناصر الدولہ ابراہیم بن ہمدان نے اس کو زیر کرنے کی کوشش کی، لیکن قسیم الدولہ نے اسے شکست دے کر موصل اور دیار بکر وغیرہ پر قبضہ کرلیا، پھر جب برکیارق تاج الدولہ کے مقابلہ میں اٹھا تو قسیم الدولہ اپنے آقازادے کے ساتھ ہوگیا اور تاج الدولہ کو ناکام ہونا پڑا۔ اس کے انتظام میں تاج الدولہ نے حلب پر فوج کشی کر دی تھی۔ اس معرکہ میں قسیم الدولہ شکست کھا کر گرفتار ہوا اور تاج الدولہ نے اسے قتل کرا دیا۔ قسیم الدولہ بڑا مدبر، عالی دماغ، بہادر، عادل اور رعایا پرور امیر تھا۔ اس کے دور امارت میں اس کے رقبہ حکومت میں اتنا امن و امان تھا کہ کوئی شخص کسی کے مال کی جانب آنکھ اٹھانے کی جرات نہ کرتا تھا۔ قافلوں کی گزرگاہیں اتنی محفوظ تھیں کہ جن مقاموں سے وہ گزرتے تھے، خود وہاں کے باشندے قافلہ کی حفاظت و نگرانی کرتے تھے۔

قسیم الدولہ نے اپنی یادگار ایک صغیر السن لڑکا عماد الدین چھوڑا۔ اس کی عمر کل دس برس تھی۔ قسیم الدولہ کے وفادار امرا قوام الدولہ کربوغا، موسیٰ ترکمانی، جگرمش اور جاؤلی سقاداو غیرہ یکے بعد دیگرے اس بچہ کی تربیت کی خدمت انجام دیتے رہے اور اس کے خدم و حشم کے مصارف کے لیے جاگیر مقرر کی۔ عماد الدین جوہر قابل تھا۔ سن شعور کو پہنچ کر اس کے جوہر چمکنے لگے اور وہ سلجوقی امراء کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہونے لگا اور نوجوانی ہی میں اس کی شجاعت و شہامت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ صلیبی لڑائیوں میں اس نے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ سلطان محمود نے بڑی بڑی مہمیں اس کے سپرد کیں، جنہیں اس نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ چند دنوں میں وہ سلجوقی حکومت کا بڑا معتمد علیہ امیر اور اس کا رکن رکین بن گیا۔ ۵۲۱ھ میں سلطان محمود نے اس کو بغداد کی شحنگی کے جلیل القدر منصب پر مامور کیا۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

عماد الدین نے ان کی طرف توجہ کی۔ اور بوارتج' نصیبین' سنجار' خابور اور حران وغیرہ کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر شام کا راستہ صاف کیا اور ۵۲۳ھ میں فرات کو عبور کر کے سرزمین شام کی طرف بڑھا۔ یہاں بھی چھوٹی چھوٹی حکومتیں تھیں۔ عماد الدین نے سب سے اول بنج' حصن بزاعہ' حلب' حماۃ وحمص وغیرہ کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر راستہ صاف کیا۔

شام کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان قلعہ اثارب کے عیسائیوں سے پہنچ رہا تھا۔ اس لیے عماد الدین نے سب سے پہلے ۵۲۴ھ میں اس پر فوج کشی کی۔ صلیبیوں نے پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا' لیکن عماد الدین نے اسے بڑی فاش شکست دی۔ بے شمار عیسائی مارے گئے اور حصن اثارب پر قبضہ کر کے اسے مسمار کر دیا۔ حصن اثارب کے بعد حصن حارم کا محاصرہ کیا۔ اثارب کی شکست کے بعد عیسائیوں میں مدافعت کا دم باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے حارم کی نصف آمدنی دے کر صلح کر لی۔ عماد الدین تھکی ہوئی فوجوں کو آرام دینا چاہتا تھا۔ اس لیے ان کی پیشکش قبول کر لی۔ حصن اثارب کی شکست کے بعد حلب کے نواح میں صلیبیوں کی قوت ٹوٹ گئی اور یہاں کے مسلمانوں کو ان کے مظالم سے نجات مل گئی۔ اس فتح سے ساری دنیائے اسلام کو مسرت ہوئی اور عماد الدین زنگی فوجوں کو آرام دینے کے لیے موصل لوٹ گیا۔ واپسی میں سرجی' دارا وغیرہ کو مسلمان امراء کے قبضہ سے نکالا۔

اس کی واپسی کے بعد ہی سلطان محمود کا انتقال ہو گیا اور اس کے بھائیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جس کا سلسلہ کئی سال تک قائم رہا۔ اس لیے عماد الدین زنگی کو مسترشد کے دور میں دوبارہ صلیبیوں کے مقابلہ میں نکلنے کا موقعہ نہ مل سکا اور اس درمیان میں وہ کردستان کو صاف کرتا رہا۔ چنانچہ ۵۲۸ھ میں اس نے کردوں کے بہت سے قلعوں پر قبضہ کیا۔ ۵۲۹ھ میں دمشق پر فوج کشی کی' لیکن عین موقعہ پر مسترشد کا حکم صلح کے لیے آ گیا۔ اس لیے عماد الدین نے محاصرہ اٹھا لیا۔ (عماد الدین زنگی

کے تمام حالات تاریخ دولت اتابکیہ موصل اور کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین ابوشامہ سے ملخصاً ماخوذ ہیں)

دولت موحدیہ مغرب کا قیام: مسترشد کے دور کا دوسرا قابل ذکر واقعہ مہدی مغربی کا ظہور اور مراکش کی دولت موحدیہ کا قیام ہے۔مہدی مغربی کا نام ابوعبداللہ محمد بن تومرت ہے۔ان کے بارہ میں مورخین کا اختلاف ہے۔بعض مورخین ان کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد بتلاتے ہیں اور بعض مغرب کے قبیلہ مصمودی سے تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ان کا بیان ہے کہ وہ اصل میں اسی قبیلہ سے تھے‘ لیکن مہدی کے ظہور کی پیش گوئیاں چونکہ اہل بیت سے تھیں‘اس لیے دعویٰ مہدویت کے بعد ابن تومرت نے اپنا نسب نامہ اہل بیت نبوی سے ملا دیا۔ باختلاف روایت وہ ۴۷۱ھ تا ۴۸۶ھ میں سوس کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم قرطبہ میں حاصل کی اور مہدیہ میں امام ماذری سے اور اسکندریہ میں امام ابوبکر طرطوسی سے مستفید ہوئے۔(تاریخ الدولتین الموحدیہ والحفصیہ زرکشی ص ۲) اسکندریہ سے عراق گئے اور امام غزالی اور کیا ہراسی کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور مکہ میں حدیث واصول فقہ وغیرہ دینی علوم کی تکمیل کی۔

ان کی زندگی ابتداء سے زاہدانہ تھی۔ایک عصا اور پانی پینے کے پیالہ کے سوا اور کوئی سامان نہ رکھتے تھے۔شب و روز عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔اتباع شریعت میں بڑے سخت تھے۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زندگی کا مشن تھا۔خلاف شرع باتوں کی مخالفت میں کسی کی رعایت و پرواہ نہ کرتے تھے۔اس راہ میں انہوں نے بڑی سختیاں جھیلیں۔مکہ چھوڑنا پڑا۔یہاں سے مصر گئے۔وہاں بھی ان کی شہرت کی بدولت مصر کی حکومت نے ان کو یہاں سے نکال دیا اور ابن تومرت بحری راستہ سے اسکندریہ ہوتے ہوئے مغرب روانہ ہوگئے۔جہاز پر بھی تعلیم وارشاد کا کام برابر جاری رہا۔۵۰۵ھ میں افریقہ کے شہر مہدیہ میں اترے اور ایک مسجد میں قیام کیا۔شارع عام پر راہروؤں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔جسے خلاف شرع لہو ولعب

کے آلات یا شراب کے برتن وغیرہ لے جاتے ہوئے دیکھتے توڑ ڈالتے۔ چند دنوں میں یہاں بھی ان کی شہرت ہوگئی اور لوگ دینی علوم کی تحصیل کے لیے ان کے پاس آنے لگے۔ مہدیہ کے والی یحییٰ بن تمیم کو ان کا حال معلوم ہوا تو انہیں بلا کر ان سے ملا اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ دعا کا طالب ہوا۔ انہوں نے دعا کی۔ "اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری رعایا کے لیے بہتر بنائے۔ پھر چند دنوں کے بعد مہدیہ سے بجایہ چلے گئے۔ (ابن خلکان ج ۲، ص ۴۷، ۴۸) یہاں بھی ان کا مشن جاری رہا۔ بجایہ کے ایک گاؤں ملاء میں ان کی ملاقات عبدالمومن نامی ایک شخص سے ہوئی۔ انہیں اپنے کام کے لیے موزوں نظر آیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ ابن تومرت نے رمل اور جعفر کے ذریعے اس کے مستقبل کا پتہ چلایا تھا۔ بہر حال عبدالمومن کو اپنا شریک کار بنا لیا۔ عبدالمومن کے علاوہ ایک شخص اور عبدالواحد بھی ان کا معاون تھا۔ چند دنوں کے بعد یہ تینوں بجایہ سے تلمستان پہنچے اور شہر کے باہر ایک مسجد میں قیام کیا۔ ابن تومرت کی شخصیت میں ایک خاص رعب و اثر تھا جس سے ہر شخص متاثر ہوتا تھا۔ اس لیے تلمستان کے چھوٹے سے لے کر بڑے طبقات تک سب ان کے گرویدہ ہو گئے۔

چند دنوں تلمستان میں قیام کرنے کے بعد فاس پہنچے۔ یہاں بھی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کو اشعری عقائد کی تعلیم دیتے تھے۔ اہل مغرب عموماً اشعری مسلک کے خلاف بلکہ اس کے دشمن تھے۔ اس لیے فاس کے والی کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے یہاں کے علماء سے ان کا مناظرہ کرایا، لیکن وہ ان کے مقابلہ میں نہ ٹک سکے اور انہوں نے والی شہر سے کہا کہ اس شخص کے خیالات سے لوگوں کے عقائد میں فتور پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے اس کو ملک بدر کر دینا چاہیے، چنانچہ ابن تومرت فاس سے نکال دیئے گئے۔ فاس سے نکل کر وہ مراکش پہنچے۔ یہاں کا فرمانروا علی بن یوسف مرابطی کو پہلے سے ان کے حالات کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے بھی یہاں کے علماء سے مناظرہ کرایا، لیکن ان میں ابن تومرت کے

خیالات اور تقریر تک کو سمجھنے کی اہلیت نہ تھی۔ صرف ایک شخص مالک ابن وہب اندلسی کو ان کی ذہانت وزکاوت اور وسعت علم کا اندازہ ہو سکا۔ اس نے انہیں حکومت کے لیے خطرہ سمجھ کر علی بن یوسف سے کہا کہ یہ شخص فسادی ہے۔ اس کے مکروفریب سے خطرہ ہے۔ لوگ اس کی باتوں کو سن کر اس کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ مصامدہ کے قبائل میں ایسے شخص کا رہنا ہمارے لیے سخت خطرناک ہے۔ اس کو قتل کر دینا چاہیے' لیکن علی بن یوسف خود دیندار آدمی تھا۔ اس لیے قتل پر آمادہ نہ ہوا اور صرف شہر بدر کر دینے پر اکتفا کیا۔ (یہ حالات المعجب فی تلخیص اخبار المغرب عبدالواحد مراکشی سے ماخوذ ہیں۔ ص ۱۳۳ تا ۱۳۵' اس میں اور ابن خلکان کے بیانات میں جزوی اختلاف بھی ہے)

مراکش سے نکل کر ابن تومرت سوس پہنچے اور چند دنوں قیام کر کے پہاڑی علاقے کے باشندوں کی درخواست پر تیملل منتقل ہو گئے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر مصامدہ کے سرداران کے پاس جمع ہو گئے اور ابن تومرت کے وعظ و تبلیغ سے ان کے عقیدت مند بن گئے۔ ابن تومرت نے ان میں سے چند معتمد علیہ اشخاص کو مغربی قبائل میں تبلیغ و اشاعت کر کے رؤسا کو مائل کرنے پر مامور کیا۔ یہ مبلغین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کے ساتھ مہدی موعود کی حدیثیں بیان کر کے لوگوں کو مہدی کے عقیدہ سے روشناس کرتے تھے۔ جب ان کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو گیا اور مہدی موعود کی عظمت قائم ہو گئی۔ اس وقت ابن تومرت نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ زمین پہلے سے تیار ہو چکی تھی۔ اس لیے لوگوں نے بلا تامل اس دعویٰ کو مان لیا اور ابن تومرت نے ان الفاظ میں ان سے بیعت لی کہ "میں اس چیز پر بیعت لیتا ہوں کہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔

ان کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص نصاب مقرر کیا اور اس کا نظام قائم کیا۔ جس کے خدمت و عقیدت کے اعتبار سے کئی درجے تھے اور ان کا لقب "مومن" رکھا اور ان

کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا کہ روئے زمین پر ان مومنین کی جیسی سچی اور ایمان دار جماعت دوسری نہیں ہے۔ یہی جماعت آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کی مصداق ہے کہ سرزمین مغرب میں حق کی حمایت میں ایک جماعت برابر ظاہر ہوتی رہے گی۔ اسے کوئی شخص جو اس جماعت سے نکل جائے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا کام پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے ذریعے فارس و روم کو فتح کر کے دجال کو قتل کرائے گا اور اسی جماعت میں وہ امیر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز ادا کرتا ہے اور قیامت تک یہ امیر اسی جماعت میں رہے گا۔ (المعجب ص ۱۳۴، ۱۳۵)

مہدویت کے دعویٰ کے چند دنوں بعد تک ابن تومرت کی تعلیم و تلقین اور تبلیغ و اشاعت پر امن اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تک محدود رہی اور مغرب کے بڑے بڑے قبائل، ہرغہ اور تنہاتہ وغیرہ میں انہوں نے فدویت و جان نثاری کی ایسی روح پھونک دی کہ وہ ان کے حکم پر باپ بیٹے اور بھائی کو بے تامل قتل کر دیتے تھے۔ اس وقت انہوں نے اپنے متبعین کو تعلیم دی کہ آج کل کی تمام حکومتیں باطل کی پیرو ہیں۔ ان سے قتال واجب ہے۔ (المعجب ص ۱۳۷، وابن اثیر ج ۱۰، ص ۲۰۲) ابن اثیر کا بیان ہے کہ ان کے دعویٰ مہدویت کی خبر سن کر علی بن یوسف نے اس تحریک کو دبانے کے لیے فوج بھیجی۔ مہدی نے اپنے پیرووٴں سے کہا کہ یہ فوج صرف میری تلاش میں آئی ہے۔ میری وجہ سے تم کو بھی نقصان پہنچ جائے گا۔ اس لیے مجھے کہیں نکل جانے دو۔ (یہ انہوں نے امتحاناً کہا تھا) یہ سن کر قبیلہ ہرغہ کے شیخ ابن تفیان نے کہا کیا آپ کو آسمانی قوت کی جانب سے کوئی خوف ہے۔ مہدی نے کہا نہیں، آسمان سے تو ہماری مدد ہو گی۔ ابن تفیان بولا تو پھر مجھے ساری روئے زمین کی طاقت سے بھی خوف نہیں۔ اس کی جان نثاری دیکھ کر مہدی نے کہا میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تم کامیاب ہو گے اور تھوڑے ہی دنوں میں اس حکومت کو مٹا کر اس کے وارث بنو گے۔ اس دوران میں

مرابطی فوجیں پہنچ گئیں اور مہدی کے پیروؤں نے ان کا مقابلہ کر کے شکست دی۔ (ابن اثیر ج ۱۰ ص ۳۰۲) اس کامیابی سے لوگوں کو مہدی کی صداقت کا اور زیادہ یقین ہو گیا اور مغرب کے قبائل جوق در جوق ان کی بیعت میں داخل ہونے لگے' لیکن عبدالواحد مراکشی کا بیان ہے کہ سب سے اول خود مہدی نے ۵۱۷ھ میں عبدالمومن کی ماتحتی میں ایک فوج مرابطین کے مقابلہ کے لیے بھیجی اور یہ ہدایت کر دی کہ پہلے ان کو منکرات و بدعات کے ازالہ اور معروف کے احیا اور امام مہدی معصوم کے اقرار کی دعوت دینا۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو تمہارے بھائی ہیں اور انکار کریں تو جنگ کرنا۔ مراکش کے قریب مقام بحیرہ میں مرابطین کا سامنا ہوا۔ موحدین نے مہدی کی ہدایت کے ان کو دعوت دی اور علی بن یوسف کے پاس بھی تحریری دعوت بھیجی۔ اس نے اس کے جواب میں عبدالمومن کو فتنہ انگیزی اور مسلمانوں میں تفریق و اختلاف پیدا کرنے اور ان کی خونریزی کے انجام سے ڈرایا۔ عبدالمومن نے اس جواب کو علی بن یوسف کی کمزوری پر محمول کر کے جنگ شروع کر دی۔ اس جنگ میں موحدین کو بڑی فاش شکست ہوئی اور ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔ عبدالمومن چند آدمیوں کے ساتھ جان بچا کر نکل گیا۔ ابن تومرت کو اس شکست اور عبدالمومن کے بچنے کی خبر ملی تو انہوں نے کہا۔ اگر عبدالمومن محفوظ ہے تو پھر گویا ہمارا کوئی آدمی ضائع نہیں ہوا اور شکست خوردہ مصامد کو ان الفاظ میں تشفی دی کہ "تمہارے آدمی اللہ کے دین کی حمایت و مدافعت اور احیائے سنت میں کام آئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کا غم نہ کرنا چاہیے۔ اس سے ان کے دل مضبوط ہو گئے اور مخالفین کے مقابلہ کا جذبہ اور بڑھ گیا اور انہوں نے نواح مراکش میں عام تاخت و تاراج شروع کر دی۔ (المعجب ص ۱۳۷' ۱۳۸)

اس کا سلسلہ کئی سال تک جاری رہا اور مہدی کے پیروؤں کی تعداد اور ان کی قوت روز بروز بڑھتی گئی اور ان کے مقابلہ میں مرابطین کی حالت زوال پذیر ہوتی گئی۔ ان دونوں کی کشمکش کا سلسلہ جاری تھا کہ رمضان ۵۲۴ھ میں مہدی کا انتقال ہو

گیا۔ وہ اپنے گھر کے قریب ایک مسجد میں دفن کیے گئے۔ (المعجب ص ۱۳۹، وتاریخ الدولتین زرکشی ص ۵) مہدی بڑے عابد و زاہد تھے۔ دنیاوی ساز و سامان سے بے نیاز، اپنے فعل و اعمال میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ حدود کے اجراء میں بڑے سخت تھے۔ (المعجب ص ۔۳۸) عورتوں سے ہمیشہ مجتنب رہے، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ زرکشی کا بیان ہے کہ زہد و تقشّف اور عبادت و ریاضت میں ان کا پایہ بہت اونچا تھا۔ امام معصوم کے عقیدہ کے علاوہ ان میں بدعت کا اور کوئی شائبہ نہ تھا۔ (تاریخ الدولتین ص ۵)

عبد المومن: مہدی نے اپنی زندگی میں عبدالمومن کو جانشین نامزد کر دیا تھا، چنانچہ ان کی وفات کے بعد موحدین نے ان کو جانشین بنا دیا۔ پورا نام ابو محمد عبدالمومن بن علی ہے۔ نسبی تعلق قبیلہ بنی مجیر سے تھا، لیکن وہ خود اپنے کو عرب قبیلہ قیس غیلان سے بتاتے تھے۔ ۴۸۷ھ میں تلمسان کے علاقہ تاجرا میں پیدا ہوئے۔ (المعجب ص ۱۴۷) ابن ابی دینار کا بیان ہے کہ ان کا باپ علی بڑھئی تھی، لیکن عبدالمومن میں بچپن ہی سے تحصیل علم کا شوق تھا اور ان کا زیادہ وقت مساجد میں گزرتا تھا۔ (کتاب المونس ص ۱۱۰)

مہدی سے ان کی ملاقات بھی اس وقت ہوئی تھی؛ جب وہ تحصیل علم کے لیے مشرق جا رہے تھے۔ (ابن خلکان ج ۲، ص ۳۸) مہدی کی طرح عبدالمومن کی شخصیت میں بھی بڑی کشش و تاثیر تھی۔ صورتاً بھی حسین و جمیل تھے۔ آواز نہایت بلند، گفتگو پر زور اور فصیح ہوتی تھی۔ انہیں دیکھ کر اور ان کی گفتگو سن کر لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ (المعجب ص ۱۴۲) عبدالمومن کے زمانہ میں ان میں اور مرابطین میں بڑے بڑے معرکے ہوئے اور انہوں نے مغرب سے ان کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ (یہ حکومت ۵۲۴ھ میں قائم ہوئی اور ۶۶۸ھ میں بنی مرین کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔ اس میں گیارہ فرمانروا ہوئے)

مسترشد اور مسعود کی جنگ اور مسترشد کی شکست و گرفتاری: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ سلطان مسعود کی تخت نشینی کے بعد ہی مسترشد نے اس پر فوج کشی کر دی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ طغرل کی موت اور مسعود کی تخت نشینی کے بعد سلجوقی امراء جنہوں نے طغرل کی حمایت میں مسعود کی زیادہ مخالفت کی تھی۔ اس کے خوف سے ہمدان چھوڑ کر بغداد چلے گئے تھے۔ مسترشد سلجوقی سلاطین کو دبانے کے لیے ایسے مواقع کا منتظر ہی رہا کرتا تھا۔ اس نے ان امراء کی بڑی پذیرائی کی۔ انہیں خلعتیں عطا کیں اور مسعود کا خطبہ بند کر کے رجب ۵۲۹ھ میں اس پر فوج کشی کر دی۔ سلطان مسعود بھی مقابلہ کے لیے نکلا۔ جمراح میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ عین موقعہ پر مسترشد کی فوج کا میسرہ مسعود سے مل گیا میمنہ نے مقابلہ کیا' لیکن اسے شکست ہوئی۔ مسترشد خود میدان جنگ میں موجود تھا۔ سلجوقی فوجوں نے اسے گھیر کر گرفتار کر لیا۔ اس کے ساتھ قاضی القضاۃ بغداد اور بہت سے علماء و فقہاء اور عباسی امراء اور عمائد گرفتار ہوئے۔ سلطان نے ان سب کو سرجہان کے قلعہ میں بھجوا دیا اور مسترشد کو ایک خاص خیمہ میں ٹھہرا کر پہرہ مقرر کر دیا اور اس کی راحت و آرائش کے جملہ سامان فراہم کر دیئے' پھر چند دنوں کے بعد اسے اپنے ہمراہ ہمدان لے گیا۔ مسترشد کی گرفتاری کے بعد مسعود نے امیر آخر بک محمودی کو بغداد کا شحنہ مقرر کیا تھا۔ اس کے غلاموں نے مسترشد کی کل املاک پر قبضہ کر لیا۔ اس سے اہل بغداد میں بڑی برہمی پیدا ہو گئی۔ انہوں نے جامع سلطان کا منبر توڑ ڈالا اور امام کو خطبہ سے روک دیا۔ عوام کے جم غفیر نے خاک بہ سر فریاد و فغاں کرتے ہوئے بازاروں کا گشت لگایا۔ عورتیں سروپا برہنہ منہ پیٹتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ آخر بک کے آدمیوں اور اہل بغداد میں تصادم ہو گیا۔ فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بغداد میں ایک عام ہنگامہ بپا ہو گیا۔ (ابن اثیر ج ۱۱' ص ۱۰'۹)

رہائی اور قتل: مسترشد اور مسعود کی جنگ کے زمانہ میں سلطان مسعود کے بھتیجے اور

داماد سلطان داؤد نے اس کے خلاف آذر بائیجان میں علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔اس لیے ہمدان کی واپسی کے بعد ہی مسعود کو آذر بائیجان جانا پڑا۔مسترشد ساتھ ساتھ تھا اور دونوں میں مصالحت کی گفتگو جاری تھی۔سلطان کا مقصد صرف اس کی قوت اور اس کی فوجی سرگرمی کا انسداد تھا۔اس لیے حسب ذیل شرائط پر صلح ہوگئی۔

۱۔ مسترشد سلطان کو سالانہ ایک مقررہ رقم ادا کرے گا۔

۲۔ فوجیں نہ جمع کرے گا۔

۳۔ قصر خلافت سے باہر قدم نہ نکالے گا۔

گویا شرطیں مسترشد جیسے خلیفہ کے لیے بڑی توہین آمیز تھیں' لیکن بدرجہ مجبوری اسے ماننی پڑیں۔(ابن اثیر ج ۱۱' ص ۱۰۹) ایک بیان یہ ہے کہ سلطان سنجر نے مسعود کو حکم دیا کہ وہ مسترشد کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ بغداد واپس پہنچا دے اور اس کا جس قدر ساز و سامان لوٹا گیا ہے سب واپس کیا جائے اور پہلے سے زیادہ خیمہ و خرگاہ' خدم و حشم' جملہ لوازم شاہی اس کے لیے مہیا کیے جائیں۔مسعود کے لیے اس کا حکم ٹالنا ممکن نہ تھا۔اس لیے اس کی پوری تعمیل کی۔(الفخری ص ۱۷۱) لیکن مسترشد کی بدقسمتی سے عین موقعہ پر جبکہ اس کی روانگی کے جملہ سامان مکمل ہو چکے تھے۔پہرہ داروں کی غفلت سے باطنیوں کی ایک جماعت اس کے خیمہ میں گھس گئی اور ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں اس کو قتل کر دیا۔یہ واقعہ مراغہ میں پیش آیا۔واقعہ قتل کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ایک جو اوپر مذکور ہوئی۔دوسرا بیان ہے کہ اس قتل میں درپردہ سلطان مسعود کا ہاتھ تھا۔اس کو مسترشد کی جانب سے اطمینان نہ تھا۔اس کی قوت کو وہ خوف و خطر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔اس لیے ظاہر میں تو بدنامی سے بچنے کے لیے رہا کر دیا' لیکن درپردہ باطنیوں کے ذریعہ قتل کرا دیا۔(الفخری ص ۱۷۱) قتل کے وقت مسترشد کی عمر ۴۳ سال تھی' مدت خلافت سترہ برس چھ مہینے۔اس حادثہ کی خبر بغداد پہنچی تو وہاں صف ماتم بچھ گئی۔مرد گریبان چاک پابرہنہ اور عورتیں پریشان مو سر پیٹتی ہوئی گھروں سے باہر

نکل آئیں۔ خود سلطان مسعود نے بڑا غم والم ظاہر کیا۔

اوصاف و کمالات: مسترشد شجاعت وشہامت' تدبیر وسیاست' فضل وکمال' زہد و ورع ہر وصف میں کامل تھا۔ اس نے اپنے شجاعانہ کارناموں سے اپنے نامور اسلاف کی یاد تازہ کردی اور عباسی خلافت کی مردہ رگوں میں خون زندگی دوڑایا۔ سیوطی کا بیان ہے کہ وہ ایک عالی ہمت' بہادر' جری مصائب الرائے اور ہیبت وجبروت کا خلیفہ تھا۔ اس نے خلافت کے پراگندہ نظام کو ازسر نو مرتب ومنظم اور اس کا نشان زندہ کیا۔ اس کی بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالی۔ ارکان شریعت کو استوار کیا' لڑائیوں میں بہ نفس نفیس نکلتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۴۲) ابن اثیر لکھتا ہے کہ وہ شجاع' بہادر' جری آگے بڑھنے والا اور عالی ہمت خلیفہ تھا۔ (ابن اثیر ج ۱۱' ص ۱۱) سبکی کا بیان ہے کہ اس کی شجاعت وشہامت' ہیبت و اقدام آفتاب سے زیادہ روشن اور بدر کامل سے زیادہ نمایاں ہے۔ (طبقات الشافعیہ ج ۴' ص ۲۹۲) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے بنی عباس کے وقار عظمت کو زندہ اور امور مملکت کو منظم کیا۔ وہ خود لڑائیوں میں نکلتا تھا۔ (دول الاسلام ج ۲' ص ۵۰)

اس کے پیشرو مدتوں سے محض تخت کی زینت تھے' تلوار ہاتھ میں لینا بھول گئے تھے۔ مسترشد خود میدان جنگ میں نکلتا تھا۔ فوجوں کی قیادت کرتا تھا اور عام سپاہیوں کے دوش بدوش لڑتا تھا۔ اپنی شجاعت سے اس نے عباسی خلافت کو سلجوقیوں کے پنجہ استبداد سے آزاد کرایا اور عراق میں ان کا اثر واقتدار ختم کردیا۔ علمی حیثیت سے وہ نہ صرف اپنے بہت سے پیشرو خلفاء بلکہ علماء کی جماعت میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی علمی سند کے لیے یہ کافی ہے کہ سبکی نے طبقات الشافعیہ میں علماء کے زمرہ میں اس کا شمار کیا ہے۔ ابو القاسم بن بیان اور عبدالوہاب بن ہبتہ اللہ سے سماع حدیث کیا تھا۔ خود اس سے معتمد اہل علم سے حدیث روایت کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۴۲) ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ فصیح وبلیغ تھا۔ خط نہایت پاکیزہ تھا۔ میں نے اس کی تحریر دیکھی ہے۔ خط کی پاکیزگی اور فصاحت دونوں حیثیتوں سے بہترین تھی۔ (ابن اثیر ج ۱۱' ص ۱۱) انشاء و

فصاحت وبلاغت کے ساتھ وہ زبان آور خطیب بھی تھا۔ سیوطی نے اس کی ایک مختصر تحریر نقل کی ہے۔ جو ادب وانشاء اور بلاغت کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ (تاریخ الخلفا ص ۴۴۴) شاعری کا نہایت ستھرا مذاق رکھتا تھا۔ خود بھی شاعر تھا۔ اس کی شاعری میں اس کی شجاعت کے اثرات نمایاں ہیں۔

نمونہ کلام یہ ہے۔

انا الا شقر المدعو لی فی الملاحم

ستبلغ ارض الروم خیلی وتنقضی

ومن یملک الدنیا بغیر مزاحم

باقصیٰ بلا والصین بیض صوارمی

اس کی گرفتاری کے وقت خود اس کے حسب ذیل اشعار اس کی زبان پر تھے۔

ولا عجبا للاسدان ظفرت بھا

فحرب وحشی سقت حمز الدوی

کلاب الا عادی من فصیح واعجم

ومدت علیٰ من حسام ابن ملجم

اس کی علم نوازی کی بنا پر علماء نے اس کے نام پر کتابیں تصنیف کیں، چنانچہ امام ابوبکر شاشی نے کتاب العمدۃ اسی کے نام پر لکھی تھی۔ اس کا لقب ''عمدۃ الدنیا والدین'' تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۴۴) علم کے ساتھ وہ باعمل بھی تھا۔ ایوان عیش میں بھی اپنی زندگی زاہدانہ تھی۔ صوف کے لباس میں گوشہ عزلت وعبادت وریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے اوقات کا بڑا حصہ عبادت وتلاوت قرآن میں بسر ہوتا تھا۔ جس دن شہید ہوا اس دن بھی روزے سے تھا اور تلاوت قرآن میں مشغول تھا۔ (طبقات الشافعیہ ج ۴، ص ۲۹۱، ۲۹۲) ملک کا خیر خواہ اور رعایا کے لیے شفیق تھا۔ ظلم وجور کے انسداد میں اتنا اہتمام تھا کہ تخت خلافت پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی

۵۱۴ھ میں اپنی خاص جاگیر کے علاقوں میں یک قلم ظلم و زیادتی کو موقوف کر دیا اور عام حکم جاری کر دیا کہ کسی کاشتکار و اجارہ دار سے مقررہ محاصل کے علاوہ کوئی چیز نہ لی جائے۔ممزج (ابن اثیر ج ۱۶' ص ۱۹۲) (سقلاطوں اور ممزج اعلیٰ قسم کے کپڑے تھے' اس کی صنعت بغداد میں بڑے فروغ پر تھی) سقلاطوں اور دوسری قیمتی کپڑوں کے بنانے والوں اور زربافون سے ٹیکس وصول کرنے میں سرکاری محصل بڑی زیادتیاں کرتے تھے۔مسترشد نے یہ ٹیکس ہی سرے سے موقوف کر دیئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۔۴۴۴) بغداد کی شہر پناہ انقلابات و حوادث سے بہت بوسیدہ ہو گئی تھی۔مسترشد نے ۵۱۸ھ میں از سر نو اس کی تعمیر شروع کر دی اور اس کے مصارف کا بار تمام اہل بغداد پر ڈالا۔یہ ان پر گراں گزرا۔مسترشد کو معلوم ہوا تو اس نے کل وصول شدہ رقم واپس کر دی اور عوام کے بجائے عمائد سلطنت سے یہ رقم وصول کی گئی۔مسترشد کے وزیر احمد بن نظام الملک نے پندرہ ہزار دینار دیئے۔اس سے اہل بغداد کو بڑی مسرت ہوئی۔

-----اختتام حصہ چہارم-----